
المسائل المهمة فيما ابتلرت به العامة

اهم مسائل

جن میں ابتلائے عام ہے
جلد ہشتم

پسند فرمودہ:

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی

رئیس: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوانڈر بار

تحریک و تحریر:

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات و معتمد جامعہ

تالیف:

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

تحقیق و تخریر:

معاون مفتیان کرام دارالافتاء

ناشر:

جامعہ اسلامیہ (العلوم)

اکل کوا، نندربار، مہاراشٹر

تقسیم کار

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب :	المسائل المهمة فيما ابتليت به العامة
مؤلف :	حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب مکی رحمانی
تحقیق و تخریج :	معاون مفتیان کرام دارالافتاء
کمپوزنگ و تصحیح :	عبدالمتین اشاعتی کانزگاؤں
طبع اول :	۲۰۱۵ء ۱۴۳۶ھ
صفحات :	۳۸۳
تعداد مسائل :	۲۲۶
قیمت :	
باہتمام :	البحرہ و ستانوی
ناشر :	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندر بارمہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

<http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/>

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿ فَسُئِلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾

(سورة الأنبياء : ٤)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ :

” مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ “

(صحيح البخاري)

فہرست عناوین

نمبر شمار	فہرست عناوین	صفحہ
	ابتدائیہ	
	کتاب الایمان والعقائد	
۱	اوپر والے کی عنایت و نوازش	۱۹
۲	اللہ تعالیٰ کا آسمان دنیا پر نزول فرمانے کا مطلب	۲۰
۳	جمعہ کے دن جھاڑو دینا اور صفائی کرنا	۲۲
۴	رمضان المبارک یا جمعہ کے دن کی موت	۲۳
۵	عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن زیارت قبور	۲۴
۶	آپ ﷺ کے نام کے ساتھ محض ”صلعم“ لکھنا	۲۶
۷	ماہ محرم الحرام میں سوگ و ماتم، مرثیہ خوانی و تعزیہ وغیرہ	۲۷
۸	یوم عاشوراء میں مخصوص طرز پر چار رکعت نفل	۲۹
۹	۱۱ ربیع الثانی کو غوث اعظم کے لیے ایصالِ ثواب	۳۲
۱۰	عرس منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا	۳۳
۱۱	تبلیغی جماعت کے سوسال مکمل، اب نیا مجدد، نئی جماعت	۳۴
۱۲	جماعت میں نکلنا بدعت نہیں	۳۷
۱۳	نماز کے بعد جائے نماز (مصلیٰ) فولڈ کر دینا	۳۹
۱۴	رات یا دن میں ناخن کاٹنا	۳۹
۱۵	جمعرات کے دن مولیٰ خریدنا	۴۰

۴۱	کائنات کے ہر ذرہ پر ”وحدہ لا شریک لہ“ کی ملکیت	۱۶
۴۲	لبی عمر کی نیک فال لینا	۱۷
۴۳	جادو کی حقیقت اور اس کے برحق ہونے کا مطلب	۱۸
۴۶	امراض کے متعدی ہونے کا مطلب	۱۹
●	قرآنیات	●
۵۰	قرآن پاک کو عربی زبان و عربی لہجے میں پڑھنا	۲۰
۵۱	عربی زبان کے علاوہ زبان میں قرآن کریم کی طباعت	۲۱
۵۲	موبائل ویپ ٹاپ سے آیت قرآن ڈیلیٹ کرنا	۲۲
۵۵	ٹیلیٹ پر قرآن کریم کی تلاوت اور اسلامی کتابیں پڑھنا	۲۳
۵۷	قرآن کریم کو چھونے کے لیے با وضو ہونے کا ثبوت	۲۴
۵۹	قرآن وحدیث محفوظ کیے گئے موبائل کو بیت الخلا میں لے جانا	۲۵
۶۰	اتنی بلند آواز سے تلاوت جس سے دوسروں کو تکلیف ہو	۲۶
۶۱	مسابقات قرآنیہ و علمیہ کا انعقاد	۲۷
۶۳	ناہینا اور معذور افراد کے لیے بریل کوڈ (Braille Code) کی ایجاد	۲۸
●	کتاب الطہارۃ	●
۶۷	ریسایر کلڈ واٹر کا استعمال	۲۹
۶۸	رتح کے خروج پر فرض وضو کی حکمت	۳۰
۶۹	بندر کا جوٹھانا پاک ہے	۳۱
۷۰	کوا، برتن میں منہ ڈال دے	۳۲
۷۲	نا پاک کپڑے کی چھینٹیں پاک کپڑے پر پڑ جائیں	۳۳

۷۳	وضو سے پہلے ویسلین تیل وغیرہ دھونا	۳۴
۷۴	وضو کے بعد چہرے پر کریم لگانا	۳۵
۷۴	واش بیسن میں وضو اور سوتلی یا اونی موزے پر مسح	۳۶
۷۵	ٹیشو پیپر گیلیا کر کے اعضائے وضو کو پونچھنا	۳۷
۷۷	غسل کے وقت کلمہ پڑھنا ضروری نہیں	۳۸
۷۷	اُتُجّ باتھ روم میں وضو کی دعائیں پڑھنا	۳۹
۷۸	ایک بالشت سے کم مسواک کا استعمال	۴۰
۷۹	کھڑے ہو کر پیشاب کرنا	۴۱
۸۰	حائضہ کے غسل کے پانی پر کلمہ بطیبہ پڑھ کر دم کرنا	۴۲
۸۱	قضائے حاجت کے وقت چہرہ یا پیٹھ قبلے کی طرف کرنا	۴۳
۸۲	پھوڑا یا پھنسی کا پیپ کپڑے پر لگ جائے	۴۴
۸۲	ٹشو سے استنجا کے بعد پسینہ آجائے	۴۵
۸۳	شاور (نواریہ-Shower) کے نیچے کھڑے ہو کر غسل کرنا	۴۶
۸۴	غسل کرتے وقت ستر چھپانا	۴۷
۸۵	وضو اور غسل میں کتنا پانی استعمال کیا جائے؟	۴۸
۸۶	گوشت کے ریشے دانتوں میں باقی رہ جائیں	۴۹
۸۷	اجرت دے کر وضو کرانا لازم	۵۰
۸۸	واجب غسل میں تاخیر	۵۱
●	کتاب الصلوٰۃ..... فصل فی الجماعۃ	●
۸۹	عذر کی بنا پر گھر پر اہلیہ کے ساتھ نماز باجماعت	۵۲

۹۱	خدمتِ خلق کے ساتھ فراخِ خالق کی ادائیگی ضروری	۵۳
●	فصل فی الإمامة	●
۹۲	بیٹھ کر نماز پڑھنے یا اشارہ کرنے والے کی امامت	۵۴
●	باب صفة الصلوة	●
۹۳	مقتدیِ جتنی دیر چاہے دعائے مانگے، امام کی متابعت ضروری نہیں	۵۵
۹۴	سجدے میں دعائے مانگنا	۵۶
۹۵	بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے رکوع کی حد	۵۷
۹۸	ٹرین میں بیٹھ کر نماز	۵۸
۹۹	مقتدیِ قعدہِ اخیرہ میں التحیات پوری پڑھے	۵۹
۱۰۰	نماز میں سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ	۶۰
۱۰۱	السلام علیکم کی بجائے سلام علیکم کہہ کر سلام پھیرنا	۶۱
۱۰۲	رکوع اور سجدے کی تسبیح سنت ہے	۶۲
●	مفسدات الصلوة ومکروہاتھا	●
۱۰۵	تنگ و چست پینٹ شرٹ پہن کر نماز	۶۳
۱۰۷	چہرے پر نقاب ڈال کر نماز	۶۴
۱۰۸	نماز میں مچھر مارنا، اور اس کا خون کپڑے یا جسم پر لگ جانا	۶۵
۱۰۹	صرف بنیان و شلوار پہن کر نماز	۶۶
۱۱۰	قعدہِ اخیرہ میں تشهد کے بعد وضو ٹوٹ گیا	۶۷
۱۱۱	موبائل فون میں فون ٹوکھلا ہوا ہو تو نماز مکروہ ہوگی	۶۸
۱۱۳	ماں یا باپ کے بلانے پر نماز توڑ دینا	۶۹

۱۱۴	معذور شخص کی بغیر وضو اور تیمم کے نماز	۷۰
۱۱۴	معذور شرعی کی نماز	۷۱
۱۱۶	مقتدی تکبیرات انتقال نہ کہے تو؟	۷۲
۱۱۷	بارش کی چھینٹیں کپڑوں سے دھوئے بغیر نماز	۷۳
●	باب السنن والنوافل	●
۱۱۸	نماز وتر میں سورہ نھر، سورہ لہب اور سورہ اخلاص کی تلاوت	۷۴
۱۱۹	صلوۃ التیسع کی جماعت	۷۵
●	فدية الصلوة	●
۱۲۰	بیماری کی وجہ سے نماز کا سقوط اور فدیہ	۷۶
۱۲۲	فدیہ میں دوسرے کی قضا نمازیں پڑھنا	۷۷
●	باب الجمعة	●
۱۲۳	جمعہ کے دن، جمعہ سے پہلے سفر کرنا	۷۸
۱۲۴	خطبہ جمعہ طوالت مفصل کے برابر ہونا چاہیے	۷۹
۱۲۶	خطبہ جمعہ میں دعا پرائین کہنا	۸۰
۱۲۷	انگریزی زبان میں خطبہ جمعہ	۸۱
۱۲۹	پنج وقتہ نماز نہ پڑھنے والے کی نماز جمعہ	۸۲
۱۳۱	ہوٹل کھلی رکھنے کے لیے باری باری نماز جمعہ ادا کرنا	۸۳
●	باب صلوۃ المسافر	●
۱۳۴	تاجر حضرات قصر کریں گے یا اتمام؟	۸۴
۱۳۵	گھر داماد سسرال میں قصر کرے یا اتمام؟	۸۵

۱۳۷	مسافر کا قصد اُدو کے بجائے چار رکعت پڑھنا	۸۶
۱۳۸	مسافر کے لیے تراویح کی نماز	۸۷
●	کتاب الجنائز	●
۱۳۹	نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے یا باندھے رکھے؟	۸۸
۱۴۱	قبرستان میں برادری کے لیے جگہ کو خاص کر لینا	۸۹
۱۴۲	ایڈز یا سوائن فلو (Swine Flu) کے مریض میت کو تیمم کرانا	۹۰
۱۴۲	تعزیت کا صحیح طریقہ	۹۱
۱۴۵	۹۰ ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے سے گناہ معاف	۹۲
●	احکام المساجد والمدارس	●
۱۴۷	مسجد عبادت کی جگہ ہے، سونے کی نہیں!	۹۳
۱۴۸	مسجد کے مینار سادہ بنوائے جائیں	۹۴
۱۴۹	مسجد کے لیے وقف چیزوں کا استعمال	۹۵
۱۵۰	مارکیٹ میں جماعت خانہ	۹۶
۱۵۱	مسجد کا غیر ضروری سامان دوسری مسجد میں دینا	۹۷
۱۵۲	طعام تعاون میں زائد بیل وصول کرنا	۹۸
●	کتاب الزکوٰۃ والصدقة	●
۱۵۳	صدقہ نافلہ اور صدقہ واجبہ	۹۹
۱۵۴	مال تجارت کی زکوٰۃ	۱۰۰
۱۵۵	طلباء کی اشکالِ رشپ (وظیفہ) کے ذریعہ امداد	۱۰۱
۱۵۷	بلاتفریق مذہب و ملت مسلم و غیر مسلم کے ساتھ ہمدردی	۱۰۲

●	کتاب الصوم	●
۱۵۸	اسلامی تاریخ چنانچہ نظر آنے کے بعد سے شروع ہوتی ہے	۱۰۳
۱۶۰	روزے کی نیت میں لفظ ”عَدًّا“ کیوں کہتے ہیں؟	۱۰۴
۱۶۱	رمضان المبارک میں فجر کی نماز جلدی پڑھ لی جائے	۱۰۵
۱۶۳	عاشورہ یا عرفہ کا روزہ جمعہ کے دن رکھنا	۱۰۶
۱۶۴	سعودی عرب اور ہندوستان میں عید	۱۰۷
●	کتاب الحج والعمرة	●
۱۶۶	اپنی ذاتی رقم سے حج کی ادائیگی	۱۰۸
۱۶۷	حج بدل کے لیے جانے والے کے مصارف	۱۰۹
۱۶۸	قرض لے کر عمرہ کرنا	۱۱۰
۱۷۰	حج سے واپسی پر دعوت کا اہتمام	۱۱۱
●	کتاب الأضحية	●
۱۷۱	مقروض شخص پر قربانی	۱۱۲
۱۷۲	قرض لے کر قربانی	۱۱۳
۱۷۳	قربانی کے لیے بڑا جانور ضروری نہیں	۱۱۴
۱۷۴	وکیل نے قربانی کی رقم نہیں پہنچایا	۱۱۵
۱۷۵	وکیل بن کر قربانی کرنے والے احتیاط برتیں!	۱۱۶
●	کتاب النکاح	●
۱۷۷	نکاح عفت و پاکدامنی اور تکمیل نصف ایمان کا ذریعہ	۱۱۷
۱۸۰	کلم سنی میں نکاح	۱۱۸

۱۸۱	نکاح میں کفایت یعنی برابری کا اعتبار	۱۱۹
۱۸۳	لڑکی دیکھنے کے لیے دوستوں کو ساتھ لے جانا	۱۲۰
۱۸۴	شادی کے دن لڑکی والوں کی طرف سے کھانا	۱۲۱
۱۸۶	دولہے سے گلے ملنا اور ہار پہنانا	۱۲۲
۱۸۷	شادی کے موقع پر بہنوں کے مطالبات	۱۲۳
۱۸۸	دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کا علیحدہ انتظام	۱۲۴
۱۸۹	سنت پر عمل کے لیے حرام کی اجازت نہیں دی جاسکتی	۱۲۵
۱۹۱	والدین جہیز میں ضروری چیزیں دینے پر اکتفا کریں!	۱۲۶
۱۹۳	رخصتی میں بلا وجہ تاخیر	۱۲۷
۱۹۴	بیوی شوہر کو تکلیف دینے والی چیزوں سے پرہیز کرے	۱۲۸
۱۹۷	شوہر بیوی کو تکلیف دینے والی چیزوں سے پرہیز کرے	۱۲۹
۱۹۹	بیوی پر ساس سُسر کی خدمت	۱۳۰
۲۰۱	ولیمہ یا عقیقہ وغیرہ میں ہدیہ کا لین دین	۱۳۱
۲۰۲	دعوتوں میں مدعوین کو بے مقصد انتظار کی کوفت برداشت کروانا	۱۳۲
●	کتاب الرضاع	●
۲۰۵	بچے کو کافرہ غیر مسلم عورت کا دودھ پلانا	۱۳۳
●	کتاب الطلاق	●
۲۰۶	بلا معقول وجہ کے طلاق دینا سخت گناہ ہے	۱۳۴
۲۰۸	طلاق غصہ نکالنے کا ذریعہ نہیں	۱۳۵
۲۱۱	موبائل پر میسیج کے ذریعے طلاق	۱۳۶


۲۱۲	ایک مجلس میں تین طلاق	۱۳۷
۲۱۳	بغیر ارادہ کے اپنی بیوی کو، بہن کو، بہن کو، بہن کو	۱۳۸
●	کتاب النفقة والحضانة	●
۲۱۵	شادی سے قبل عورت کا نان و نفقہ	۱۳۹
۲۱۶	بچے کی پرورش شرعاً واجب ہے	۱۴۰
۲۱۷	حق پرورش کب ساقط ہوگا؟	۱۴۱
●	کتاب الأیمان والنذور	●
۲۱۹	تین مرتبہ قسم کھا کر توڑ دے تو کتنے کفارے لازم ہیں؟	۱۴۲
۲۲۱	بکرہ صدقہ کرنے کی نذر اور اس کا گوشت	۱۴۳
۲۲۲	بکرے کی بجائے اس کی قیمت کا صدقہ	۱۴۴
●	کتاب البيوع	●
۲۲۳	خنزیر کے بالوں کے برش کا استعمال اور خرید و فروخت	۱۴۵
۲۲۴	شکاری کتا پالنا اور اس کی خرید و فروخت	۱۴۶
۲۲۵	بیع تعاطی کی ایک صورت	۱۴۷
۲۲۷	خرید و فروخت میں ڈسکاؤنٹ (Discount)	۱۴۸
۲۲۷	خریدنے سے پہلے کوئی چیز چکھ کر دیکھنا	۱۴۹
●	کتاب الربوا	●
۲۲۹	قرض یارین کی رقم پر فائدہ حاصل کرنا	۱۵۰
۲۳۱	وکیل کا دکاندار سے کمیشن وصول کرنا	۱۵۱
۲۳۲	کمپیوٹر کی خرید و فروخت اور اس کی مرمت	۱۵۲

۲۳۳	رہنمائی پر کمیشن لینا	۱۵۳
۲۳۴	چیک جاری کرنے والے سے جرمانہ لینا	۱۵۴
●	کتاب الإجارة	●
۲۳۶	ضرورت مند اور غریب لوگوں کو کم اجرت دیکر کام کروانا	۱۵۵
۲۳۸	ملازم ذمہ داری نبھانے پر تنخواہ کا حق دار	۱۵۶
۲۳۹	ایگزویز کمپنی کی طرف سے سہولت حاصل کرنا	۱۵۷
۲۴۰	ووٹ دینے کے لیے جانے پر کرایہ وصول کرنا	۱۵۸
●	کتاب الهبة	●
۲۴۲	سامان جہیز ہبہ ہے حق میراث نہیں	۱۵۹
●	کتاب اللقطة	●
۲۴۶	مدرسہ میں طلبہ کی کتابوں اور کاپیوں کا استعمال	۱۶۰
●	کتاب الحظر والاباحة	●
۲۴۸	مکروہ تنزیہی و مکروہ تحریمی کے مابین فرق	۱۶۱
۲۴۹	ورلڈ گپ ٹورنامنٹ کرکٹ میں دلچسپی لینا	۱۶۲
۲۵۳	فجر کی اذان کے بعد لاؤڈ اسپیکر میں نعت خوانی	۱۶۳
۲۵۴	قرآن کریم کی طرف پیر کرنا	۱۶۴
۲۵۵	ادھر کی بات ادھر لگا کر جھگڑا پیدا کرنا	۱۶۵
۲۵۶	حفاظت کی غرض سے خفیہ جاسوسی	۱۶۶
۲۵۸	بے جا غصہ اور بد خلقی سے پرہیز کیا جائے	۱۶۷

۲۶۰	سلام کا جواب نہ دینے والے سے قطع تعلق	۱۶۸
۲۶۱	کسٹم و انکم ٹیکس آفیسروں سے چھپا کر سونا چاندی لانا	۱۶۹
۲۶۲	طلبہ کے لیے اخبار بنی زہر قاتل سے کم نہیں	۱۷۰
۲۶۳	گندگی ایک سماجی لعنت اور پاکیزگی آدھا ایمان ہے	۱۷۱
۲۶۵	شکریہ، تھینک یو، بہت بہت شکریہ، جیسے الفاظ کا استعمال	۱۷۲
۲۶۶	Whatsapp، Sms وغیرہ پر سلام کا جواب	۱۷۳
۲۶۸	اسلام میں جنسی تعلیم کی بالکل گنجائش نہیں	۱۷۴
۲۷۰	آئی ڈی کارڈ میں ولدیت دوسرے کی طرف منسوب کرنا	۱۷۵
۲۷۳	بے دروغ و بلا ضرورت بجلی کا استعمال	۱۷۶
۲۷۶	گندگی جان کے ضیاع و ہلاکت کا سبب ہے	۱۷۷
۲۷۷	دیواروں پر تھوکنے اور گندگی پھیلانا بد تہذیبی کی علامت ہے	۱۷۸
۲۸۱	دیواروں پر بجایا بے جا اشتہارات	۱۷۹
۲۸۲	دین صرف نماز روزہ کی حد تک ہی محدود نہیں	۱۸۰
۲۸۵	کن پتی اور دیگر مورتیوں کی تصویر والے کیلنڈر	۱۸۱
۲۸۸	ڈرائنگ ماسٹر (Drawing Master) بن کر آرٹ کا پیشہ اختیار کرنا	۱۸۲
۲۹۰	رکشابندھن نامی تہوار میں شرکت	۱۸۳
۲۹۳	ضرر رساں کتوں کو جان سے مار دینا	۱۸۴
☉	کتاب اللباس	☉
۲۹۵	عورت اپنے دیور جیٹھ وغیرہ غیر محرم سے پردہ کرے	۱۸۵

۲۹۶	غیر محارم کے سامنے چہرہ کا پردہ	۱۸۶
۲۹۸	عورت کا غیر محرم مرد کے کپڑے دھونا	۱۸۷
۲۹۸	ہاتھ پیر اور سینے کے بال صاف کرنا	۱۸۸
۲۹۹	ہاتھ میں لوہے کا گڑا اور ربرٹ کا بند پہننا	۱۸۹
۳۰۰	بدن پر ٹیڈی بنوانا	۱۹۰
۳۰۱	لینن (Linen) کے کپڑے پہننا	۱۹۱
۳۰۲	نمائش کے لیے اسٹیچو اور مجسمے کھڑے کرنا	۱۹۲
۳۰۵	ہیئر ڈریسنگ سیلون والوں کا خضاب لگانا	۱۹۳
●	کتاب الاکل والشرب	●
۳۰۸	کھانے کی دعا ”بِسْمِ اللّٰهِ وَبِرِکَةِ اللّٰهِ“ میں لفظ ”علیٰ“ کا اضافہ	۱۹۴
۳۱۰	جانفل، زعفران اور عزیز کا استعمال	۱۹۵
۳۱۱	جو تا چپل پہن کر کھانا- کھانا	۱۹۶
۳۱۲	لا علمی میں کوئی ناپاک چیز کھالینا	۱۹۷
۳۱۳	غیر مسلموں کے برتنوں کا استعمال	۱۹۸
۳۱۵	کھانا کھاتے وقت سر کوٹوپی وغیرہ سے ڈھانپنا	۱۹۹
۳۱۶	”اجینو موٹو“ صحت کے لیے مضر ہے	۲۰۰
۳۱۷	جانوروں کو ناپاک غذا دینا	۲۰۱
۳۱۹	افزائش کے لیے کھاد اور دواؤں کا استعمال	۲۰۲
۳۲۰	غذائی اشیاء میں مضر چیزوں کی ملاوٹ	۲۰۳
۳۲۱	مصنوعات کے حلال و حرام ہونے کا سرٹیفکیٹ	۲۰۴

۳۲۳	دودھ میں میٹگی گرجائے	۲۰۵
۳۲۵	رزقِ خداوندی کی ناقدری پر وعید شدید	۲۰۶
۳۲۸	کیکڑ اور آکٹوپس کھانا	۲۰۷
۳۳۰	خرگوش کا گوشت کھانا	۲۰۸
◎	کتاب الطب	◎
۳۳۲	علاج کرائے بغیر وفات	۲۰۹
۳۳۴	چھاتی بڑھ جانے پر اس کی سرجری	۲۱۰
۳۳۵	عمل تنویم (Hypnosis) کے ذریعے علاج	۲۱۱
◎	حقوق الأولاد والوالدین	◎
۳۳۸	نومولود بچے کے کان میں اذان اور ”الصلوة خیر من النوم“ کا اضافہ	۲۱۲
۳۴۰	موجودہ دور میں والدین کی ذمہ داری	۲۱۳
۳۴۴	باپ کی حیات میں جائداد میں حصہ مانگنا	۲۱۴
۳۴۶	نافرمان اولاد سے میل جول ختم کر دینا	۲۱۵
۳۴۷	والدین کی اطاعت اور خالق کی نافرمانی	۲۱۶
۳۴۹	بچوں کی ذہنی و جسمانی تربیت	۲۱۷
۳۵۱	بچوں کو پیار سے آدھانا نام لے کر پکارنا	۲۱۸
◎	متفرق مسائل	◎
۳۵۳	مدارس کا نصابِ تعلیم اور اس کا مقصود	۲۱۹
۳۵۶	رفیق بن کر کام کریں، فریق بن کر نہیں!	۲۲۰
۳۵۸	”ہی“ کو چھوڑ کر ”بھی“ کو اختیار کریں!	۲۲۱

۳۶۰	برادرانِ وطن کے ساتھ تعلقات کی حدود	۲۲۲
۳۶۴	برادرانِ وطن کے ساتھ باہمی رواداری کی حدود	۲۲۳
۳۶۶	بچہ مزدوری کے سلسلے میں اسلام کا موقف	۲۲۴
۳۶۹	بچوں سے جرائم کا صُدر نہ ہو	۲۲۵
۳۷۱	بچوں کو تادیبِ مضرت رساں نہ ہو	۲۲۶
۳۷۳	مصادر و مراجع	



ابتدائیہ

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على رسوله الكريم ، أما بعد !

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم - ﴿ان الدين عند الله الاسلام﴾ (آل عمران : ۱۹)

ترجمہ: ”بے شک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔“

اسلام، پیغمبر اسلام، اور مسلمانوں کے خلاف چوطرفہ زہر افشانی، اسلامی تعلیمات میں شکوک و شبہات پیدا کرنا، مدارس اسلامیہ و مقتدیان اسلام پر غلط و بے بنیاد الزام تراشی، مسلمانوں کی شبیہ کو بگاڑ کر پیش کرنا، یہ سب اس منظم و منصوبہ بند سازش کا حصہ ہے، جس کے ذریعے دشمنان اسلام، اقوام عالم کو، دین اسلام سے دور رکھنا چاہتے ہیں، اور بزعم خود اس طرح وہ اسلام کو آئندہ چند برسوں میں دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن کر ابھرنے سے روک پائیں گے۔ لیکن:۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

کیوں کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿یریدون أن یطفئوا نور الله بافواھم و یأبی الله

إلا أن یتیم نورہ ولو کره الکفرون﴾ . (سورة التوبة : ۳۲)

ترجمہ: ”یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھادیں، حالانکہ اللہ کو اپنے نور کی تکمیل کے سوا ہر بات نامنظور ہے، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بُری لگے۔“..... ﴿یریدون

لیطفئوا نور الله بافواھم والله متم نورہ ولو کره الکفرون﴾ . (سورة الصف : ۸)

ترجمہ: ”یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھادیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بُری لگے۔“

عالم اسلام کے مسلمان، بالخصوص ہندوستانی مسلمان جن حالات سے گزر رہے ہیں، ان سے

نبرد آزما ہونے کے لیے ان نزدیک سب سے اہم ہتھیار اگر کوئی ہے، تو وہ ہے:

”إلی الاسلام من جدید“

یعنی اسلامی تعلیمات اور اس کے احکام پر از سر نو پوری طرح عمل کرنا شروع کر دیں، اپنے ایمان،

عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق کا جائزہ لیں، ان سے متعلق شرعی احکام سے واقف ہو جائیں، اور ان کو عملی جامہ پہنائیں، مدارس اسلامیہ، خانقاہوں، دعوت و تبلیغ سے اپنے آپ کو مربوط و منسلک کریں، اور دین و ایمان کے ان قلعوں کو مضبوط و مستحکم کریں، پھر دیکھیں خدائی وعدہ: ﴿وَاَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: ۱۳۹] ”اگر تم واقعی مومن رہو تو تم ہی سر بلند ہو گے۔“ کس طرح پورا ہوتا ہے، اور غم و اندوہ، مصائب و مشکلات، پریشانیوں و بے چینیوں، اختلاف و انتشار کے یہ گھنے بادل اور گھٹا ٹوپ اندھیرے کس طرح چھٹ جاتے ہیں، اور ﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ [النحل: ۹۷] ”جس شخص نے بھی مومن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ہم اُسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔“ سے سرفراز ہو جاتے ہیں۔..... ان ہی جذبات کے تحت کہ امت کو دینی مسائل معلوم ہو جائیں، اور وہ اس پر عمل پیرا ہو کر، نعمتِ حیاتِ طیبہ سے مُنعم ہو جائے، جامعہ کے دارالافتاء نے ”المسائل الہمہ فیما ابتلت بہ العالمة“ کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے، اب تک اس کی سات جلدیں منظرِ عام پر آچکیں، اور یہ آٹھویں جلد، جو دو سو چھبیس (۲۲۶) مسائل پر مشتمل ہے، اسی سلسلہ الذہب کی ایک کڑی ہے، جو آج آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک!

میں مشکور ہوں!..... رئیس جامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب و ستانوی دامت برکاتہم کا؛ اُن کے اس سلسلے کو بظہرِ احتسان دیکھنے پر،..... ناظم تعلیمات حضرت مولانا حذیفہ زید مجدہ کا؛ اُن کی تحریک و تخریض پر،..... اپنے معاون حضرات مفتیانِ کرام (مفتی عبدالمتین، مفتی مجیب الرحمن، مفتی افضل زید مجدہم) کا؛ اُن کی تخریج و تحقیق پر،..... اور دیگر مخلصین و مجاہدین کا؛ اُن کے بندے کے حق میں خدمتِ دین کے واسطے صحت و تندرستی کی دعاؤں پر..... اللہ پاک ہر ایک کو ان کے شایانِ شان اجرِ عظیم و جزیل عطا فرمائے، اور اس حقیر سی خدمتِ دین کو اپنے ہاں شرفِ قبولیت سے نوازے!

آمین یا رب العالمین!

ربنا تقبل منا انک انت السمع العلیم..... وتب علینا انک انت التواب الرحیم

محمد جعفر ملی رحمانی

۱۷/ رجب المرجب، ۱۴۳۶ھ، مطابق ۷/ مئی، ۲۰۱۵ء۔ بروز جمعرات

کتاب الایمان والعقائد

ایمان و عقائد سے متعلق مسائل

اوپر والے کی عنایت و نوازش

مسئلہ (۱): بسا اوقات انسان اپنی گفتگو کے دوران اللہ رب العزت کے لیے ”اوپر والے“ کے الفاظ استعمال کرتا ہے، مثلاً: کسی خوشی و شادمانی کے حصول پر وہ کہتا ہے: ”یہ اوپر والے کی عنایت و نوازش ہے“۔ تو کبھی مصیبت و آفت کا شکار ہونے اور نعمت کے چھن جانے پر وہ کہتا ہے: ”اوپر والا جس حال میں رکھے میں اُس پر راضی ہوں“۔ واضح ہو کہ ”اوپر والے“ سے مراد عموماً مقام و مرتبہ کی بلندی اور قدرت والا ہوتا ہے، اور عرفِ عام میں یہ الفاظ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اس لیے محض ان کلمات کا استعمال موجب کفر نہیں ہے، بلکہ ان کا استعمال جائز و درست ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾ . (سورة طه : ۵)

ما في ” التفسير المظهری “ : (ثم استوى على العرش) فقالوا : معنى استوى استولى على العرش الذي هو أعظم المخلوقات ومحدد الجهات ، وذا يستلزم استيلاءه تعالى على جميع الخلائق . (سورة يونس : ۳)

ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : إذا وصف الله بما لا يليق به ، أو سخر باسم من أسماء الله تعالى ، أو بأمر من أوامره أو أنكر وعده أو وعيده يكفر . (۲/۲۳۴) ، كتاب أحكام المرتدين ،

فصل فيما يقال في ذات الله سبحانه وتعالى وصفاته ، مجمع الأنهر : ۲/۵۰۴ ، كتاب =

اللہ تعالیٰ کا آسمانِ دنیا پر نزول فرمانے کا مطلب

مسئلہ (۲): احادیثِ شریفہ میں وارد ہے کہ آخرِ شب میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں، اس سے مراد حق تعالیٰ کی رحمت اور اجابتِ دعا وغیرہ ہے، یہ نہیں کہ خود ذاتِ باری تعالیٰ اتر آتے ہیں، کیوں کہ اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ حق تعالیٰ جہت، زمان و مکان اور جسم و عوارضِ جسم سے مُنزَّہ و پاک ہے۔^(۱)

= السیر والجهاد ، باب المرتد ، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۶۲۶۳) ما فی "شرح عقود رسم المفتی": والعرف فی الشرع له اعتبار . لذا علیہ الحکم قد یدار . (ص/۱۷۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی "سنن أبی داود": عن أبی هريرة أن رسول الله ﷺ قال: "ينزل ربنا عز وجل كل ليلة إلى سماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر، فيقول: من يدعوني فاستجب له، من يسألني فأعطيه، من يستغفري فأغفر له". (ص/۱۸۶) ، كتاب الصلاة ، باب أي الليل أفضل، الرقم: ۱۳۱۵، قديمي ، مشكوة المصابيح ، ص/۱۰۹، كتاب الصلاة ، باب التحريض على قيام الليل ، الرقم: ۱۲۲۳، قديمي) ما فی "بذل المجهود": قال القاري: قال ابن حجر: أي ينزل أمره ورحمته أو ملائكته ، وهذا تأويل الإمام مالك وغيره ، ويدل له الحديث الصحيح: "إن الله عز وجل يمهل حتى يمضي شطر الليل ، ثم يأمر مناديا ينادي فيقول: هل من داع فيستجاب له؟" الحديث . والتأويل الثاني: ونسب إلى مالك أيضاً: أنه على سبيل الاستعارة ، ومعناه الإقبال على الداعي بالإجابة واللفظ والرحمة وقبول المعذرة كما هو عادة الكرماء لا سيما الملوك إذا نزلوا بقرب محتاجين ملهوفين مستضعفين . فذهب جمهور السلف وبعض المتكلمين الإيمان بحقيقتها على ما يليق به تعالی ، وأن ظاهرها المتعارف في حقنا غير مراد ، ولا نتكلم في تأويلها مع اعتقادنا تنزيه الله سبحانه عن سائر سمات الحدوث . (ص/۵۵۸، ۵۵۹) =

= کتاب الصلاة ، باب أي الليل أفضل ، تحت الرقم : ۱۳۱۵)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : وقال القاضي : المراد بنزوله دنو رحمته ومزيد لطفه على العباد وإجابة دعوتهم ، وقبول معذرتهم ، كما هو ديدن الملوك الكرماء والسادة الرحماء إذا نزلوا بقرب قوم ملهوفين محتاجين مستضعفين . وقد روى يهبط من السماء العليا إلى السماء الدنيا ، أي ينتقل من مقتضى صفات الجلال التي تقتضي الأنفة من الأردل ، وعدم المبالاة وقهر العداة ، والانتقام من العصاة إلى مقتضى صفات الجمال المقتضية للرفقة والرحمة وقبول المعذور والتلطف بالمحتاج ، واستقراض الحوائج والمساهلة والتخفيف في الأوامر والنواهي والاعضاء عما يبدو من المعاصي ، ولهذا قيل : هذا تجل صوري لا نزول حقيقي فارتفع الاشكال . والله أعلم بالحال .

(۲۷۱/۳ ، كتاب الصلاة ، باب التحريض على قيام الليل ، تحت الرقم : ۱۲۲۳)

ما في ” عون المعبود “ : وقد اختلف العلماء في قوله ” ينزل الله “ : فسنل أبو حنيفة فقال : ينزل بلا كيف ، وقال بعضهم : ينزل نزولا يليق بالربوبية بلا كيف من غير أن يكون نزوله مثل نزول الخلق بالتجلي والتلمي ، لأنه جل جلاله منزه عن أن تكون صفاته مثل صفات الخلق كما كان منزها عن أن تكون ذاته مثل ذات الغير فمجيئه وإتيانه ونزوله على حسب ما يليق بصفاته من غير تشبيه وكيفية . انتهى .

(ص / ۶۲۱ ، كتاب التطوع ، باب أي الليل أفضل ، تحت الرقم : ۱۳۱۵)

ما في ” شرح الطيبي “ : قوله : ” ينزل ربنا “ قض : لما ثبت بالقواطع العقلية والنقلية أنه تبارك وتعالى منزه عن الجسمة والتحيز والحلول ، امتنع عليه النزول على معنى الانتقال من موضع أعلى إلى ما هو أخفض منه ، بل المعنى به على ذكره أهل الحق دنو رحمته ، ومزيد لطفه على العباد ، وإجابة دعوتهم وقبول معذرتهم . الخ . (۱۲۵/۳ ، ۱۲۶ ، كتاب الصلاة ، باب التحريض على قيام الليل ، الفصل الأول ، تحت الرقم : ۱۲۲۳)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند : ۱۸/۱۰۴)

جمعہ کے دن جھاڑو دینا اور صفائی کرنا

مسئلہ (۳): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جھاڑو دینا، صفائی کرنا، کپڑے وغیرہ دھونا منع ہے، حالاں کہ جمعہ کے دن جھاڑو دینا، صفائی کرنا، کپڑے وغیرہ دھونا یہ سب اُمور شرعاً جائز اور درست ہیں، بلکہ احادیث شریفہ میں اس کی ترغیب آئی ہے، اور فقہاء کرام نے بھی جمعہ کے دن غسل کرنے، خوشبو لگانے، بالوں اور ناخنوں کے کاٹنے اور اچھے کپڑے پہننے کو مسنون قرار دیا ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”صحيح مسلم“ : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : ”حق الله على كل مسلم أن يغتسل في كل سبعة أيام يغسل رأسه وجسده“ . (۲۸۰/۱) وفيه أيضاً : عن عائشة أنها قالت : كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم ومن العوالي ، فيأتون في العباء ويصيههم الغبار فتخرج منهم الريح فأتى رسول الله ﷺ انسان منهم وهو عندي فقال رسول الله ﷺ : ”لو انكم تطهروهم ليوكم هذا“ . (۲۸۰/۱) ، كتاب الجمعة ، فصل في استحباب الغسل والسواك وغسل الرأس ومسّ الطيب الخ) ما في ”صحيح البخاري“ : عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال : إذا جاء أحدكم الجمعة فليغتسل . (۱۲۰/۱) ، كتاب الجمعة ، باب فضل الغسل يوم الجمعة) وفيه أيضاً : عن أبي سعيد قال : أشهد على رسول الله ﷺ قال : ”الغسل واجب على كل محتلم وأن يستنّ وأن يمسّ طيباً إن وجد“ . (۱۲۱/۱) ، كتاب الجمعة ، باب الطيب للجمعة ، صحيح مسلم : ۲۸۰/۱ ، فضل في استحباب الغسل والسواك وغسل الرأس ومسّ الطيب الخ) ما في ”رد المحتار“ : واستنّان الغسل لها والتطيب ولبس الأحسن وتقليم الأظفار وحلق الشعر . (۳/۳) ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب ما اختص به يوم الجمعة ، =

رمضان المبارک یا جمعہ کے دن کی موت

مسئلہ (۴): اگر کسی فاسق مسلمان کی موت رمضان المبارک یا جمعہ میں ہو جائے، تو اس کو ہلکا عذاب ہوگا، اس کے بعد قیامت تک عذاب اٹھایا جائے گا، اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا، اور اگر کسی کافر کی موت ان ایام میں ہو جائے، تو اس سے صرف رمضان المبارک اور جمعہ میں عذاب اٹھایا جائے گا، رمضان و جمعہ گزرنے کے بعد پھر اس پر عذاب ہوگا، اور اگر رمضان و جمعہ آنے پر پھر اس سے عذاب اٹھایا جائے گا، اور یہی سلسلہ جاری رہے گا، یہی تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔^(۱)

= الموسوعة الفقهية: ۲۷/۲۱۰، صلاة، صلاة الجمعة، آداب صلاة الجمعة ويومها، أو لا ما يسن فعله)

ما في ” البحر الرائق “ : ويستحب لمن حضر الجمعة أن يدهن ويمس طيبا إن وجده ، ويلبس أحسن ثيابه ويغتسل . (۲/۲۷۴ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : الاغتسال والتطيب ولبس أحسن الثياب لمن يأتي الجمعة ۳/ تنظيف الجسد وتحسين الهيئة قبل الصلاة ، بتقليم الأظفار وقص

الشارب وبتف الإبط وحلق العانة ونحو ذلك كإزالة الرائحة الكريهة بالسواك للفم وغيره من مواطن الرائحة في الجسم . (۲/۱۳۲۲ - ۱۳۲۴ ، صلاة الجمعة ، المطلب

السابع ؛ سنن الجمعة ومكروهااتها) (فتاوى بنوري ، رقم الفتوى : ۱۰۳۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” جامع الترمذي “ : عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمعة إلا وقاه الله فتنة القبر “ . قال أبو

عيسى : هذا حديث غريب ، وليس إسناده بمتصل . (۱/۲۰۵ ، أبواب الجنائز ، باب ما =

عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن زیارتِ قبور

مسئلہ (۵): عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا دن مسرت اور خوشی کا دن ہوتا ہے^(۱)، بسا اوقات مسرت میں لگ کر آخرت سے غفلت ہو جاتی ہے، اور زیارتِ قبور سے آخرت کی یاد آ جاتی ہے، یا کسی کو اس خوشی کے موقع پر اپنے مرحوم والدین کی یاد آ جاتی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن زیارتِ قبور کے لیے جائے، تو یہ جائز اور درست ہے^(۲)، بشرطیکہ اس عمل کو لازم یا مسنون نہ سمجھا جائے، اور نہ اس کا ایسا التزام ہو، جس سے دوسروں کو شبہ ہو کہ یہ

= جاء في من يموت يوم الجمعة ، مشكوة المصابيح : ص / ۱۲۱ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، الفصل الثالث ، الرقم : ۱۳۶۷ ، قديمي)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : وهذا يدل على أن شرف الزمان له تأثير عظيم كما أن فضل المكان له أثر جسيم فإذا قبض الله عبدا من عبده فوافق قبضه يوم الجمعة كان ذلك دليلا لسعادته وحسن مآبه ، وأنه لا يقبض في هذا اليوم إلا من كتب له السعادة عنده .

(۳/۴۱۵، ۴۱۶، باب الجمعة)

ما في ” رد المحتار “ : قال أهل السنة والجماعة : عذاب القبر حق ، وسؤال منكر ونكير ، وضغطة القبر حق ، لكن إن كان كافرا فعذابه يدوم إلى يوم القيامة ، ويرفع عنه يوم الجمعة وشهر رمضان والمؤمن المطيع لا يعذب بل له ضغطة يجد هول ذلك وخوفه ، والعاصي يعذب ويضغط ، لكن ينقطع عنه العذاب يوم الجمعة وليلتها ثم لا يعود ، وإن مات يومها أو ليلتها يكون العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر ثم يقطع ، كذا في المعتقدات للشيخ أبي المعين النسفي الحنفي من حاشية الحموي ملخصاً .

(۳/۴۴۲ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب ما اختص به يوم الجمعة)

(أحسن الفتاوى: ۴/۲۰۷، ۲۰۸، فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۴۳۳۸)=

چیز لازم اور ضروری ہے، نیز اگر کوئی شخص اس دن زیارتِ قبور کے لیے نہ جائے، تو اُس پر طعن یا اس کی ملامت بھی نہ کی جائے، ورنہ یہ عمل بدعت ہوگا۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عائشة رضي الله عنها قالت : دخل أبو بكر وعندي جارتان من جواري الأنصار تغنيان وذلك في يوم عيد فقال رسول الله ﷺ : ” يا أبا بكر ! إن لكل قوم عيدًا ، وهذا عيدنا “ . (۱۳۰ / ۱) ، كتاب العيدين ، باب سنة العيدين لأهل الإسلام ، صحيح مسلم : ۲۹۱ / ۱ ، كتاب العيدين

ما في ” عمدة القاري “ : ان يوم العيد يوم انبساط وانسراح يغتفر فيه ما لا يغتفر في غيره .

(۳۸۷ / ۶) ، كتاب العيدين ، باب الحراب والدَّرَق يوم العيد

(۲) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن ابن مسعود أن رسول الله ﷺ قال : ” كنتُ نهيتكم عن زيارة القبور ، فزوروها ، فإنها تزهد في الدنيا وتذكر الآخرة “ . رواه ابن ماجه .

(ص / ۱۵۳) ، كتاب الجنائز ، باب زيارة القبور ، الفصل الثالث ، الرقم : ۱۷۹)

(۳) ما في ” مجموعة رسائل اللكنوي “ : فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم ، والتخصيص من غير مخصص مكروها .

(۳ / ۲۹۰) ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر ، الباب الأول ، الثاني والأربعون

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر .

(۳ / ۲۶) ، باب الدعاء في التشهد ، الفصل الأول ، تحت الرقم : ۹۲۶)

(فتاوى محمودية : ۱۳ / ۵۵۶ ، ميرٹھ، فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ : ۱۲۵۶)

آپ ﷺ کے نام کے ساتھ محض ”صلعم“ لکھنا

مسئلہ (۶): آپ ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ اُردو یا عربی میں محض ”صلعم“ یا انگریزی میں (A.S.) لکھنا، یا اسی طرح کا کوئی دوسرا مخفف کلمہ لکھنا جو دُرود کی طرف اشارہ کرے، کنجوسی اور خلافِ ادب ہے، اور اس سے دُرود شریف کا فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا، اس لیے آپ ﷺ کے نام کے ساتھ پورا دُرود شریف لکھنے اور پڑھنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن علي بن أبي طالب قال : قال رسول الله ﷺ : ” البخيل الذي من ذكرث عنده فلم يصل علي“ . هذا حديث حسن غريب صحيح .
(۲) ۱۹۳/۲ ، أبواب الدعوات ، الرقم : ۳۵۴۶ ، مشكوة المصابيح : ص/ ۸۷ ، كتاب الصلاة ، باب الصلاة على النبي ﷺ وفضلها ، الرقم : ۹۳۳

ما في ” كتاب علوم الحديث المعروف بمقدمة ابن الصلاح “ : التاسع ينبغي له أن يحافظ على كتبه الصلاة والتسليم على رسول الله تعالى صلى الله عليه وآله وسلم عند ذكره ولا يسأم من تكرير ذلك عند تكرره ، فإن ذلك من أكبر الفوائد التي يتعجلها طلبة الحديث وكتبته ومن أغفل ذلك حرم حظا عظيما ثم ليجتنب في إثباتها نقيضين : أحدهما : أن يكتبها منقوصة صورة رامزا إليها بحرфин أو نحو ذلك ، والثاني : أن يكتبها منقوصة بأن لا يكتب (وسلم) سمعت حمزة الكتاني يقول : كنت أكتب الحديث وكتبت عند ذكر النبي ﷺ ولا أكتب وسلم فرأيت النبي ﷺ في المنام ، فقال لي : ما لك لا تتم الصلاة علي؟ قال : فما كتبت بعد ذلك ﷺ إلا كتبت وسلم ، قلت : ويكره أيضا الاقتصار على ” قوله عليه السلام “ والله اعلم بالصواب . (ص/ ۷۶ ، ۷۷ ، النوع الخامس والعشرون معرفة كتابة الحديث وكيفية ضبط الكتاب وتقييده ، مطلب بيان أمور ومعارف مهمة رائقة)
(فتاوى بنوري، رقم الفتوى: ۱۷۱۳۴)

ماہِ محرم الحرام میں سوگ و ماتم، مرثیہ خوانی و تعزیہ وغیرہ

مسئلہ (۷): ماہِ محرم الحرام میں سوگ و ماتم کرنا، مرثیہ خوانی کی مجلس کرنا اور اس میں شرکت کرنا، اور علم یعنی جھنڈا، و تعزیہ یعنی حضرت امام حسین اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی تڑبتوں کی نقل- کاغذ اور بانس وغیرہ سے بطور یادگار بنانا، اُس پر بدھی یعنی ہار اور پھول چڑھانا، تعزیوں پر نذر و نیاز دلوانا، تعزیہ کو حاجت روا، یعنی ذریعہ حاجت روائی سمجھنا، پیراگ یعنی فقیر بننا، پیک یعنی قاصد و ہرکارہ بننا، نیز تعزیوں سے منتیں اور مرادیں مانگنا وغیرہ، یہ سب خرافات جو رواً فرض کرتے ہیں، قطعاً بدعت، جہالت پر جہالت، حماقت اور ناجائز و حرام ہیں^(۱)، اور ان سب بدعات و خرافات کے نہ کرنے کو باعثِ نقصان خیال کرنا زناہ وہم ہے، مسلمانوں کو ایسی غلط حرکات سے باز آنا چاہیے^(۲)، البتہ تمام شہدائے اسلام کے لیے انفرادی طور پر ایصالِ ثواب کرتے رہنا چاہیے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد " .
 (ص/ ۴۷۷ ، الرقم : ۲۶۹۷ ، كتاب الصلح ، صحيح مسلم : ۷۷/۲ ، كتاب الأفضية ، سنن أبي داود : ص/ ۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، الرقم : ۴۶۲۲ ، مشكوة المصابيح : ص/ ۲۷ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ما في " بذل المجهود " : سواء كان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۳) تحت الرقم : (۴۶۲۲/۳۳)

ما في " شرح الطيبي " : قوله عليه السلام : " كل بدعة ضلالة " . =

= (۱/۲۲۳، مشکوة المصابیح: ص/۳۰، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني)
 ما في ”مرقاة المفاتيح“ : قال في الأزهار: ”كل بدعة سيئة ضلالة“. (۱/۳۳۷)
 ما في ”مرعاة المفاتيح“ : وقال النووي: ”البدعة كل شيء عمل على غير سابق؛ وفي
 الشرع: إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله ﷺ“. والمراد بالبدعة: ما أحدث في
 الدين ما لا أصل له في الشريعة يدل عليه، وأما ما كان له أصل من الشرع يدل عليه فليس
 ببدعة شرعاً، وإن كان بدعة لغة، وأما ما وقع في كلام السلف من استحسان بعض البدع
 فإنما ذلك في البدع اللغوية لا الشرعية، فالبدعة الشرعية كلها مذمومة لأنها موجبة
 للضلال والغواية“. (۱/۲۶۳، بحواله فتاوى عثمانی: ۱/۱۱۳)
 ما في ”كتاب التعريفات“: البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون
 ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي. (ص ۴۷)
 ما في ”الدر المختار مع الشامية“: ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ
 في علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل ديناً قوياً وصراطاً مستقيماً .
 (۲/۲۵۶، مطلب البدعة على خمسة أقسام)
 (۲) ما في ”القرآن الكريم“: ﴿وما تشاءون إلا أن يشاء الله أن الله كان عليماً حكيماً﴾ .
 (سورة الدهر: ۳۰). ﴿وما تشاءون إلا أن يشاء الله رب العلمين﴾ . (سورة التكويد: ۲۹)
 ما في ”الإبانة عن أصول الديانة“ : فأخبر تعالى: إنا لا نشاء شيئاً إلا قد شاء الله أن يشاء ه
 أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء الله كان، وما لم يشأ لم يكن. (ص/۱۲)
 ما في ”مشكوة المصابيح“ : عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ”لا عدوى ولا طيرة
 ولا هامة ولا صفر“. رواه البخاري. (ص/۳۹۱، باب الفأل والطيرة)
 ما في ”مرقاة المفاتيح“ : من اعتقد أن شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك
 أي شركاً جلياً. (۸/۳۹۸، تحت الرقم: ۴۵۸۷)
 ما في ”القول المفيد على كتاب التوحيد“ : وأما النوع الثاني فالشرك في الربوبية، فإن
 الرب سبحانه هو المالك المدبر المعطي المانع النافع الضار الخافض الرافع المعز المذل .
 فمن شهد أن المعطي أو المانع أو الضار أو النافع أو المعز أو المذل غيره فقد أشرك =

یومِ عاشورا میں مخصوص طرز پر چار رکعت نفل

مسئلہ (۸): طلبہ جامعہ کی طرف سے چسپاں کیے گئے جداری پرچوں میں سے ایک پرچہ ”البدن“ میں فضیلتِ یومِ عاشورا کے متعلق یوں تحریر ہے: ”حضور پُر نور، محمد عربی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ: ”جو شخص اس دن کا روزہ رکھے گا، اس کے ”اگلے پچھلے“ سارے گناہ اللہ کے فضل و کرم سے معاف کر دیئے جائیں گے۔“..... حالانکہ صحیح روایت یوں ہے: ”حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ ”یومِ عاشورا کے روزے کے ثواب کے بارے میں خدائے پاک سے امید رکھتا ہوں کہ اللہ اس کو گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے۔“^(۱) (جداری پرچے میں لفظ ”اگلے“ زائد ہے، جو کاتب کی زیادتی ہے) =

= بربوبیتہ قوله ﷺ لابن عباس رضي الله عنهما : ”واعلم أن الأمة لو اجتمعوا على أن ينفعوك لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك“ . فهذا يدل على أنه لا ينفع في الحقيقة إلا الله ولا يضر غيره . (۱۲/۱) ، تعريف التوحيد وأقسامه (۳) ما في ”البحر الرائق“ : الأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عن أصحابنا بالكتاب والسنة . (۱۰۵/۳) ، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير) ما في ”رد المحتار“ : الأفضل لمن يتصدق نفلًا أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء .

(۱۵۱/۳) ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنابة ، مطلب : في القراءة للमित وإهداء ثوابها له (فتاوى رحيمية : ۷۰/۲ ، ۷۱ ، فتاوى محمودية : ۲۷۶ ، ۲۷۷ ، بہار شریعت : ۲۱/۹ ، عرفان شریعت : ۱/۷۶-۷۷ ، فتاویٰ مولوی احمد رضا خان بریلوی ، مؤلفہ مولوی امجد علی قادری رضوی ، عرفان ہدایت : ص/۹ ، مولوی محمد عرفان رضوی بریلوی ، رسالہ محرم و تعزیر داری : حصہ دوم : ص/۵۹ ، ۶۰ ، مولوی محمد مصطفیٰ خان بریلوی) =

= اسی طرح اس پرچے میں مخصوص طرز پر چار رکعت نفل کا تذکرہ ہے کہ: ”جو شخص یومِ عاشورا کو چار رکعت نماز پڑھے، اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف کر دیتا ہے، اور اس کے لیے نور کا منبر بناتا ہے۔“ (۲)۔ یہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے، جسے ترک کرنا لازم ہے۔ (۳)

طلبہ کرام! یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ عاشورہ، یعنی ۱۰ محرم کے دن خصوصیت کے ساتھ کوئی خاص ذکر یا تسبیح یا طریقہ عبادت، مثلاً: مخصوص طرز پر چار رکعت نفل وغیرہ، قطعاً درست نہیں، کیوں کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام سے معتبر و مستند طریق پر منقول نہیں، لہذا کسی خاص طریقہ پر نفل نماز پڑھنا اور اسے باعثِ اجر و ثواب سمجھنا بدعت ہے، اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”جب کوئی قوم کسی بدعت کو رواج دیتی ہے، تو اسی کے مثل سنت اٹھالی جاتی ہے، اس لیے کسی سنت پر عمل کرنا احداث فی الدین یعنی بدعت سے بہتر ہے۔“ (۴)

تنبیہ: مذکورہ جداری پرچے میں مخصوص طرز پر چار رکعت نفل کا طریقہ، کتاب ”شامِ کربلا“ (مصنف: مولانا محمد شفیع اوکاڑوی قبلہ، ناشر مکتبہ جامِ نور دہلی، مطبع: زمزم آفسیٹ پریس دہلی) سے ماخوذ ہے، جس کے مضامین عقائد اہل سنت والجماعت سے متصادم ہیں، لہذا جداری پرچوں کے ایڈیٹرز و ذمہ دار اور مضمون نگار طلبہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معتبر و مستند کتابوں سے ہی مضمون نگاری کریں، اور جو بھی مضمون لکھیں، محقق و مدلل اور احادیث صحیحہ کی مباحث کے بعد ہی لکھیں!!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح مسلم “ : عن أبي قتادة مرفوعاً : ” صيام يوم عاشوراء احتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله “ . (۱ / ۳۶۷ ، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء الخ ، رقم : ۲۸۰۳ ، جامع الترمذي : ۱ / ۱۵۸ ، باب ما جاء في الحث على صوم يوم عاشوراء ، رقم : ۷۵۲ ، سنن ابن ماجه : ص / ۱۲۳ ، أبواب ما جاء في الصيام ، باب صيام يوم عاشوراء ، رقم : ۱۷۳۸ ، سنن أبي داود : ص / ۳۲۹ ، كتاب الصيام ، باب في صوم الدهر تطوعاً ، قديمي)

(۲) ما في ” نزہة المجالس ومنتخب الفرائس “ : وعنه صلی اللہ علیہ وسلم : ” من صلی يوم عاشوراء أربع ركعات يقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وقل هو الله أحد إحدى عشرة مرة غفر الله له ذنوب خمسين عاماً وبنى له منيراً من نور “ . (۱ / ۱۶۵ ، باب فضل صيام يوم عاشوراء وصيام أيام البيض ، عبد الرحمن بن عبد السلام الصفوري / الصفوي)

ما في ” شام کربلا “ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (جو عاشورے کے دن چار رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ ” قل هو اللہ احد “ پڑھے ، اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف کر دیتا ہے ، اور اس کے لیے نور کا منبر بناتا ہے۔ “ (شام کربلا : ص / ۲۸۸ ، فضیلت عاشوراء)

(۳) (فتاویٰ محمودیہ : ۳ / ۲۵۵ ، ۲۵۶ ، طبع کراچی ، ۳ / ۲۷۳ ، ۲۷۴)

(۴) ما في ” مشکوة المصابيح “ : عن غضيف بن الحارث الشمالي قال : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : ” ما أحدث قوم بدعة إلا رُفِعَ مثلها من السنة ؛ فتمسكُ بسنةٍ خيرٌ من إحداث بدعة “ . رواه أحمد . (ص / ۳۱ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الثالث ، قديمي)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : والأظهر أن مراده عليه الصلاة والسلام المبالغة في متابعته وأن سنته من حيث أنها سنة أفضل من بدعة ولو كانت مستحسنة مع قطع النظر عن كونها متعبدية أو قاصرة أو دائمة أو منقطعة ، ألا ترى أن ترك سنة أي سنة تكاسلها يوجب اللوم والعتاب ، وتركها استخفافاً يثبت العصيان والعقاب ، وإنكارها يجعل صاحبه مبتدعاً بلا ارتياب . والبدعة ولو كانت مستحسنة لا يترتب على تركها شيء من ذلك ، وأما جعل خير بغير معنى التفضيل فبعيد بل تحصيل حاصل معلوم عند المخاطبين فلا يكون فيه فائدة تامة ولا مبالغة كاملة والله اعلم . (رواه أحمد) قال ميرك : بسند جيد . (۱ / ۳۹۳ ، رقم : ۱۸۷ ،

الفصل الثالث) (فتاویٰ بنوریہ ، رقم الفتویٰ : ۳۶۲۸۵)

۱۱/ربیع الثانی کو غوثِ اعظم کے لیے ایصالِ ثواب

مسئلہ (۹): حضرت غوثِ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لیے ۱۱/ربیع الثانی کو گیارہویں کی رسم منائی جاتی ہے، ان کے نام پر کھانا تیار کیا جاتا ہے، اور اس پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اگر اس قسم کا کھانا پکانے والا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو نفع و نقصان کا مالک نہیں سمجھتا، تو اس کا کھانا حرام تو نہیں، مگر یہ فعل بدعت ہے، ایسا کھانا لینے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی جائے، تاکہ بدعت کی اشاعت اور تائید کا گناہ نہ ہو، اور اگر اس قسم کا کھانا پکانے والا شیخ رحمہ اللہ کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتا ہے، تو اس کا یہ فعل شرک ہے، اور شیخ رحمہ اللہ کے نام پر پکا یا گیا کھانا، کھانا - اور اس کا قبول کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مشكوة المصابيح“ : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ :
”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ . (ص/۲۷)

ما في ”التعريفات الفقهية للبركتي“ : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۲۰۳)

ما في ”الشمسية“ : وفي النزائية : ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى .

(۱۳۹/۳، كتاب الصلاة)

(احسن الفتاوى: ۱/۳۸۲، فتاوى رحيمية: ۲/۷۶)

عرس منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا

مسئلہ (۱۰): مروّجہ عرس میں بہت سے مشرکانہ افعال، بدعات اور بُرے اُمور، مثلاً: طوافِ قبور، قوالی، طبلہ بجانا وغیرہ، کا ارتکاب کیا جاتا ہے^(۱)، اس لیے یہ عرس بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہو گیا ہے، اس لیے ان عرسوں کو منعقد کرنا اور ان میں شرکت کرنا جائز نہیں، سخت گناہ ہے، اور وہاں جو دعوت اور کھانا پینا ہوتا ہے، وہ سب غیر اللہ کے نام کی نذر و منت کا ہوتا ہے، اس لیے اُس کو تبرُّک سمجھ کر کھانا اور تقسیم کرنا، ناجائز و حرام ہے^(۲)، اور ان چیزوں سے بچنا واجب ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المنقى على هامش الملتقى مع مجمع الأنهر “ : فما ظنك به عند الغناء الذي يسمون وجدًا ومجبة فإنه مكروه ، لا أصل له في الدين ، زاد في الجواهر : وما يفعله متصوفة زماننا حرام لا يجوز القصد والجلوس إليه ومن قبلهم لم يفعله .

(۲/۳۰۲ ، كتاب الكراهية)

ما في ” الفتاوى البزازية على هامش الهندية “ : استماع صوت الملاهي كالضرب بالقضيب ونحوه حرام . (۶/۳۵۹)

(۲) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام . [در مختار] وفي الشامية : قوله : (باطل وحرام) لوجوه : منها : انه نذر لمخلوق ، والنذر للمخلوق لا يجوز ؛ لأنه عبادة ، والعبادة لا تكون للمخلوق ومنها : انه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر .

(۳/۳۷۹ ، كتاب الصوم)

ما في ” البحر الرائق “ : وأما النذر الذي ينذره أكثر العوام على ما هو مشاهد كأن يكون =

تبلیغی جماعت کے سوسال مکمل، اب نیا مجدد، نئی جماعت

مسئلہ (۱۱): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ پاک ہر سوسال پر ایک مجدد پیدا کرتا ہے، تبلیغی جماعت کو بھی سوسال پورے ہونے کو ہے، تو اللہ تعالیٰ کسی نئے مجدد کو بھیج کر نیا کام دے گا، تو لوگ اس جماعت کو چھوڑ کر کسی اور جماعت میں چلے جائیں گے، اُن کی یہ بات اس حد تک تو صحیح ہے کہ ”ہر سوسال پر اللہ پاک نئے مجدد کو پیدا کرتا ہے“۔ جیسا کہ ابوداؤد شریف کی یہ حدیث: ”إِنَّ اللَّهَ يُبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا“ اس پر شاہد ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی کام پر سوسال گزر جائیں، تو یہ نیا مجدد امت کو کوئی نیا کام دے گا، اور امت اس کام کو کرے گی، بلکہ اس نئے مجدد کا کام حدیث پاک میں یہ بتلایا گیا کہ وہ دین میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو زائل کرے گا، اور اسلام کے رُخِ زیبا پر جو بدنماداغ آجاتے ہیں، وہ انہیں صاف کرے گا، جیسا کہ حدیث کے آخری جملے ”مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا“ سے ثابت ہوتا ہے^(۱)، لہذا اس طرح کی غلط باتیں کرنے اور انہیں عام کرنے سے بچنا چاہیے، کیوں کہ دین

=لإنسان غائب أو مريض أو له حاجة ضرورية فيأتي بعض الصالحاء فيجعل ستره على رأسه فيقول : يا سيدي ! إن رد غائب أو عوفي مريضى فلک من الذهب کذا فهذا النذر باطل بالإجماع لوجوه : منها : انه نذر مخلوق ، والنذر للمخلوق لا يجوز ؛ لأنه عبادة ومنها : إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاد ذلك كفر .

(۲/۵۲۰ ، کتاب الصوم) (فتاویٰ محمودیہ: ۳/۲۲۷)

اسلام آخری دین ہے^(۲)، قیامت تک باقی رہے گا، اور اس کے عقائد، عبادات اور احکام میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اور اس کے مطابق زندگی گزارنا ہی، دنیوی کامیابی اور اخروی سعادت کا ضامن ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي علقمة عن أبي هريرة فيما أعلم عن رسول الله ﷺ قال : ” إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها “ . (ص/ ۵۸۹ ، كتاب الملاحم ، باب ما يذكر في قرن المائة ، الرقم : ۴۲۹۰ ، مشكوة المصابيح : ص/ ۳۶ ، كتاب العلم ، الفصل الثاني ، الرقم : ۲۴۷ ، المستدرک على الصحيحين : ۵۲۲/۳ ، كتاب الفتن والملاحم ، ذكر بعض المجددين في هذه الأمة ، دار الكتب العربي بيروت)

ما في ” عون المعبود “ : (من يجدد لها دينها) أي يبين السنة من البدعة ويكثر العلم وينصر أهله ويكسر أهل البدعة ويذلهم ، قالوا : ولا يكون إلا عالما بالعلوم الدينية الظاهرة والباطنية ، وقال العلقمي في شرحه : معنى التجديد احياء ما اندرس من العمل بالكتاب والسنة والأمر بمقتضاها قال في مجالس الأبرار : والمراد من تجديد الدين للأمة احياء ما اندرس من العمل بالكتاب والسنة والأمر بمقتضاها ، وقال فيه : ولا يعلم ذلك المجدد إلا بغلبة الظن ممن عاصره من العلماء بقرائن أحواله ولا نتفاع بعلمه ، إذ المجدد للدين لا بد أن يكون عالما بالعلوم الدينية الظاهرة والباطنة ناصرًا للسنة ، قاعما للبدعة ، وأن يعم علمه أهل زمانه ، وإنما كان بالتجديد على رأس كل مائة سنة لانخрам العلماء فيه غالبا ، واندراس السنن وظهور البدع ، فيحتاج حينئذ إلى تجديد الدين ، فيأتي الله تعالى من الخلق بعوض من السلف إما واحدا أو متعددا فظهر أن المجدد لا يكون إلا من كان عالما بالعلوم الدينية ، ومع ذلك من كان عزمه وهمته آناء الليل والنهار احياء السنن ونشرها ونصر صاحبها وإماتة البدع ومحدثات الأمور ومحوها وكسر أهلها باللسان أو تصنيف الكتب والتدريس أو غير ذلك ، ومن لا يكون كذلك لا يكون مجددا البتة وإن كان عالما بالعلوم مشهورا بين الناس مرجعا لهم . (ص/ ۱۸۳۱ ، ۱۸۳۲ ، كتاب الملاحم ، تحت الرقم : ۴۲۹۰ =

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : والأظهر عندي والله اعلم أن المراد بمن يجدد ليس شخصاً واحداً بل المراد به جماعة يجدد كل أحد في فن أو فنون من العلوم الشرعية ما تيسر له من الأمور التقريرية أو التحريرية ، ويكون سبباً لبقائه وعدم اندراسه وانقضائه إلى أن يأتي أمر الله ، ولا شك أن هذا التجديد أمر إضافي ، لأن العلم كل سنة في التنزل كما أن الجهل كل عام في الترقى ... وبدل عليه ما في البخاري عن أنس مرفوعاً ” لا يأتي على امتي زمان إلا الذي بعده شر منه . الخ “ . (٢٦٢ / ١) ، كتاب العلم ، تحت الرقم : ٢٣٤ ، بذل المجهود : ٣٣٦ / ١٢ ، ٣٣٤ ، كتاب الملاحم ، تحت الرقم : ٣٢٩١)

(٢) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ ان الدين عند الله الاسلام ﴾ . (آل عمران : ١٩)

ما في ” التفسير المظهرى “ : (ان الدين) المرضى (عند الله) هو (الاسلام) قرأ الكسائي بفتح آن على أنه بدل الكل أن فسر الإسلام بالإيمان وبدل اشتمال إن فسر الإسلام بالشيعة المحمدية فإنه الدين المرضى عند الله في هذا الزمان بعد نسخ الأديان المنزلة من الله تعالى سابقاً . (٢٩ / ٢ ، آل عمران)

(٣) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً ﴾ . (سورة المائدة : ٣)

ما في ” روح المعاني “ : وعن ابن عباس والسدي أن المعنى اليوم اكملت لكم حدودي وفرائضي وحلالي وحرامي بتزليل ما أنزلت وبيان ما بينت لكم فلا زيادة في ذلك ولا نقصان منه بالنسخ بعد هذا اليوم ، وكان يوم عرفة عام حجة الوداع (ورضيت لكم الاسلام ديناً) أي اخترته لكم من بين الأديان وهو الدين عند الله تعالى لا غير ، وهو مقبول وعليه المدار . (٩٠ / ٣ ، ٩١ ، الجزء الثاني ، سورة المائدة)

ما في ” التفسير المظهرى “ : (اليوم اكملت لكم ديناً) بالتصيص على قواعد العقائد والتوقيف على أصول الشرائع من الفرائض والواجبات والسنن والآداب والحلال والحرام والمكروه وموجبات الفساد لماله وجود شرعي كالصلاة والصوم والبيع ونحوها وقوانين الاجتهاد فيما لا نص فيه . (سورة المائدة : ٣)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ٣٦٨٣٤)

جماعت میں نکلنا بدعت نہیں

مسئلہ (۱۲): تین دن، چالیس دن، یا سال کے لیے جماعت میں نکلنا بدعت نہیں ہے، کیوں کہ ان مخصوص مدتوں کے لیے جماعت میں نکلنے کا مقصود اصلی، دعوت و تبلیغ اور دین کا سیکھنا سکھانا ہے، اور یہ نظام بزرگوں کا بنایا ہوا ہے، جیسے مدرسوں میں داخلے، امتحان اور تعلیم کے لیے نظام بنائے گئے ہیں^(۱)، اور ان کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہے، جماعت کے اس نظام کے جواز کے لیے اتنی دلیل کافی ہے کہ وہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہیں ہے، بلکہ کلمہ طیبہ - لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ^(۲)، نماز^(۳)، علم^(۴)، ذکر^(۵)، اکرام مسلم^(۶)، تصحیح نیت^(۷)، دعوت و تبلیغ^(۸) اور ترکِ مالا یعنی، یعنی فضول باتوں اور کاموں کا ترک کرنا^(۹)، یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن کو سمجھنا، ان کی عملی مشق کرنا، اور دوسروں تک ان کو پہنچانا، اور اس کے لیے جہدِ مسلسل، محنت و مشقت کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے، اور ان کی طرف لوگوں کو دعوت دینا آپ ﷺ، حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور متبعِ سنت اکابر اولیاء سے قولاً و عملاً ثابت ہے، لہذا جماعت میں نکلنے کو بدعت کہنا جرأتِ بے جا اور جہالت و نادانی ہے، اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” المقاصد الشریعة “ : ان الوسيلة أو الذریعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۳۶)

(۲) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبک وللمؤمنین =

- = والمؤمنت ﴿﴾ . [سورة محمد : ۱۹] . ﴿﴾ محمد رسول الله ﴿﴾ . (سورة الفتح : ۲۹)
- ما في ” صحيح مسلم “ : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ” أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله “ . (۱ / ۳۷ ، كتاب الإيمان)
- (۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿﴾ واقموا الصلوة واتوا الزكوة ﴿﴾ . (سورة البقرة : ۴۳)
- (۴) ما في ” سنن الكبرى للبيهقي “ : قوله عليه السلام : ” طلب العلم فريضة على كل مسلم “ . (۲ / ۲۵۴ ، رقم الحديث : ۳۶۶۳ ، و ۲ / ۲۵۶ ، رقم الحديث : ۱۶۷۲ ، مشكوة المصابيح : ص / ۳۴ ، كتاب العلم ، الفصل الثاني)
- (۵) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿﴾ فاذكروني اذ كرم واشكروا لي ولا تكفرون ﴿﴾ . (سورة البقرة : ۱۵۲)
- (۶) ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي الدرداء رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : ” ما من شيء أثقل في الميزان من حُسن الخلق “ . (ص / ۲۶۱)
- (۷) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿﴾ وما أمرؤ الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين ﴿﴾ . (سورة البينة : ۵)
- (۸) ما في ” صحيح مسلم “ : عن أبي سعيد قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ” من رأى منكم منكرا فليغيره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه ، وذلك أضعف الإيمان “ . (۱ / ۵۱) (فتاوى محمودية : ۵ / ۶۶ ، ميراثه ، فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۴۳۰۲۹)
- (۹) ما في ” جمع الجوامع “ : قال النبي ﷺ : ” من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه “ . (۶ / ۳۹۳)

نماز کے بعد جائے نماز (مصلیٰ) فولڈ کر دینا

مسئلہ (۱۳): بعض لوگ نماز سے فارغ ہونے کے بعد، جائے نماز (مصلیٰ) کا کونہ فولڈ کر دیتے ہیں، یعنی پلٹ دیتے ہیں، اُن کا یہ عمل، اُن کی عادت سے متعلق ہے، اس کے فولڈ کرنے میں شرعاً نہ ثواب ہے، اور نہ ترک کرنے میں کوئی گناہ ہے۔^(۱)

رات یا دن میں ناخن کاٹنا

مسئلہ (۱۴): ناخن کاٹنے کے لیے شریعتِ مطہرہ میں رات یا دن کی کوئی تعیین نہیں ہے، جس وقت چاہے ناخن کاٹ سکتے ہیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية“ : وشرعاً : جاء في ”میزان الأصول“ : المباح ؛ ما استوى فعله وتركه في الشريعة . (۳/۲۰۲ ، حرف الميم ، المباح ، كتاب التعريفات للجرجاني : ص/ ۱۹۲ ، باب الميم) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۹۱۳۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ”مراقبة المفاتيح“ : ولم يثبت في قص الظفر يوم الخميس حديث بل كيفما احتاج إليه ، ولم يثبت في كفيته ولا في تعيين يوم له شيء .

(۲۷۲/۸ ، كتاب اللباس ، باب الترجل ، الفصل الأول ، تحت الرقم : ۴۴۲۰)

ما في ”الفتاوى الهندية“ : حكى أن هارون الرشيد سأل أبا يوسف رحمه الله تعالى عن قص الأظافر في الليل فقال : ينبغي ، فقال : ما الدليل على ذلك ؟ فقال : قوله عليه الصلاة والسلام : ”الخير لا يؤخر“ . كذا في الغرائب . (۳۵۸/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وقلم الأظافر الخ) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۲۱۸۵۳)

جمعرات کے دن مولیٰ خریدنا

مسئلہ (۱۵): بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعرات کے دن مولیٰ نہیں خریدنا چاہیے، کیوں کہ جمعرات کے دن روحوں کا نکلنا ہوتا ہے، اور مولیٰ سے بدبو آتی ہے، جب کہ روحوں کو بدبو نہیں آنی چاہیے، اُن کی یہ بات بے اصل اور غلط ہے، کیوں کہ جمعرات کے دن مولیٰ خریدنے کی ممانعت، مولیٰ حقیقی کے کلام اور آپ ﷺ کے ارشادات سے ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی یہ بات ثابت ہے کہ جمعرات کے دن روحوں نکلتی ہیں، کیوں کہ روحوں اگر مُنعم علیہ (نعمتوں میں) ہیں، تو انہیں دنیا میں آکر لپٹتے پھرنے کی کیا ضرورت ہے، اور اگر مُعذَّب (عذاب میں گرفتار) ہیں، تو فرشتگانِ عذاب کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، اس لیے اس طرح کے توہمات سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”سنن النسائی“ : عن کعب بن مالک کان یحدث عن رسول اللہ ﷺ قال :
”إنما نسمة المؤمن طائر فی شجر الجنة حتی یبعثه الله الی جسده یوم القیامة“ .

(۲۵۵/۱) ، کتاب الجنائز ، أرواح المؤمنین

ما فی ”مجمع الزوائد“ : عن أم هانئ أنها سألت رسول الله ﷺ : أنتزاور إذا متنا ویری بعضنا بعضاً؟ فقال رسول الله ﷺ : ”تكونُ النَّسَمُ طیراً تعلق بالشجر حتی إذا کان یوم القیامة دخلت کل نفس فی جسدها“ . (۵۴/۳) ، کتاب الجنائز ، باب فی الروح ، الرقم : ۳۹۳۴ ، مسند أحمد : ۵۳۲/۱۸ ، الرقم : ۲۷۲۶۰ ، من حدیث أم هانئ بنت أبی طالب رضی الله عنها

ما فی ”الروح لابن القیم“ : إن الأرواح قسمان : أرواح معذبة ، وأرواح منعمة ، فالمعذبة فی شغل بما هی فیہ من العذاب ، والأرواح المنعمة المرسله غیر المحبوسة تتلاقی =

کائنات کے ہر ذرہ پر ”وحدہ لا شریک لہ“ کی ملکیت

مسئلہ (۱۶): آج کل اخبار اور واٹس ایپ وغیرہ پر ایسی چیزوں کی تصویریں شائع اور شیئر کی جا رہی ہیں، جن پر قدرتی طور پر لفظ ”اللہ“ یا ”محمد“ لکھا ہوا نظر آتا ہے، اگر یہ واقعہ حقیقہ ہو، تو اس سے اہل ایمان کے ایمان میں تازگی و پختگی، اور آپ ﷺ کی اتباع و پیروی کے جذبات پیدا ہونے چاہیے، کیوں کہ ان کا ایمان ہے کہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ”وحدہ لا شریک لہ“ کی ملکیت ہے^(۱)، اور آپ ﷺ کی اتباع کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہے^(۲)، اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر ہر طرح کا تصرف^(۳) اور اپنی قدرت کے عجائب ظاہر کر سکتا ہے^(۴)، اس لیے اس طرح کی چیزیں اس کی کھلی نشانیاں ہیں، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سی مرتبہ خیال جمانے سے ”اللہ“ یا ”محمد“ لکھا ہوا نظر آتا ہے، حقیقہ لکھا ہوا نہیں ہوتا، نیز اسلام و کفر کا مدار ان چیزوں پر نہیں ہے^(۵)، اس لیے اس چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اپنے ایمان کی حفاظت اور اعمالِ صالحہ کی فکر میں لگے رہنا چاہیے۔

= وتتزاوور وتتذاکر ما کان منها فی الدنیا وما یکون من اهل الدنیا . (ص/ ۲۰، المسألة الثانية وهي أن أرواح الموتی هل تتلاقی وتتزاوور وتتذاکر أم لا؟) (اشرف الجواب: ج/ ۱۳۶، ۱۳۷، مردوں کی روح دنیا میں واپس نہیں آتی، دارالاشاعت کراچی، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۷۱۳۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ . (آل عمران : ۱۰۹)

(۲) ما فی ” کنز العمال “ : عن ابن عمرو عن النبی ﷺ قال : ” لا یؤمن أحدکم حتی =

لمبی عمر کی نیک فال لینا

مسئلہ (۱۷): مجلس میں کسی غیر موجود شخص کا ذکر ہو رہا ہو، اور وہ اسی وقت مجلس میں آجائے، تو لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس کی عمر لمبی ہوگی، شرعاً یہ نیک فال لینا ہے، جو ممنوع نہیں ہے^(۱)، مگر یہ اعتقاد کر لینا، اور وہ بھی جزماً و یقیناً کہ اس کی عمر بڑھے گی ہی، یہ ایک طرح کی زیادتی اور مفضی الیٰ علیم الغیب ہے، جو جائز نہیں۔^(۲)

= یكون هواه متبعاً لما جئت به“ . (۱۲۱/۱، الرقم: ۱۰۸۰)

(۳) ما في ”البيضاوي“ : والمالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء . (ص/۷)

(۴) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿سنريهم آياتنا في الأفاق وفي انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق﴾ . (سورة حم السجدة: ۵۳)

ما في ”روح المعاني“ : وقال عطاء وابن زيد : ان معنى ”سنريهم آياتنا في الأفاق“ أي أقطار السماء والأرض من الشمس والقمر وسائر الكواكب والرياح والجمال الشامخة وغير ذلك ، وفي انفسهم من لطيف الصنعة وبديع الحكمة وضعف ذلك الإمام بنحو ما سمعت آنفا ، وأجيب بأن القوم وإن كانوا قد رأوا تلك الآيات إلا أن العجائب التي أودعها الله تعالى فيها مما لا نهاية لها فهو سبحانه يطلعهم عليها زمانا قريبا حالا فحالا ، فإن كل أحد يشاهد بنية الإنسان إلا أن العجائب المودعة في تركيبها لا تحصى ، وأكثر الناس غافلون عنها فمن حمل على التفكير فيها بالقوارع التنزيلية والتشبيهات الالهية كلما ازداد تفكرا ازداد وقوفا . (۱۲، ۱۱/۱۳، سورة حم السجدة)

(۵) ما في ”مشكوة المصابيح“ : وعن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : ”بني الإسلام على خمس ؛ شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمدا عبده ورسوله وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة والحج وصوم رمضان“ . متفق عليه . (ص/۱۲ ، كتاب الإيمان)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۶۳۱۸=)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”سنن أبي داود“ : عن أبي وهب الجثمي وكانت له صحبة قال : قال رسول الله ﷺ : ” تسموا بأسماء الأنبياء وأحب الأسماء إلى الله تعالى عبد الله وعبد الرحمن ، وأصدقها حارث وهمام ، وأقبحها ومرة“ .

(ص/ ٦٤٦، ٦٤٤ ، كتاب الأدب ، باب في تغيير الأسماء)

ما في ” حاشية سنن أبي داود “ : قال المحشي رحمه الله : قوله : ” ومرة “ لما فيها من المرارة والشناعة ، وكان ﷺ يحب الفال الحسن والإسم الحسن . كذا في مرقاة الصعود . (ص/ ٦٤٤ ، رقم الحاشية : ١)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن أنس بن مالك عن النبي ﷺ قال : ” لا عدوى ولا طيرة ، ويعجنني الفأل ، قالوا : وما الفال ؟ قال : الكلمة الطيبة “ .

(٢/ ٨٥٩ ، كتاب الطب ، باب لا عدوى ، قديمي ، صحيح مسلم : ٢/ ٢٣١ ، كتاب السلام ، باب الطيرة والفال وما يكون فيه الشوم)

ما في ” صحيح مسلم “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا عدوى ولا هامة ولا طيرة وأحب الفال الصالح “ .

(٢/ ٢٣١ ، كتاب السلام ، باب الطيرة والفال وما يكون فيه الشوم)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة قال : قال النبي ﷺ : ” لا طيرة وخيرها الفال ، قال : وما الفال يا رسول الله ؟ قال : الكلمة الصالحة يسمعونها أحدكم “ .

(٢/ ٨٥٦ ، كتاب الطب ، باب الفال)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : التفاؤل مباح بل حسن إذا كان متعينا للخير كأن يسمع المريض يا سالم ! فيشرح لذلك صدره ، ولا خلاف بين الفقهاء في جواز التفاؤل بالكلمة الحسنة من غير قصد ، كأن يسمع المريض يا سالم أو يسمع طالب الضالة يا واجد ، فتستريح نفسه لذلك . (١٣/ ٤٤ ، تفاؤل ، حكمه التكليفي ، رد المحتار : ٣/ ٢٢٣ ، ٢٢٥ ،

كتاب الصلاة ، باب العيدين ، مطلب في الفأل والطيرة ، بيروت)

(٢) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو﴾ . (سورة =

جادو کی حقیقت اور اس کے برحق ہونے کا مطلب

مسئلہ (۱۸): بعض کمزور عقیدے کے جہلاء یہ خیال کرتے ہیں کہ فلاں ساحر یا ڈائن، یعنی جادو گرنی نے ہمارے بچہ یا بیوی وغیرہ کو مار ڈالا، یا بیمار کر دیا، نیز یہ بھی مشہور ہے کہ جادو برحق ہے، یعنی جادو گروں میں یہ طاقت ہے کہ وہ آدمی کو مار سکتے ہیں، یا بیمار کر سکتے ہیں، جب کہ اُن کا یہ عقیدہ سراسر غلط اور جہالت ہے، فاعل حقیقی اللہ کی ذات ہے، اس کے حکم کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا، مخلوق میں سے جو کوئی، جو کچھ کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور حکم سے ہوتا ہے، البتہ یہ چیزیں (جادو، سحر) کبھی اسبابِ امراض و ہلاکت ہو جاتی ہیں، نیز جادو کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ - جادو کی تاثیر ہوتی ہے - خود آں حضرت ﷺ پر جادو کا اثر ہوا، مگر بہ حکم خداوندی سورہ فلق اور سورہ ناس کے ذریعے سے وہ زائل ہو گیا^(۱)، اور یہ اثر جادو میں اللہ تعالیٰ ہی نے رکھا ہے، لہذا جادو کو موثر حقیقی نہیں کہا جاسکتا، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کرنے کی قوت دی ہے، اور اس کو مہلت بھی دی ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کرے، مگر

= (الأنعام: ۵۹)

ما فی ” التفسیر المظہری “ : والمراد بالغیب ما لم یوجد بعد کأخبار المعاد ومن هذا القبیل أن المطر هل ینزل أو لا ومتی ینزل ومنه ما تکسب نفس غدا وأنه بأرض تموت أو وجد ولم یظہر اللہ تعالیٰ علی أحد ، ومنه ما فی الأرحام قلت : ولیست خزائن الغیب منحصرہ فی الخمس المذكورہ بل کل ما لم یوجد أو لم یظہر بعد . (سورۃ الأنعام) =

یہ قوت و طاقت اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے، لہذا مسلمانوں کو اس طرح کے باطل عقائد و گمراہ خیالات سے اجتر از کرنا چاہیے، اور اللہ کی ذات پر مکمل اعتماد و بھروسہ اور یقین رکھنا چاہیے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”تفسير النسفي“ : روي : أنه صلی اللہ علیہ وسلم سحر فمرض ، فجاءه ملكان وهو قائم فقال أحدهما لصاحبه : ما باله ؟ فقال : طُبَّ ، قال : ومن طَبَّه ؟ قال : لبيد بن أعصم اليهودي ، قال : وبم طَبَّه ؟ قال : بمشطٍ ومشاطةٍ في جُفِّ طلعةٍ ، تحت راعوفةٍ في بئر ذي أروان ، فانتبه صلی اللہ علیہ وسلم ، فبعث زبيرا وعليا وعمارا - رضي الله عنهم - فنزحوا ماء البئر وأخرجوا الجفَّ فإذا فيه مشاطة رأسه ، وأسنان من مشطه ، وإذا فيه وتر معقَد فيه إحدى عشرة عقدة مغروزة بالإبر ، فنزلت هاتان السورتان ، فكلمنا قرأ جبريل آية انحلت عقدة ، حتى قام صلی اللہ علیہ وسلم عند انحلال العقدة الأخيرة ، كأنما نشط من عقال ، وجعل جبريل يقول : باسم الله أرقيك ، والله يشفيك من كل داء يؤذيك ، ولهذا جوّزوا الاسترقاء بما كان من كتاب الله وكلام رسوله صلی اللہ علیہ وسلم ، لا بما كان بالسريانية والعبرانية والهندية ، فإنه لا يحل اعتقاده والاعتماد عليه. (۴۰۰/۳ ، ۴۰۱ ، سورة الناس)

ما في ”مرقاة المفاتيح“ : إن يهوديا سحر النبي صلی اللہ علیہ وسلم في إحدى عشرة عقدة في وتر دسه في بئر فمرض النبي صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت المعوذتان وأخبره جبرئيل عليه السلام بموضع السحر ، فأرسل عليا رضي الله عنه ، فجاء به فقرأهما عليه فكان كلما قرأ آية انحلت عقدة ووجد بعض الخفة .

(۳۲/۱۱ ، كتاب الفضائل والشمائل ، باب في المعجزات ، تحت الرقم : ۵۸۹۳)

(۲) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿قل لن يصيبنا إلا ما كتب الله لنا هو مولينا وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في ”روح المعاني“ : أي لن يصيبنا إلا ما خط الله لأجلنا في اللوح . فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۶) =

امراض کے متعدی ہونے کا مطلب

مسئلہ (۱۹): عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بعض بیماریاں مثلاً: کھجلی، چچک، آشوبِ چشم (آنکھ دکھنا)، اور آب و ہوا کی تبدیلی سے جو بیماری لاحق ہوتی ہے، نیز ہیضہ (کالرا-Cholera) وغیرہ متعدی ہوتی ہیں، کسی ایک کو اگر ہو جائے، تو اس کی مجاسّت و مخاططت سے دوسرے کو بھی ہو جاتی ہے، اُن کا یہ خیال غلط اور بے بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بیماری کسی کو نہیں لگ سکتی، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لا عدوی“۔ چھوت، یعنی کسی بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا^(۱)، اس لیے مسلمان کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بیماری لاحق نہیں ہوتی، وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ رب العلمین^(۲)۔ تاہم انسان کمزور صفت و کمزور عقیدہ واقع ہوا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انسانی طبیعت اور اس کی فطرت کا خیال رکھتے ہوئے اسے حکم دیا ہے کہ ”مجزوم یعنی کوڑھ کے مریض سے اس طرح بھاگو جس

= ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ﴾ . (سورة الدهر : ۳۰) . ﴿وما تشاء ون الا ان یشاء اللہ رب العلمین﴾ . (سورة التکویر : ۲۹)

ما فی ”الإبانة عن أصول الديانة“ : أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء الله كان ، وما لم يشأ لم يكن ، ورداً لقول الله عز وجل : ﴿وما تشاء ون إلا أن یشاء اللہ﴾ . (ص ۱۲)

ما فی ”مرفاة المفاتیح“ : من اعتقد أن شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك أي شركاً جلياً . (۳۹۸/۸ ، تحت رقم : ۳۵۸۷) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۱۳/۱۸، ایمان کا بیان) =

طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔“ (۳)

اس حکم کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ انسان کا ایمان کمزور نہ ہو جائے، اور توحید کے سلسلے میں وہ شک میں مبتلا نہ ہو جائے، یعنی کمزور عقیدے والا، خارش زدہ، یا کوڑھ کے مریض کے ساتھ رہتے ہوئے اگر اس بیماری میں مبتلا ہو جائے گا، تو کہے گا کہ کھجلی اور کوڑھ والے کی صحبت کی وجہ سے مجھے بھی بیماری لگ گئی، اسی طرح طاعون و پلگ کی بیماری کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ۔ ”جس شہر میں طاعون پھوٹ پڑا ہو، وہاں مت جاؤ، اور اگر پہلے سے اس شہر میں ہوں، تو وہاں سے باہر نہ جاؤ“ (۴)، کیوں کہ شہر میں جانے سے اگر وہ بیماری بہ تقدیر الہی لاحق ہوگئی، تو کمزور ایمان والا سمجھے گا کہ فلاں شخص شہر میں آیا، تو اس کی وجہ سے بیماری لگ گئی، لہذا آپ ﷺ نے عقیدے کی خرابی سے بچانے کے لیے سدّ باب کے طور پر اُس شہر میں جانے سے ہی منع فرما دیا۔ (۵)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أنس بن مالك عن النبي ﷺ قال : ” لا عدوى ولا طيرة ، ويعجبني الفأل ، قالوا : وما الفأل ؟ قال : الكلمة الطيبة “ .

(۲/ ۸۵۹ ، كتاب الطب ، باب لا عدوى ، قديمي)

ما في ” صحيح مسلم “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا عدوى ولا هامة ولا طيرة وأحب الفأل الصالح “ .

(۲/ ۲۳۱ ، كتاب السلام ، باب الطيرة والفأل وما يكون فيه الشوم)

ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا عدوى =

- = ولا طيرة ولا هامة ولا صفر . رواه البخاري . (ص / ۳۹۱ ، باب الفال والطيرة)
- (۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وما تشاءون إلا أن يشاء الله أن الله كان عليهما حكيمًا ﴾ .
 (سورة الدهر : ۳۰) . ﴿ وما تشاءون إلا أن يشاء الله رب العلمين ﴾ . (سورة التكوير : ۲۹) .
 ﴿ قل لا أملك لنفسي ضرا ولا نفعا الا ما شاء الله ﴾ . (سورة هود : ۴۸)
- ما في ” التفسير المظهری “ : فإنه رب كل شيء وخالق كل شيء من الأعيان والأعراض وأفعال العباد وغير ذلك . اهـ . (۱۰ / ۱۸۳ ، سورة التكوير : ۲۹)
- ما في ” مرآة المفاتيح “ : من اعتقد أن شيئاً سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك أي شركاً جلياً . (۸ / ۳۹۸ ، تحت الرقم : ۴۵۸۷)
- ما في ” الإبانة عن أصول الديانة “ : فأخبر تعالى : إنا لا نشاء شيئاً إلا قد شاء الله أن يشاء ه أجمع عليه المسلمون من أن ما شاء الله كان ، وما لم يشأ لم يكن . (ص / ۱۲)
- ما في ” القول المفيد على كتاب التوحيد “ : وأما النوع الثاني فالشرك في الربوبية ، فإن الرب سبحانه هو المالك المدبر المعطي المانع النافع الضار الخافض الرافع المعز المذل . فمن شهد أن المعطي أو المانع أو الضار أو النافع أو المعز أو المذل غيره فقد أشرك بربوبيته قوله صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس رضي الله عنهما : ” واعلم أن الأمة لو اجتمعوا على أن ينفعوك لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك “ . فهذا يدل على أنه لا ينفع في الحقيقة إلا الله ولا يضر غيره ه . (۱ / ۱۲ ، تعريف التوحيد وأقسامه)
- (۳) ما في ” صحيح البخاري “ : حدثنا سعيد بن ميناء قال : سمعت أبا هريرة يقول : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : ” لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر ، وفرٌّ من المجنوم كما فرّ من الأسد “ . (ص / ۴۸۸ ، كتاب الطب ، باب الجذام ، الرقم : ۵۷۰ ، دار السلام الرياض)
- (۴) ما في ” صحيح البخاري “ : حدثنا حفص بن عمر : حدثنا شعبة قال : أخبرني حبيب بن أبي ثابت قال : سمعت إبراهيم بن سعد قال : سمعت أسامة بن زيد يحدث سعدا ، عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال : ” إذا سمعتم بالطّاعون بأرض فلا تدخلوها ، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها “ . (وفيه عن عبد الرحمن بن عوف) : سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول : ” إذا سمعتم به بأرض فلا تقدّموا عليه ، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فراراً منه “ – الحديث =

= (ص/ ۳۸۹، ۳۹۰، کتاب الطب، باب ما یذکر فی الطاعون، الرقم: ۵۷۲۸، ۵۷۲۹، ۵۷۳۰، دار السلام الرياض)

(۵) ما في ”عمدة القاري“ : قوله : ” لا عدوى “ – هي اسم من الإعداء كالعوى والبقوى من الإرعاء والإبقاء ، يقال : أعداه الداء يعديه إعداء وهو أن يصيبه مثل ما بصاحب الداء ، وكانوا يظنون أن المرض بنفسه يعدي فأعلمهم النبي ﷺ أن الأمر ليس كذلك ، وإنما الله عز وجل هو الذي يمرض وينزل الداء ، ولهذا قال : فمن أعدى الأول ؟ أي : من أين صار فيه الجرب ؟ اهـ . (۳۶۸/۲۱ ، كتاب الطب ، باب الجذام ، تحت الرقم : ۵۷۰۷)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : إن المراد بنفي العدوى أن شيئاً لا يُعدى بطبعه نفيًا لما كانت الجاهلية تعتقده أن الأمراض تُعدي بطبعها من غير إضافة إلى الله تعالى فأبطل النبي ﷺ اعتقادهم ذلك ، وأكل مع المجذوم ليبين لهم أن الله هو الذي يُمرض ويشفي ، ونهاهم عن الدنونه ليبين لهم أن هذا من الأسباب التي أجرى الله العادة بأنها تُفضي إلى مسبباتها ، ففي نهيه إثبات الأسباب ، وفي فعله إشارة إلى أنها لا تستقل ، بل الله هو الذي إن شاء سلبها قواها فلا تؤثر شيئاً وإن شاء أبقاها فأثرت ، وعلى هذا جرى أكثر الشافعية . ويُحتمل أيضاً أن يكون أكله مع المجذوم أنه كان به أمر يسير لا يُعدي مثله في العادة ، إذ ليس الجذمي كلهم سواء ولا تحصل العدوى من جميعهم . ۵ – العمل بنفي العدوى أصلاً ورأساً وحمل الأمر بالمجانبة على حسم المادة ، وسد الذريعة لنا لا يحدث للمخالط شيء من ذلك فيظن أنه بسبب المخالطة فيثبت العدوى التي نفاها الشارع .

(۱۳۲/۱۵ ، جذام ، اختلاط المجذوم بالناس)

قرآنیات

قرآن کریم سے متعلق مسائل

قرآن پاک کو عربی زبان و عربی لہجے میں پڑھنا

مسئلہ (۲۰): قرآن پاک چوں کہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے^(۱)، اس لیے قرآن پاک کو عربی زبان میں، عربی لہجے میں پڑھنا ضروری ہے^(۲)، عربی زبان کے علاوہ محض انگلش، ہندی، مراٹھی، گجراتی یا کسی اور زبان میں قرآن پاک پڑھنا جائز نہیں ہے^(۳)، اسی طرح متن قرآن کے بغیر کسی بھی زبان میں تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت ناجائز ہے، اس لیے اسے خریدنا، تقسیم کرنا، اور ہدیہ کرنا درست نہیں ہے^(۴)، ہاں! اصل متن عربی کے ساتھ انگلش یا کسی اور زبان میں قرآن کریم کی مستند تفسیر و ترجمہ کو شائع کرنا جائز ہے، اس لیے اس کا خریدنا، تقسیم کرنا اور ہدیہ کرنا بھی جائز و درست ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿نزل به الروح الامين على قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربي مبين﴾ . (سورة الشعراء : ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵)

(۲) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن حذيفة قال : قال رسول الله ﷺ : ” اقرؤوا القرآن بلحون العرب وأصواتها ، وإياكم ولحون أهل العشق ولحون أهل الكتابين “ الحديث .

(ص/ ۱۹۱، كتاب فضائل القرآن ، الفصل الثالث)

(۳) ما في ” فتح القدير “ : وفيه : إن اعتاد القراءة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها =

عربی زبان کے علاوہ زبان میں قرآن کریم کی طباعت

مسئلہ (۲۱): قرآن کریم کی طباعت عربی زبان کے علاوہ صوبائی زبان میں، مثلاً؛ ہندی، مراٹھی، گجراتی وغیرہ میں کرنا یا لکھنا، باجماع امت حرام و ناجائز ہے، اور مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر تحریف قرآن کے حکم میں ہے:

۱- ایسا کرنا مصاحف عثمانی کے رسم الخط کی تبدیل و تغیر ہے، جو باجماع امت حرام ہے۔^(۱)

۲- صوبائی زبان؛ ہندی، مراٹھی، گجراتی وغیرہ میں بہت سے ایسے حروف موجود نہیں، جو قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں، مثلاً - ”ذ، ز، ض، ظ، الف، ع“ - ان سب حروف کو مذکورہ زبانوں میں الگ الگ نقش اور تلفظ کے ساتھ نہیں ادا کیا جاتا، بلکہ ایک ہی نقش کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے، حالانکہ ان حروف کے تلفظ کے بدلنے سے عربی میں معانی بدل جاتے ہیں، اور ایسا کرنا قرآن مجید کی کھلی تحریف ہے۔

۳- اگر صوبائی زبان میں حرکات؛ زبر، زیر و پیش کو بہ شکل حروف لکھا جائے، تو یہ ایک اور تحریف ہے۔

=يمنع وإن فعل في آية أو آيتين لا ، فإن كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز .

(۱/۱) ۲۹۱ ، کتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، بیروت

(۲) ما في ”رد المحتار“ : وما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (۲۲۶/۹) ، کتاب الحظر

والإباحة ، قبیل فصل في اللبس ، دار الكتاب دیوبند ، ۵/۲۲۳ ، مکتبہ نعمانیہ

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۰۷۰۸) =

۴- نیز اس میں عجم کے کفار کے ساتھ مشابہت بھی ہے، کیوں کہ یہ ان کا مخصوص رسم الخط ہے۔

۵- نیز اکثر علاقائی زبانوں کی شروعات بائیں جانب سے ہوتی ہے، بنا بریں قرآن پاک کی شروعات بھی بائیں جانب سے ہوگی، جو کہ خلاف سنت و خلاف ادب ہے، کیوں کہ دائیں جانب سے کام کی شروعات کرنا پسندیدہ اور مسنون ہے۔^(۲)

اس لیے جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ عربی سیکھیں، اور عربی ہی میں قرآن مجید کی تلاوت کریں!

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في "الإتقان في علوم القرآن" : وقال أشهب : سئل مالك : هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء ؟ فقال : لا ، إلا على الكتابة الأولى ، رواه الداني في المقنع ، ثم قال : ولا مخالف له من علماء الأمة وقال الإمام أحمد : يحرم مخالفة مصحف الإمام في واو أو ياء أو ألف أو غير ذلك . وقال البيهقي في شعب الإيمان : من يكتب مصحفا فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبوا به هذه المصاحف ، ولا يخالفهم فيه ، ولا يغير مما كتبوه شيئا ، فإنهم كانوا أكثر علما وأدق قلبا ولسانا ، وأعظم أمانة منا ، فلا ينبغي أن نظن بأنفسنا استدرأكا عليهم .

(۲/۳۳۸، ۳۲۹، النوع السادس والسبعون في مرسوم الخط وآداب كتابته)

ما في "مناهل العرفان في علوم القرآن" : وقال الإمام أحمد بن حنبل : تحرم مخالفة خط مصحف عثمان في واو أو ألف أو ياء أو غير ذلك وجاء في المحيط البرهاني في فقه الحنفية ما نصه : "إنه ينبغي ألا يكتب المصحف بغير الرسم العثماني" . وقال العلامة نظام الدين النيسابوري ما نصه : "وقال جماعة من الأئمة إن الواجب على القراء والعلماء =

= وأهل الكتابة أن يتبعوا هذا الرسم في خط المصحف ، فإنه رسم زيد بن ثابت ، وكان أمين رسول الله ﷺ و كاتب وحيه “ .

(۱/ ۳۷۹ ، ۳۸۰ ، هل رسم المصحف توقيفي ، أقوال العلماء في التزام الرسم العثماني) وفيه أيضاً : (رابعا) ان مصطلح الخط والكتابة في عصرنا ، عرضة للتغيير والتبديل ، ومن المبالغة في قدااسة القرآن حمايته من التغيير والتبديل في رسمه .

(۱/ ۳۹۸ ، شبهة على التزام الرسم العثماني في هذا العصر) ما في ” رد المحتار “ : في الفتح عن الكافي : إن اعتاد القراءة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع ، وإن فعل في آية أو آيتين لا . (۲/ ۱۸۷) ، باب صفة الصلاة ، مطلب في بيان المتواتر بالشاذ ، فتح القدير : ۱/ ۲۹۱ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة

ما في ” الفتاوى الهندية “ : وينبغي لمن أراد كتابة القرآن أن يكتبه بأحسن خط كما هو مصحف الإمام عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه . كذا في القنية .

(۵/ ۳۲۳ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شيء من القرآن الخ)

ما في ” أصول الفقه الإسلامي للزحيلي “ : فإن تغيير سورة أو آية بألفاظ عربية مرادفة لألفاظ القرآن لا يعد قرآنا مهما كان مطابقا للمفسر في دلالته لأن القرآن عربي خاص نزل من عند الله سبحانه . (۱/ ۴۲۳) ، مكتبته وشيديه كوئته ، بحواله آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۴/ ۴۶۴ ، جدید)

(۲) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن عائشة قالت : كان النبي ﷺ يحبّ التيامن ما استطاع في شأنه كله ؛ في طهوره وترجله وتنعله “ . متفق عليه .

(ص/ ۴۶ ، كتاب الطهارة ، باب سنن الوضوء ، الفصل الأول)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۲۱۲۲، فتاویٰ محمودیہ: ۷/ ۲۱۴-۲۲۳، میرٹھ، آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۴/ ۴۶۴، ۴۶۴، جدید، جواہر الفقہ: ۱/ ۷۱-۹۴، قرآن کریم کا رسم الخط اور اس کے احکام)

موبائل ولیپ ٹاپ سے آیت قرآن ڈیلیٹ کرنا

مسئلہ (۲۲): آج کل موبائل اور لیپ ٹاپ میں قرآن کریم کی آیات یا سورت، لوگ پڑھنے کی نیت سے رکھتے ہیں، اور اپنے دوستوں کو ثواب کی نیت سے شیئر (Share) بھی کرتے ہیں، لیکن موبائل یا لیپ ٹاپ میں وائرس آنے، یا موبائل میں جگہ نہ ہونے پر سارا ڈاٹا (Data) ڈیلیٹ (Delete) کرنا پڑتا ہے، جس کے متعلق لوگوں میں یہ افواہ عام ہو رہی ہے کہ اس فعل یعنی ڈیلیٹ کرنے سے آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، ان کی یہ بات درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ضرورۃً موبائل یا لیپ ٹاپ میں موجود قرآن کریم کی آیات یا سورت کا ڈیلیٹ کرنا جائز و درست ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبي ﷺ يجوز محوه ليلفّ فيه شيء . (۵۵۵/۹) ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو كان فيه اسم الله تعالى أو اسم النبي صلى الله عليه وآله وسلم يجوز محوه ليلفّ فيه شيء . كذا في القنية . ولو محّا كتب فيه القرآن واستعمله في أمر الدنيا يجوز . (۳۲۲/۵) ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شيء من القرآن الخ

ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : وفي مسائل الملتقط : ورسائل تستغنى عنها وفيها اسم الله تعالى يمحي ثم يلقي في الماء الكثير . (۶۹/۱۸) ، كتاب الكراهية ، الفصل الخامس في المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شيء من القرآن

(فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۵۰۵۹)

ٹیلیٹ پر قرآن کریم کی تلاوت اور اسلامی کتابیں پڑھنا

مسئلہ (۲۳): قرآن کریم کی تلاوت اور اسلامی کتابوں کے پڑھنے کے لیے ٹیلیٹ (لیپ ٹاپ) کا استعمال جائز ہے، البتہ اُس میں اسلامی اور دینی کتابوں کے ساتھ گندی و ناجائز چیزیں نہ رکھی جائیں، کیوں کہ یہ ناجائز ہے، اور اس میں دینی کتابوں کی بے حرمتی بھی ہے۔^(۱)

اگر ٹیلیٹ کی اسکرین پر قرآن کریم کھلا ہوا ہو، تو بلا وضو یا ناپاکی کی حالت میں اسکرین پر ہاتھ لگانا، یا ٹیلیٹ کو چھونا جائز نہیں ہوگا^(۲)، اور اگر اسکرین پر قرآن کریم کھلا نہ ہو، بلکہ کوئی دینی کتاب ہو، یا اسکرین پر کچھ نہ ہو، تو بلا وضو یا ناپاکی کی حالت میں اسے چھو سکتے ہیں، البتہ بہتر نہیں ہے^(۳)، اگر اسکرین پر کھلی ہوئی کتاب میں کوئی قرآنی آیت ہے، تو بلا وضو یا ناپاکی کی حالت میں اس آیت پر ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : قوله تعالى : ﴿ ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ﴾ . (سورة لقمان : ۶)

ما في ” الشامية “ : وجاء في التفسير أن المراد الغناء قلت : وفي التاتارخانية عن العيون : إن كان سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء .

(۲/۹، ۵۰۲، ۵۰۳ ، كتاب الحظر والإباحة)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : قلت : وفي البزازیة : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام ، لقوله عليه الصلاة والسلام : ” استماع الملاهي معصية والجلوس =

=علیها فسق ، والتلذذ بها كفر“ . أي بالنعمة . الخ . در مختار .

(۵۰۳/۹ ، كتاب الحظر والإباحة)

(۲) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿ لا یمسّه إلا المطهرون ﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)

ما فی ” أحكام القرآن لظفر أحمد التهانوی “ : إن المراد به المطهرون من الأحداث ، وهم المكلفون من الآدميين لما روى أنس بن مالك في حديث إسلام عمر قال لأخته : أعطوني الكتاب الذي كنتم تقرأون ، فقالت : إنك رجس إنه لا یمسه إلا المطهرون ، فقم واغتسل أو توضأ ولذا ذهب الجمهور إلى أنه لا يجوز للمحدث مس المصحف إلا بواسطة شيء منفصل عنه . (۱۰/۵)

ما فی ” أحكام القرآن شفیعی “ : وجه الاستدلال بالآية أن المراد بالمطهرين هم المطهرون من الأحداث ، ويؤيد هذا أن الكلام مسوق لتعظيم القرآن وهذا شرط لمس نقوشه وأوراقه . (۱۰/۵)

ما فی ” الفتاوى الهندية “ : لا يجوز مس شيء مكتوب فيه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أو غير ذلك إذا كان آية تامة . هكذا في الجوهرة النيرة . والصحيح منع مس حواشي المصحف والبياض الذي لا كتابة عليه . هكذا في التبيين . (۳۹/۱ ، بدائع الصنائع : ۱۲۱/۱ ، كتاب الطهارة ، مطلب في مس القرآن ، مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوي ص/۳۳ ، كتاب الطهارة ، الدر المختار مع الشامية : ۲۸۲/۱ ، كتاب الطهارة)

ما فی ” الدر المختار مع الشامية “ : وقراءة قرآن بقصده ومسّه ولو مكتوباً بالفارسية في الأصح إلا بغلافه المنفصل قوله : إلا بغلافه المنفصل أي كالجراب والخريطة دون المتصل كالجلد المشرز هو الصحيح وعليه الفتوى لأن الجلد تبع له .

(۳۲۳/۱ ، كتاب الطهارة ، باب الحيض ، مطلب لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال ... الخ ،

الفتاوى الهندية : ۳۸/۱ ، ۳۹ ، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة)

ما فی ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : ويجوز للمحدث أن یمس غلاف المصحف إذا كان متجافياً عنه بأن يكون شيء ثالث بين الماس والممسوس كمنديل ونحوه وأما مس الغلاف المتصل بالمصحف غير المتجافي عنه فلا يحل شيء لأنه تبع للمصحف . (۹۸/۱)=

قرآن کریم کو چھونے کے لیے با وضو ہونے کا ثبوت

مسئلہ (۲۴): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کو چھونے کے لیے با وضو ہونا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ قرآن کریم میں یہ بات کہیں بھی نہیں ملتی، بلکہ یہ فقہ اسلامی کی پیداوار ہے، جو بعد میں مدون ہوا، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جس آیت سے فقہاء نے با وضو قرآن کریم چھونے کا حکم ثابت کیا ہے، اس میں خبر کا ذکر ہے، حکم کا نہیں، اور مراد فرشتے ہیں، انسان نہیں، ان کی یہ دونوں باتیں بالکل غلط ہیں، جس پر فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾، اور فرمانِ رسول ﷺ: ”لَا تَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ“ شاہد عدل ہیں، لہذا اس طرح کی ہفوات و بکواس قابل التفات نہیں ہے۔^(۱)

= ما في ”الموسوعة الفقهية“ : فقال الحنفية : يحرم مس المصحف كله أو بعضه أي مس المكتوب منه ولو آية على نقود درهم أو غيره أو جدار ، لأن حرمة المصحف كحرمة ما كتب منه فيستوي فيه الكتابة في المصحف وعلى الدراهم ، كما يحرم مس غلاف المصحف المتصل به ، لأنه تبع له ، فكان مسه مسا للقرآن .

(۲۷۶/۳۷، مس المحدث والجنب المصحف)

(۳) ما في ”الموسوعة الفقهية“ : ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة : إلى جواز مس المحدث كتب الفقه وغيرها وإن كان فيها آيات من القرآن الكريم ، وهو أصح وجهين مشهورين عند الشافعية ، غير أن أبا حنيفة قال : والمستحب له أن لا يفعل .

(۲۸۰/۳۷، مس المحدث كتب الفقه وغيرها)

ما في ”بدائع الصنائع“ : وأما مسّ كتاب الفقه فلا بأس به ، والمستحب له أن لا يفعل .

(۳۳/۱، ۳۴، المكتبة العلمية بيروت)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : وقد روى مالك وغيره أن في كتاب عمرو بن حزم الذي كتبه له رسول الله ﷺ ونسخته وكان في كتابه : ألا يمسه القرآن إلا طاهر ، وقال ابن عمر : قال النبي ﷺ : ” لا تمس القرآن إلا وأنت طاهر “ .

(۱۷ / ۲۲۵ ، سورة الواقعة)

ما في ” المؤطا للإمام مالك “ : عن عبد الله بن أبي بكر بن حزم أن في الكتاب الذي كتبه رسول الله ﷺ لعمرو بن حزم : ألا يمسه القرآن إلا طاهر . (ص / ۶۹)

ما في ” أحكام القرآن لابن العربي “ : وقد روي أن عمر بن الخطاب دخل على أخته وزوجها سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل وهما يقرآن طه ، فقال : ما هذه الهينة ؟ وذكر الحديث إلى أن قال : هاتوا الصحيفة ! فقالت له أخته : انه لا يمسه إلا المطهرون ، فقام واغتسل وأسلم .

(۳ / ۱۷۳۸ ، سورة الواقعة)

ما في ” أحكام القرآن للتهانوي “ : وروي عن النبي ﷺ في أخبار متظاهرة أنه كتب في كتابه لعمرو بن حزم : ولا يمسه القرآن إلا طاهر ، ولذا ذهب الجمهور ، ومنهم السادة الحنفية ، إلى أنه لا يجوز للمحدث مس المصحف إلا بواسطة شيء منفصل عنه ، ووجه الاستدلال بالآية أن الآية لما كانت محتملا للمعنيين جاء الحديث كاشفا للمراد مبينا ان المراد بالمطهرين هم المطهرون من الأحداث . (۵ / ۱۰ ، سورة الواقعة)

ما في ” أحكام القرآن لابن العربي “ : المسألة الرابعة : هل قوله : ﴿ لا يمسه ﴾ نهي أو نهي ؟ فقيل : لفظه لفظ الخبر ، ومعناه النهي . (۳ / ۱۷۳۸)

ما في ” أحكام القرآن للحصاص “ : وإن حمل على النهي وإن كان في صورة الخبر كان عموما فينا ، وهذا أولى لما روي عن النبي ﷺ في أخبار متظاهرة أنه كتب في كتابه لعمرو بن حزم : ” ولا يمسه القرآن إلا طاهر “ فوجب أن يكون نهي ذلك بالآية إذ فيها احتمال له .

(۳ / ۵۵۵ ، سورة الواقعة)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : فالجمهور على المنع من مسه لحديث عمرو بن حزم ، وهو مذهب علي وابن مسعود وسعد بن أبي وقاص وسعيد بن زيد وعطاء =

قرآن وحدیث محفوظ کیے گئے موبائل کو بیت الخلا میں لے جانا

مسئلہ (۲۵): موبائل میں قرآن وحدیث اور ادعیہ ماثورہ وغیرہ محفوظ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اگر یہ اسکرین پر ظاہر ہوں، تو اس حالت میں اسے بیت الخلاء اور استنجاخانہ وغیرہ میں لے جانا، بے ادبی شمار ہوگا، اور اگر یہ پروگرام بند ہوں، اسکرین پر ظاہر نہ ہوں، تو اسے بیت الخلاء اور استنجاخانہ وغیرہ میں لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔^(۱)

=والزهري والنخعي والحكم وحماد وجماعة من الفقهاء . (۲۲۶/۱۷)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على أنه يحرم مسّ المصحف لغير الطاهر طهارة كاملة من الحدّين الأصغر والأكبر واستدل الفقهاء على حرمة مسّ المصحف بالكتاب والسنة . أما الكتاب فهو قوله تعالى : ﴿ إنه لقرآن كريم ○ في كتب مبین ○ لا يمسه الا المطهرون ○ تنزيل من رب العلمين ○ ﴾ دلّت الآية الكريمة على أن الله تعالى نهى عن مسّ المصحف لغير الطاهر وأن المحدث ليس بطاهر ، فدل على عدم جواز مسّه ، ثم ان الله تعالى وصف القرآن بالتنزيل ، وظاهره أن المقصود هو القرآن الموجود بين أيدينا فلا يصرف عن ظاهره إلا بصارف شرعي ، وأن الخبر فيه النهي عن مسّه وأما السنة فحديث ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال : ” لا يمسه القرآن إلا طاهر “ ، ولأن تعظيم القرآن واجب ، وليس من التعظيم مسّ المصحف بيد حلها الحدث ، وكتاب النبي ﷺ لعمر بن حزم رضي الله عنه : أن لا تمسّ القرآن إلا على طهر . (۲۷۶/۳۷ ، ۲۷۷ ، ۲۷۸ ، ۲۷۹ ، ۲۸۰ ، ۲۸۱ ، ۲۸۲ ، روح المعاني : ۲۳۶/۱۵) (فتاوى اشاعت العلوم غير مطبوعه ، رقم الفتوى : ۸۴۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : فلو نقش اسمه تعالى أو اسم نبيه ﷺ استحباب أن يجعل الفصّ في كفه إذا دخل الخلاء . (۵۱۹/۹) ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس) =

اتنی بلند آواز سے تلاوت جس سے دوسروں کو تکلیف ہو

مسئلہ (۲۶): دورانِ سفر کسی ایک ساتھی کا موبائل وغیرہ پر اتنی بلند آواز سے تلاوتِ کلام پاک سننا کہ اُس سے دوسرے ساتھیوں کو تکلیف ہو رہی ہو، یا وہ کسی اور کام، یا بات چیت وغیرہ میں مشغول ہوں، مکروہ ہے۔^(۱)

ما فی ”الفتاویٰ الہندیۃ“ : إذا كان في جيبه دراهم مكتوب فيها اسم الله تعالى أو شيء من القرآن فأدخلها مع نفسه المخرج يكره وإن اتخذ لنفسه مبالا طاهرا في مكان طاهر لا يكره . (۵/۳۲۳ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ) (موبائل کے مسائل: ص/۵۰، مرتب مفتی محمد اسماعیل برہانپوری، مکتبہ نعیمیہ دیوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : ذهب الحنفية والشافعية إلى جواز القراءة في الطريق إذا لم يلبث عنها صاحبها ، فإن التهيى صاحبها عنها كرهت وقالوا : يجب على القاري احترام القرآن بأن لا يقرأ في الأسواق ومواضع الاشتغال ، فإذا قرأه فيهما كان هو المضيع لحرمة فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعا للخرج في إلزامهم ترك أسبابهم المحتاج إليها . (۳۳/۶۳ ، قراءة ، الأحوال التي تجوز فيها قراءة القرآن والتي تکره)

ما فی ”حلي كبير“ : رجل يكتب الفقه وبعينه يقرأ القرآن ولا يمكن الكاتب الاستماع فالإثم على القارئ لقراءته جهرا في موضع اشتغال الناس بأعمالهم ولا شيء على الكاتب .

(ص/۵۹ ، القراءة خارج الصلاة)

ما فی ”رد المحتار“ : رجل يكتب وبعينه رجل يقرأ القرآن فلا يمكنه استماع القرآن فالإثم على القارئ ، وعلى هذا لو قرأ على السطح والناس نيام يأثم . اهـ. أي لأنه يكون سببا لإعراضهم عن استماعه أو لأنه يؤذيهم بإيقاظهم . تأمل . (۲/۲۶۸ ، صفة الصلاة ، فروع في القراءة خارج الصلاة)

ما فی ”الفتاویٰ الہندیۃ“ : لا يقرأ جهرا عند المشتغلين بالأعمال ومن حرمة القرآن أن لا يقرأ في الأسواق وفي موضع اللغو . كذا في القنية .

(۵/۳۱۶ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع في الصلاة والتسييح وقراءة القرآن الخ)

مسابقتِ قرآنیہ و علمیہ کا انعقاد

مسئلہ (۲۷): طلبہ علومِ دینیہ کے مابین ان کی ذہن سازی، ان کی خواہیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے، اور ان کے اندر علم و عمل کے میدان میں سبقت حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے، مسابقتِ علمیہ کے انعقاد کے جواز پر علماء و فقہاء کا اتفاق ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے جہاد کی تیاری اور اس پر اُبھارنے کے لیے اپنے اصحاب کے درمیان گھوڑ دوڑ کا مسابقہ کرایا، تاکہ دین کا قیام مضبوط و مستحکم ہو جائے، اور یہ علت مسابقتِ علمیہ کے انعقاد میں پائی جاتی ہے، وہ اس طور پر کہ جس طرح جہاد، دین کے قیام کا ذریعہ ہے، اسی طرح مسابقتِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ، قرآن و حدیث کے علوم کی حفاظت کے ذرائع ہیں، اور مسابقت کے ذریعہ ان ہی علوم کے حاصل کرنے پر اُبھارا جاتا ہے، جو حفاظتِ دین میں مفید و معاون ہیں، اس لیے مسابقتِ قرآنیہ و علمیہ کا انعقاد جائز و ممدوح ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ مسابقتیں و مسابقتین سے شرکت کا عوض نہ لیا جائے، اور ان مسابقت کا انعقاد محض اخلاص پر مبنی ہو۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” صحیح البخاری “ : عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ، عن النبی ﷺ قال : ” إن من الشجر شجرة لا یسقط ورقها وإنها مثل المسلم ، حدثونی ما هی ؟ قال : فوقع الناس فی شجر البوادی ، قال عبد اللہ : فوقع فی نفسی أنها النخلة ، ثم قالوا : حدثنا ما هی یا رسول اللہ ؟ قال : هی النخلة “ . (۱/۱۳) ، الرقم : ۶۲ ، کتاب العلم ، باب طرح الإمام الخ (ع) ما فی ” عمدة القاری “ : قال ابن التین : إنه ﷺ سابق بین الخیل علی حلل أتنه من الیمن =

= فأعطى السابق ثلاث حلل ، وأعطى الثاني حلتين ، والثالث حلة ، والرابع دينارًا ، والخامس درهماً ، والسادس فضة ، وقال : ” بارك الله فيك وفي كلكم وفي السابق والفسكل “ .

(۲۳۶/۳ ، باب هل يقال مسجد بني فلان؟)

ما في ” مجمع الأنهر “ : لو اختلف اثنان في مسئلة وأراد الرجوع إلى شيخ وجعلا على ذلك جعلاً أي لو وقع الاختلاف بين اثنين وشرط أحدهما لصاحبه أنه إن كان الجواب كما قلت أعطيتك كذا ، وإن كان كما قلتُ فلا آخذ منك شيئاً فهذا جائز ، لأنه لما جاز في الأفراس لمعنى يرجع إلى الجهاد يجوز هنا للحديث على الجهد في طلب العلم لأن الدين يقوم بالعلم كما يقوم بالجهاد . (۲۱۷/۳ ، كتاب الكراهية ، فصل في المتفرقات)

ما في ” رد المحتار “ : انه لو قال واحد من الناس لجماعة من الفرسان أو لإثنين : من سبق فله كذا من مال نفسه ، أو قال للرماة : من أصاب الهدف فله كذا جاز ، لأنه من باب التنفيل ، فإذا كان التنفيل من بيت المال كالسلب ونحوه جاز ، فما ظنك بخالص ماله؟ وعلى هذا : الفقهاء إذا تنازعوا في المسائل ، وشرط للمصيب منهم جعل جاز إذا لم يكن من الجانبين على ما ذكرنا في الخيل ، إذ التعلم في البابين يرجع إلى تقوية الدين وإعلاء كلمة الله تعالى .

(۴۰۰/۱۰ ، فصل في مسائل شتى)

ما في ” أحكام المسابقات في الشريعة الإسلامية “ : اتفق الفقهاء رحمهم الله تعالى على جواز إجراء مسابقات علمية بين طلبة العلم ، لاختبار حدة الذكاء وسرعة النباهة وإثارة روح المنافسة بين الطلاب للوصول إلى الجواب المطلوب وذلك إذا كان بدون عوض . (ص/ ۲۱۱ ، الفصل الخامس ، السبق العلمي)

ما في ” القواعد والضوابط الفقهية لابن تيمية “ : إذا زال الموجب زال الموجب .

(۲۳۳/۲)

ناپیدنا اور معذور افراد کے لیے

بریل کوڈ (Braille Code) کی ایجاد

مسئلہ (۲۸): ناپیدنا اور معذور افراد سماج کی خصوصی توجہ اور ہمدردی کے مستحق ہیں، ان کی تعلیم کے لیے بریل کوڈ ☆ (Braille Code) کی ایجاد نہایت اہم پیش رفت ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اس رمز زبان کے ذریعے ناپیدنا حضرات کو زیادہ سے زیادہ علوم اسلامیہ سے استفادہ کی سہولت فراہم کریں، بریل کوڈ کے مسلمان ماہرین کو چاہیے کہ وہ اس کوڈ کو زیادہ سے زیادہ عربی خط اور رسم عثمانی سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کریں، تاکہ یہ رُموز قرآن مجید کے اصل رسم سے زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ ہو جائیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿عيس وتولى ان جاءه الاعمى O وما يدريك لعله يزكى﴾ .

(سورة عبس : ۱ : ۲)

ما في ” الدر المنثور في التفسير المأثور “ : وأخرج ابن جرير وابن مردويه عن ابن عباس قال: بينا رسول الله ﷺ يناجي عبته بن ربيعة والعباس بن عبد المطلب وأبا جهل بن هشام ، وكان يتصدى لهم كثيرا ، ويحرص أن يؤمنوا فأقبل إليه رجل أعمى يقال له عبد الله بن أم مكتوم يمشي وهو يناجيهم ، فجعل عبد الله يستقرئ النبي ﷺ آية من القرآن ، قال : يا رسول الله ! علمنى مما علمك الله ، فأعرض عنه رسول الله ﷺ وعيس في وجهه وتولى وكره كلامه ، وأقبل على الآخرين ، فلما قضى رسول الله ﷺ نجواه ، وأخذ يتقلب إلى أهله أمسك الله ببعض بصره ثم خفق برأسه ثم أنزل الله ﷻ ﴿عيس وتولى أن جاءه الأعمى﴾ فلما نزل فيه ما نزل أكرمه نبي الله وكلمه يقول له : ما حاجتك ؟ هل تريد من شيء ؟ . ؟ =

= (۵۱۸/۶)، سورة عبس ، دار الكتب العلمية بيروت ، معالم التنزيل المعروف بتفسير البغوي (۳۳۲/۸)، دار طيبة للنشر والتوزيع، روح المعاني: (۲۴۱/۱۵، بيروت) وما في ” القرآن الكريم“ : ﴿ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر﴾ . (سورة القمر: ۱۷) ما في ” تفسير القرآن العظيم“ : قوله تعالى : ﴿ولقد يسرنا القرآن للذكر﴾ ؛ أي سهلناه للحفظ والقراءة والكتابة..... ﴿فهل من مدكر﴾ ؛ أي فهل ذاكرٌ يذكره ، وقارئٌ يقرأه ، ومعناه : الحث على قراءة القرآن ودرسه وتعلمه ، ولو لا تسهيل الله علينا ذلك لم يستطع أحد أن يلفظ به . (الباب : ۱۷، أبو القاسم سليمان بن احمد بن أيوب بن مطير اللخمي والشامي الطبراني ، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۳۳/۱۷، سورة القمر ، دار عالم الكتب ، الرياض ، التحرير والتنوير المعروف بتفسير ابن عاشور: ۸۹/۱۶، سورة مريم ، الآية/ ۹۶، محمد الطاهر بن محمد بن محمد الطاهر ابن عاشور التونسي ، مؤسسة التاريخ العربي بيروت)

ما في ” تفسير التستري“ : قوله تعالى : أي ؛ هونا القرآن للذكر ، ولو لا ذلك لما أطاقت الألسنة أن تتكلم به فهل من مدكر لهذه النعمة . (۱۵۸/۱)، أبو محمد سهل بن عبد الله التستري ، دار الكتب العلمية بيروت ، تفسير روح البيان المعروف بتفسير حقي : ۲۲۲/۹، سورة القمر ، اسماعيل حقي بن مصطفى الإستانبولي الحنفي الخلوئي ، دار احياء التراث العربي بيروت ، غريب القرآن لابن قتيبه : ۴۳۲/۱، ابو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبه الدينوري ، دار الكتب العلمية ، مصرية ، شرح السنة : ۱۸۲/۱، الحسين بن مسعود البغوي ، المكتب الإسلامي دمشق ، و بيروت ، الورع لابن حنبل : ۸۸/۱، أبو عبد الله احمد بن محمد بن حنبل الشيباني ، دار الكتب العلمية بيروت ، مرعاة المفاتيح : ۲۶۱/۷، الفصل الأول ، تحت رقم : ۲۲۰۹ ، ابو الحسن عبيد الله بن محمد عبد السلام المباركفوري ، إدارة البحوث العلمية .. ، بنارس ، الهند)

ما في ” التفسير المنير للزحيلي“ : ولقد سهلناه للحفظ وأعنا عليه من أراد حفظه فهل =

=من طالب لحفظه ليعان عليه . (١٦٣/٢٤) ، فقه الحياة والأحكام

ما في ” التفسير الواضح “ : فإنما يسرنا القرآن بلسانك العربي حتى صار مفهوما يفهمه الخاص والعام فهو كالبحر يغترف منه كل على قدر طاقته ولقد يسرنا القرآن للذكر - الخ .

(٣٤٣/٢) ، سورة مريم ، الدكتور محمد محمود حجازي ، دار الجيل الجديد)

ما في ” التحرير والتنوير “ : ﴿ولقد يسرنا القرآن للذكر﴾ [القمر: ٢٢] ، ولذلك كان شأن الرسول ﷺ حفظ القرآن عن ظهر قلب ، وكان شأن المسلمين اقتداء به في ذلك على

حسب الهمم والمكنت . (٨/٢٥) ، سورة فصلت)

ما في ” لطائف الإشارات “ : يسرنا قرآته على ألسنة الناس ، ويسرنا علمه على قلوب قوم ،

ويسرنا فهمه على قلوب قوم ، ويسرنا حفظه على قلوب قوم ، وكلهم أهل القرآن ، وكلهم

أهل الله وخاصته . (٣٩٤/٣) ، سورة القمر ، عبد الكريم بن هوازن القشيري ، الناشر ؛

الهيئة المصرية العامة للكتاب ، مصر)

ما في ” كيف نفهم القرآن الكريم ؟ “ : فهذا القرآن العظيم قد سهل الله ألفاظه للحفظ

والأداء ومعانيه للفهم والعلم ، لأنه أحسن الكلام لفظاً وأصدق معنى ، وأبينه تفسيراً ، فكل

من أقبل عليه يسر الله عليه مطلوبه غاية التيسير وسهله عليه ولهذا كان علم القرآن

حفظاً وتفسيراً أسهل العلوم وأجلها فهذه نعمة عظيمة فهل من مدكر ؟ هل من متعظ ؟

هل من مقبل على كلام الله يفهمه ويتعلمه ؟ والله يعينه ويوفقه ويسدده فهم القرآن

وتدبره ليس مقصوداً على العلماء ، بل كل واحد لا بد أن يأخذ حظه من بحسب ما يسره الله

له ، وبحسب ما معه من الفهم والعلم والإدراك ، فالله تبارك وتعالى دعا عباده كلهم إلى

تدبر القرآن وفهمه لم يخص طائفة بذلك دون طائفة ، ولو كان فهم القرآن وتدبره مقتصراً

على فئة من الناس لكان نفع القرآن محصوراً عليهم وكان الخطاب في الآية موجهاً إليهم .

(٦/١) ، عبد السلام بن إبراهيم بن محمد الحصين)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون﴾ . (سورة الحجر: ٩) =

ما فی ” جمع القرآن الکریم حفظاً و کتاباً “ : سہولتہ حفظ القرآن الکریم و تیسیرہ ؛ فکان من رحمۃ اللہ علی خلقہ أن یسر لہم حفظ القرآن لیجعل من ذلک سبباً مانعاً من ضیاع شیء منہ ، فکما قال عزّ و جلّ : ﴿ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون ﴾ ... فقد قال أيضاً : ﴿ ولقد یسرنا القرآن للذکر ﴾ . (۲۶/۱ ، أد . علی بن سلیمان العبید)

ما فی ” الأصول و القواعد للفقہ الاسلامی “ : ” مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ “ . ” جس چیز کو مسلمان اچھا خیال کریں ، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہے۔ “ (ص ۲۶۳/۱ ، قاعدہ : ۳۱۲ ، شرح السیر الکبیر : ۱۳۹/۲ ، باب ما یکرہ فی دار الحرب و ما لا یکرہ ، قواعد الفقہ : ص/۱۱۵ ، القاعدة : ۲۹۳ ، جملہ قواعد ، المادة : ۱۷۱)

ما فی ” موقع الإسلام سؤال وجواب “ : وقال الشيخ صلاح الصاوي حفظه الله : أما إن كان سؤالك حول جواز هذا العمل في ذاته - أي : المصحف المترجم بطريقة برايل ، فلا شك في مشروعيته ، وأنه يمثل إنجازاً حضارياً كبيراً ، ونعمة من أجل نعم الله على المكفوفين . والله تعالى أعلى وأعلم . انتهى . (أحكام المصاحف ” القرآن و علومہ “ www.islamQA.com) (كتابه القرآن الکریم بنظام برايل للمكفوفين ، د . عبد الله الخميس ، المسلم نت almoslim.net ، ما هو حكم ترجمة معاني القرآن إلى طريقة برايل للمكفوفين ؟ وهل تأخذ حكم المصحف ؟ موقع الإسلام سؤال وجواب www.islamQA.com ، وكذا : اللجنة الدائمة للإفتاء في السعودية ، المجموعة الثانية : ۳/۳ ، المصحف المطبوع بطريقة برايل للمكفوفين هل له حكم المصحف المعروف ؟ ، الدكتور حسام الدين عفانه / جامعة القدس فلسطين ، المصدر : جمعية أصدقاء الكفيف فلسطين) (مدرسة النور فاردي بلاسٹر ترکی کانفرنس کا مقالہ [ارسال کردہ از فقہ اکیڈمی] ، اسلاک فقہ اکیڈمی انڈیا ، ۲۴/۲۳ رواں فتنہ سمینار ، ۲۰۱۵ء مطابق ۱۴۳۶ھ ، تجاویز بابت متن قرآن و ترجمہ کی کتابت و اشاعت ، تجویز نمبر : ۶-۷ ، فتاویٰ عثمانی : ۱/۲۱۸-۲۱۹ ، جواہر الفقہ : ۱/۱۰۶)

☆ بریل : انہوں کے لیے ایک نظام تحریر و طباعت - (فیروز اللغات : ص/۱۹۸)

کتاب الطہارۃ

پاکی و ناپاکی سے متعلق مسائل

ریسائیکلڈ واٹر (Recycled Water) کا استعمال

مسئلہ (۲۹): بعض ملکوں اور علاقوں میں پانی کی قلت کی وجہ سے وہاں کی حکومتیں قدرتی چیزوں کو محفوظ کرنے کے لیے فکر مند ہوتی ہیں، اور اسی مقصد سے وہ استعمال شدہ پانی کو نئی تکنیک کے ذریعے دوبارہ قابل استعمال بناتی ہیں، اس پانی کو ”ریسائیکلڈ واٹر“ (Recycled Water) کہا جاتا ہے، اس پانی اور عام پانی میں؛ رنگ، بو اور مزہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا، اس طرح کا پانی اگر جسم اور کپڑے میں لگ جائے، تو وہ ناپاک نہیں ہوں گے، مگر اس سے وضو اور غسل نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ پانی فلٹر کرنے کی وجہ سے صاف تو ہوا، مگر پاک نہیں ہوا، اور صاف و پاک میں بڑا فرق ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (و) يرفع (بماء ينعقد به ملح لا بماء) حاصل بذوبان (ملح) لبقاء الأول على طبيعته الأصلية ، وانقلاب الثاني إلى طبيعة المحلية . [تنوير مع الدر] . وفي الشامية : ومقتضاه أنه لا يجوز بماء الملح مطلقاً : أي سواء انعقد ملحاً ثم ذاب أو لا ؟ وهو الصواب عندني . اهـ . (۱/ ۳۲۵ ، كتاب الطهارة ، باب المياه ، بيروت)

ما في ” شرح مختصر الطحاوي “ : والدليل على تحريم استعمال الماء الذي فيه جزء من النجاسة وإن لم يتغير طعمه أو لونه أو رائحته ، قول الله تعالى : ﴿ ويحرم عليهم الخبائث ﴾ والنجاسات من الخبائث ، لأنها محرمة . (۱/ ۲۳۹ ، بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۱۰۰/۳) =

رتح کے خروج پر فرض وضو کی حکمت

مسئلہ (۳۰): بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ رتح خارج ہونے پر اس جگہ کا دھونا فرض نہیں ہوتا، اور وضو فرض ہوتا ہے، ایسا کیوں؟ جو اباً عرض ہے کہ حکمت جانے بغیر حاکم کے حکم کو تسلیم کرنے کا نام اطاعت ہے، پس احکام شریعت کی حکمت تلاش کرنا شانِ عبدیت کے خلاف ہے۔ بس! اس قدر سمجھنا چاہیے کہ حکم کرنے والا جب حکیم ہے، تو اس کے حکم میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہوں گی، اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی ہو ہی نہیں سکتا، لہذا بندے کا کام حکم کو بجالانا ہے، نہ کہ حکمتیں اور وجہیں ڈھونڈنا، اس کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی حکم دیا ہے، جس میں یقیناً ایک سے زائد حکمتیں ہوں گی، پھر بھی بعض علماء نے مذکورہ مسئلے میں یہ حکمت لکھی ہے کہ رتح خارج ہونے سے ملائکہ سے دوری ہو جاتی ہے، شیاطین و جنات اس کو گھیر لیتے ہیں، اور طبیعت میں بھی سُستی اور انقباض پیدا ہو جاتا ہے، وضو کرنے سے یہ سب چیزیں ختم ہو جاتی ہیں، وضو سے فرشتوں کا قرب حاصل ہوتا ہے، شیاطین و جنات بھاگ جاتے ہیں، طبیعت میں نشاط و فرحت پیدا ہوتی ہے، ریاح خارج ہونے پر اس جگہ کا دھونا ضروری اس لیے قرار نہیں دیا گیا کہ وہاں کوئی نجاست نہیں، جسے صاف کیا جائے۔^(۱)

= ما فی "الفتاویٰ الہندیۃ" : اتفق أصحابنا رحمہم اللہ أن الماء المستعمل لیس بطہور حتی لا یجوز التوضؤ بہ . (۲۲ / ۱ ، الباب الثالث فی المیاء ، الفصل الثانی فیما لا یجوز بہ التوضؤ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۲۵۳۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی "الهدایۃ" : ولأن غسل غیر موضع الإصابة أمر تعبدی . (هدایہ) وفي هامش

الهدایۃ : قال المحشی رحمه الله : قوله : (تعبدی) أي تعبدنا الله تعالى وکلفنا لغسل =

بندر کا جوٹھانا پاک ہے

مسئلہ (۳۱): بعض علاقوں میں بندر بکثرت آتے ہیں، اور کھلی ہوئی پانی کی ٹنکیوں میں منہ ڈال کر پانی پی لیتے ہیں، ان ٹنکیوں کا پانی عموماً ٹھہرا ہوا اور تھوڑا ہوتا ہے، اور بندر کا جوٹھانا پاک ہے، اس لیے بندر کے منہ ڈالنے سے ایسا پانی ناپاک ہو جائے گا، لہذا ایسے علاقے کے لوگوں کو چاہیے کہ ٹنکیوں کو ڈھکن یا جالی لگا دیں، تاکہ بندر پانی کو ناپاک نہ کر سکیں۔^(۱)

=الأعضاء الأربعة عند وجود الحدث من السيلين من غير أن يدركه بالعقول ، إذ العقل يقتضي غسل موضع إصابة النجاسة وأمر الوضوء على عكس هذا ، فإن النجاسة تخرج من أحد السيلين وأنت تغسل الوجه واليد ، فكان هذا أمر غير مدرک بالعقل فيقتصر على مورد النص . (۱ / ۲۳ ، كتاب الطهارة ، فصل في نواقض الوضوء)

ما في ” حجة الله البالغة “ : أما الطهارة من الأحداث فمأخوذة من أصول البر والعمدة في معرفة الحدث ، وروح الطهارة وجدان أصحاب النفوس التي ظهرت فيها أنوار ملكية ، فأحست بمنافرتها للحالة التي تسمى حدثا ، وسرورها وانشراحها في الحالة التي تسمى طهارة والأمور التي فيها معنى الحدث كثيرة جدا يعرفها أهل الأذواق السليمة والثاني معلوم بالحس ، وأيضاً فالمعنى انقباض النفس فيه شبح محسوس وخليقة ظاهرة وهي التلطح بالنجاسة ، وأيضاً إنما يؤثر الوضوء عند زوال اشتغال النفس وذلك بالخروج أقول : النظافة المؤثرة في جذر النفس تقدر النفس ، وتلحقها بالملائكة ، وتنسى كثيرا من الحالات الدنسية فجعلت خاصيتها خاصة للوضوء الذي هو شبحها ومظنتها وعنوانها . (۱ / ۳۹۱ - ۳۹۳ ، من أبواب الطهارة ، وفصل في الوضوء)

ما في ” رد المحتار “ : قوله : (فلا يسن من ربح) لأن عينها طاهرة ، وإنما نقضت لانبعاتها عن موضع النجاسة . اهـ . ولأن بخروج الريح لا يكون على السبيل شيء فلا يسن منه بل هو بدعة كما في المجتبى . بحر . (۱ / ۵۴۵ ، كتاب الطهارة ، فصل في الاستنجاء) =

کوا، برتن میں منھ ڈال دے

مسئلہ (۳۲): ”کوا“ اگر کسی برتن میں منھ ڈال دے، یا بیٹ کر دے، تو وہ ”کوا“ اگر صرف دانہ کھاتا ہے، تو اس کا جھوٹا اور بیٹ پاک ہے، اور جو صرف گندگی کھاتا ہے، اس کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے، اور بیٹ نجاستِ خفیفہ ہے، اور جو ”کوا“ دونوں (دانہ، گندگی) کھاتا ہے، تو امام صاحب کے نزدیک اس کا جھوٹا اور

= (احکام اسلام عقل کی نظر میں، ص/۳۱-۳۲ و ۵۹، حکمت وضو، باب نواقض الوضوء والتیم، فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۲/۸، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۳۶۰۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ”المبسوط للسرخسي“ : وأما سؤر ما لا يؤكل لحمة من السباع كالأسد والفهد والنمر عندنا نجس .

(۱/۱۵۵، باب الوضوء والغسل، ہدایہ: ۱/۱۳۵، کتاب الطہارۃ، فصل فی الآسار) ما في ”الموسوعة الفقهية“ : المراد بالحيوانات المفترسة : كل ذابة لها ناب يفترس به ، سواء أكانت أهلية كالكلب والسنور الأهلي ، أم وحشية كالأسد والذئب والضبع والنمر والفهد والتعلب والسنور الوحشي والسنجاب والفنک والسمور والدلق (وهو أبو مقرض) والذب والقرود وابن آوى والفيل . وحكمها : أنها لا يحل شيء منها عند الحنفية والشافعية والحنابلة وهو قول للمالكية . (۵/۱۳۳، ۱۳۴، أطعمة ، الحيوان البري حلاله وحرامه ، النوع الثالث : الحيوانات المفترسة)

ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : (و) سؤر (خنزير وکلب وسباع بهائم) ومنه الهرة البرية . الدر مع التنوير . وفي الشامية : قوله : (وسباع بهائم) هي ما كان يصطاد بنابه كالأسد والذئب والفهد والنمر والتعلب والفيل والضبع وأشباه ذلك . سراج . (۱/۳۸۲، الطہارۃ، باب المياہ ، مطلب في السؤر ، الموسوعة الفقهية: ۲۴/۱۰۲، سؤر ، الجوہرۃ النيرة ۱/۶۱، مطلب في بيان أحكام السؤر ، بیروت) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۳۴۸)

بیٹ پاک ہے، اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس کا جھوٹا مکروہ ہے، اور بیٹ نجاستِ خفیفہ ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” البحر الرائق “ : والغرب ثلاثة أنواع : نوع يأكل الجيف فحسب فإنه لا يؤكل ، ونوع يأكل الحب فإنه يؤكل ، ونوع يخلط بينهما وهو أيضاً يؤكل عند الإمام وهو العقق لأنه يأكل الدجاج ، وعن أبي يوسف أنه يكره أكله لأنه غالب أكله الجيف والأول أصح .

(۳۱۳/۸ ، ۳۱۳ ، كتاب الذبائح ، رد المحتار : ۴۳۳/۹ ، كتاب الذبائح)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : والغراب الذي يأكل الحب والزرع ونحوها حلال بالإجماع . كذا في البدائع فأما الغراب الزرعي الذي يلتقط الحب مباح طيب ، وإن كان الغراب بحيث يخلط فيأكل الجيف تارة والحب أخرى فقد روي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يكره ، وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس بأكله وهو الصحيح على قياس الدجاجة .

كذا في المبسوط . (۲۸۹/۵ ، ۲۹۰ ، كتاب الذبائح ، الباب الثاني في بيان ما يؤكل من الحيوان وما لا يؤكل ، فتاوى قاضي خان : ۳۳۶/۳ ، كتاب الصيد والذبائح)

ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (ولا نرح بخمرء حمام وعصفور) . در مختار . وفي الشامية : قوله : (حمام وعصفور) أي ونحوهما مما يؤكل لحمه من الطيور سوى الدجاج والإوز .

(۳۸۹/۱ ، كتاب الطهارة ، باب المياه ، مطلب مهم في تعريف الاستحسان)

ما في ” رد المحتار “ : ان السؤر يعتبر بلحم مسثره فإن كان لحم مسثره طاهراً فسؤره طاهر ، أو نجساً فنجس ، أو مكروها فمكروه ، أو مشكوكا فمشكوك . ابن ملك .

(۳۸۱/۱ ، كتاب الطهارة ، باب المياه ، مطلب في السؤر)

ما في ” فتاوى قاضي خان “ : من الآسار سؤر طاهر لا كراهة فيه وهو سؤر ما يؤكل لحمه من الأنعام والطيور وسؤر الآدمي على أي صفة كان . (۱۰/۱ ، كتاب الطهارة ، فصل في الآسار)

(فتاوى دارالعلوم دیوبند، رقم الفتوى: ۱۰۷۲۶)

ناپاک کپڑے کی چھینٹیں پاک کپڑے پر پڑ جائیں

مسئلہ (۳۳): ناپاک کپڑا دھوتے وقت، اُس کی ناپاک چھینٹیں اگر پاک کپڑے پر پڑ جائیں، تو جس جگہ وہ چھینٹیں پڑیں گی، اُس جگہ کو ناپاک کر دیگی، کیوں کہ ناپاک کپڑے کی چھینٹیں بھی ناپاک ہیں^(۱)، لہذا بغیر اُس جگہ کو دھوئے، اُس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : غسالة الثوب النجس إذا أصاب الثوب لا يطهر إلا بالغسل ثلاثا . (۱۸۷/۱) ، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها ، قبيل الفصل الثاني في تطهير النجاسات
ما في ” حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح “ : فرع : غسالة النجاسة في المرات الثلاثة مغلظة في الأصح .

(ص/۵۵، باب الأنجاس والطہارۃ عنہا، البحر الرائق: ۱/۴۰۴، باب الأنجاس)
ما في ” رد المحتار “ : بخلاف الغسلات الثلاث إذا استتقت في موضع فأصابت شيئاً نجسته . اھ واحترز بالثلاث عن الغسالة في المرة الرابعة فإنها طاهرة . (۱/۵۳۲ ، باب الأنجاس ، مطلب العرقی الذي یستقطر من دردی الخمر نجس حرام الخ ، بیروت)
(۲) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : شروط الصلاة هي ستة : طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه . (۲/۷۳ ، باب شروط الصلاة)

(فتاویٰ محمودیہ: ۸/۳۰۳، میرٹھ، ۵/۲۵۱، کراچی، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۰۷۸۰)

وضو سے پہلے ویسلین تیل وغیرہ دھونا

مسئلہ (۳۴): ویسلین، تیل یا اس جیسی غیر ذی جرم چکنی چیزیں لگانے کے بعد، وضو کرنے سے پہلے، اُسے صابون سے دھونا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ یہ پانی کو کھال تک پہنچنے سے مانع نہیں، بلکہ چکناہٹ کی وجہ سے پانی بہت تیزی کے ساتھ کھال سے مَس ہو کر گزر جاتا ہے^(۱)، بشرطیکہ اس میں ناپاک اجزا شامل نہ ہوں، ورنہ دھونا ضروری ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : ولا يمنع الطهارة ونيم وحناء ودرن ووسخ وكذا دهن ودسومة . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ودسومة) هي أثر الدهن ، قال في الشرنبلالية : قال المقدسي : وفي الفتاوى : دهن رجليه ثم توضع وأمر الماء على رجليه ولم يقبل الماء للدسومة جاز لوجود غسل الرجلين .

(۱/۲۸۸، كتاب الطهارة، مطلب في أبحاث الغسل)

ما في ” الفتاوى اللؤلؤجية “ : إذا ادهن رجل وأمر الماء على رجليه ، ولم يسلم الماء لمكان الدسومة جاز الوضوء ، لأنه وجد غسل الرجل .

(۱/۴۹، كتاب الطهارة، الفصل الثالث في المعاني الموجبة للوضوء وغيره ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/۶۲، كتاب الطهارة، فصل في أحكام الوضوء، الفتاوى الهندية : ۱/۵، كتاب الطهارة، الفصل الأول في فرائض الوضوء)

(۲) ما في ” الجوهرۃ النيرة “ : يجب على المصلي أن يقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس .

(۱/۱۲۷، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها، الفقه الحنفي وأدلتها : ۱/۱۴۴،

كتاب الصلاة، باب فروض الصلاة) (فتاوى دارالعلوم دیوبند، رقم الفتوى: ۲۸۸۴۹)

وضو کے بعد چہرے پر کریم لگانا

مسئلہ (۳۵): بعض لوگ وضو کے بعد چہرے پر کریم لگا کر نماز پڑھتے ہیں، ایسی صورت میں اگر یہ اطمینان ہو کہ اس میں حرام اجزا کی آمیزش نہیں ہے، تو اسے لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے، اور اگر اس میں حرام اجزا کی آمیزش ہو، تو نماز سے پہلے اسے دھونا ضروری ہے۔^(۱)

واش بیسن میں وضو اور سوتی یا اونی موزے پر مسح

مسئلہ (۳۶): اگر کوئی شخص کسی ایسی کمپنی یا کارخانے میں کام کرتا ہو، جہاں وضو خانہ یا غسل خانہ وغیرہ نہ ہو، صرف واش بیسن ہو، جس میں وہ وضو کر لیتا ہو، مگر اس میں پیر دھوتے دیکھ لیے جانے کی صورت میں، اس کے لیے مسئلہ پیدا ہو سکتا ہو، جس کی وجہ سے وہ مروّجہ سوتی یا اونی موزے پر مسح کرنا چاہے، تو یہ جائز نہیں ہے، اُسے چاہیے کہ چمڑے کا موزہ استعمال کرے، اور اُس پر مسح کرے^(۲)، یا پھر باہر کسی جگہ جا کر پیر دھولیا کرے، کیوں کہ پیر کا دھونا فرض ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (شروط الصلاة) هي ستة : طهارة بدنه من حدث

وحيث . (۳ / ۲ ، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة) (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۲۹۷۴۹)

ما في ” الجوهرۃ النيرة “ : يجب على المصلي أن يقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس .

(۱ / ۱۲۷ ، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة التي تتقدمها)

ما في ” الفقه الحنفي وأدلته “ : وهي خمس فرائض ؛ الأولى والثانية الطهارة من الأحداث، =

ٹیشو پیپر گیلیا کر کے اعضائے وضو کو پونچھنا

مسئلہ (۳۷): ٹرین اور ہوائی جہاز کے واش بیسن کے پاس جگہ کم ہوتی ہے، اور پیروں کو دھونے کی صورت میں وہ جگہ گیلی ہو جاتی ہے، جسے دیگر مسافرین اور ہوائی جہاز کا عملہ پسند نہیں کرتے ہیں، اس لیے بعض مسلم مسافر ٹیشو پیپر گیلیا کر کے اپنے اعضائے وضو، یا پیروں پر پھیر لیتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کا وضو ہو گیا، حالانکہ ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس صورت میں شرعاً غسل (دھونے) کا مفہوم متحقق نہیں ہوا، غسل کا مفہوم اس وقت متحقق ہوتا ہے، جب کہ

= الطہارۃ من الأنجاس . (۱۴۴/۱ ، کتاب الصلاة ، باب فروض الصلاة)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : أو جوربيه ، ولو من غزل أو شعر (الثخينين) بحيث يمشي فرسخًا ، ويثبت على الساق بنفسه ، ولا يرى ما تحته ، ولا يشف إلا أن ينفذ إلى الخف قدر الغرض . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (ولو من غزل أو شعر) وخرج عنه ما كان من كرباس وهو الثوب من القطن الأبيض ، ويلحق بالكرباس كل ما كان ... من نوع الخيط كالكتان ، والإبريسم ونحوهما وأقول : الظاهر أنه إذا وجدت فيه الشرط يجوز ، وأنهم أخرجوه لعدم تأتي الشروط فيه غالبًا . (۴۵۲ ، ۴۵۱/۱) ، باب المسح على الخفين ، حلي كبير : ص/ ۱۲۱ ، المسح على الخفين) (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۲۹۹۹۳) ما في ” فتاوى قاضي خان “ : وإن كان رقيقين غير منعلين لا يجوز المسح عليهما والثخينين أن يقوم على الساق من غير شد ولا يسقط ولا ينشف معنى قوله : لا ينشفان أي لا يجاوز الماء إلى القدم . (۲۵/۱ ، فصل في المسح على الخفين)

(۳) ما في ” بدائع الصنائع “ : وكذا نفي قبول صلاة من لا يغسل رجله في وضوئه ، فدل أن غسل الرجلين من فرائض الوضوء . (۱۲۱/۱ ، فصل في بيان أنواع الطهارة)

اعضائے وضو کو تر کرنے کے بعد کم از کم اُن سے دو قطرے پانی ٹپکیں، اگر اس قدر بھی تقاطر (قطروں کا ٹپکنا) نہ پایا جائے، تو فرضِ غسل ادا نہیں ہوگا، جس کی وجہ سے وضو بھی صحیح و درست نہیں ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾ . (سورة المائدة : ۶)
 ما في ” روح المعاني “ : ” فاغسلوا وجوهكم “ أي أسيلوا عليها الماء ، وحدّ الإسالة أن يتقاطر الماء ولو قطرة عندهما ، وعند أبي يوسف لا يشترط التقاطر .

(۳/۱۰۳ ، سورة المائدة : ۶)

ما في ” التفسير الكبير للرازي “ : المسألة السادسة عشرة : الغسل عبارة عن إمرار الماء على العضو ، فلو رطب هذه الأعضاء ولكن ما سال الماء عليها لم يكن ، لأن الله تعالى أمر بإمرار الماء على العضو . (۳/۳۰۱ ، المائدة : ۶)

ما في ” حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح “ : والغسل إسالة الماء على المحل بحيث يتقاطر وأقله قطرتان في الأصح ، ولا تكفي الإسالة بدون التقاطر .

(ص ۳۲ ، فصل في أحكام الوضوء)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (غسل الوجه) أي إسالة الماء مع التقاطر ولو قطرة ، وفي الفيض : أقله قطرتان في الأصح . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (أقله قطرتان) يدل عليه صيغة التفاعل ، ثم لا يخفى أن هذا بيان للفرض الذي لا يجزئ أقل منه لأنه في صدر بيان الغسل المفروض . (۱/۱۸۷ ، ۱۸۸ ، كتاب الطہارۃ ، مطلب في فرض القطعي والظني)

ما في ” الهداية “ : ففرض الطہارۃ غسل الأعضاء الثلاثة ومسح الرأس بهذا النص ، والغسل هو الإسالة والمسح هو الإصابة . (۱/۱۶ ، كتاب الطہارات) (کتاب المسائل/۱: ۱۳۲)

غسل کے وقت کلمہ پڑھنا ضروری نہیں

مسئلہ (۳۸): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ غسل کرتے وقت کلمہ پڑھنا ضروری ہے، ورنہ ناپاکی دور نہیں ہوتی، اسی طرح بعض، مُردے کو نہلاتے وقت کلمہ پڑھنے کو ضروری خیال کرتے ہیں، شرعاً یہ دونوں باتیں ثابت نہیں ہیں، بلکہ غسل کرتے وقت کلمہ یا اور کوئی ذکر کرنے کو منع قرار دیا گیا ہے۔^(۱)

اُٹیچ باتھ روم میں وضو کی دعائیں پڑھنا

مسئلہ (۳۹): آج کل عام طور پر بیت الخلاء اور غسل خانہ دونوں ایک ساتھ بنانے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے آدمی ایک ہی جگہ استنجا، غسل اور وضو کرتا ہے، ایسی صورت میں وضو میں ادعیۂ ماثورہ پڑھنے کا مسئلہ آکھڑا ہوتا ہے، کہ وہ پڑھی جائیں یا نہیں؟ تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر غسل کی جگہ اتنے فاصلے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : قال الشرنبلالي : ويستحب أن لا يتكلم بكلام مطلقاً ، أما كلام الناس فلكرامة حال الكشف ، وأما الدعاء فلأنه في مصب المستعمل ومحل الأقدار والأحوال . (۲۹۱/۱) ، كتاب الطهارة ، مطلب سنن الغسل ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/ ۱۰۶ ، كتاب الطهارة ، فصل وآداب الاغتسال)

ما في ”حلي كبير“ : ويستحب أن لا يتكلم بكلام قط من كلام الناس أو غيره ، أما كلام الناس فلما تقدم في الوضوء ، وأما غيره من الذكر والدعاء فلأنه في مصب الماء المستعمل ومحل الأوضار أي الأوساخ والأقدار . (ص/ ۵۱ ، ۵۲) ، كتاب الطهارة ، سنن الغسل ، الموسوعة الفقهية : ۲۱۶/۳۱ ، غسل ، تليث الغسل)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۶/۸، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، قم الفتویٰ: ۱۵۱۷۳)

پر ہے کہ بیت الخلا کی بدبو وہاں محسوس نہیں ہوتی، تو وضو کے وقت ادعیہ ماثورہ پڑھنی چاہیے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر اتنی قریب ہو کہ بدبو آ رہی ہو، تو وضو کی دعائیں ساقط ہیں، یعنی نہ پڑھیں، اور بہتر یہ ہے کہ بیت الخلا اور غسل خانہ دونوں علیحدہ بنائیں جائیں، تاکہ اہل خانہ کو بھی سہولت ہو۔^(۱)

ایک بالشت سے کم مسواک کا استعمال

مسئلہ (۴۰): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک بالشت سے کم مسواک نہیں کر سکتے، اور اس کا ثواب نہیں ملتا، جب کہ شرعاً ایک بالشت سے کم مسواک بھی کر سکتے ہیں، اور اس کا ثواب بھی ملتا ہے، ایک بالشت، یہ مسواک کی زیادہ سے زیادہ مقدار ہے، لہذا ابتدا میں ایک بالشت ہونا بہتر ہے، بعد میں کم ہو جائے، تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، اور جب تک وہ استعمال کے قابل رہے، استعمال کر سکتے ہیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : وسننه : البداءة بالتسمية قولاً قبل الاستنجاء وبعده إلا حال انكشاف وفي محل نجاسة فيسمى بقلبه . تنوير مع الدر . وفي الشامية : ولا يحرك لسانه تعظيماً لاسم الله تعالى .

(۲) (۱/۲۲۶، ۲۲۷، كتاب الطهارة ، مطلب سائر بمعنى باقي لا بمعنى جمع)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولا يسمى في حال الانكشاف ولا في محل النجاسة . هكذا في فتح القدير . (۱/۶)، كتاب الطهارة، الفصل الثاني في سنن الوضوء ، فتح القدير : ۱/۲۱، كتاب الطهارة) (فتاوى دارالعلوم ديوبند، قم الفتوى: ۵۴/۲۷=)

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

مسئلہ (۴۱): کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اسلامی تہذیب و ثقافت کے خلاف ہے، حدیث پاک میں اس کی ممانعت آئی ہے، اسی لیے حضرات فقہائے کرام نے بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: ”جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے، تو تم اُس کی اس بات کو سچ نہ مانو، آپ ﷺ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا کرتے تھے۔“ (۱)

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ”رد المحتار“ : قوله : (وطول شبر) الظاهر أنه في ابتداء استعماله ، فلا يضر نقصه بعد ذلك بالقطع منه لتسويته . تأمل .

(۱/۲۱۰ ، كتاب الطهارة ، مطلب في دلالة المفهوم)

ما في ”النهر الفائق“ : ويندب أن يكون لنا حال من العقد طول شبر . (۱/۴۱ ، كتاب الطهارة) (فتاوى محمودية: ۸/۱۱۸ ، فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۱۲۲۸۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مشکوٰۃ المصابیح“ : عن عائشة رضي الله عنها قالت : ” من حدثكم أن النبي ﷺ كان يبول قائما فلا تصدقوه ، ما كان يبول إلا قاعدا“ . رواه أحمد والترمذي والنسائي .

(ص/۴۳ ، كتاب الطهارة ، باب آداب الخلاء ، الفصل الثالث ، الرقم : ۳۶۵ ، قديمي ، سنن النسائي : ۶/۱ ، كتاب الطهارة ، باب النهي عن البول قائما ، جامع الترمذي : ۹/۱ ، كتاب الطهارة ، باب النهي عن البول قائما)

ما في ”بذل المجهود“ : وقال عامة العلماء : البول قائما مكروه إلا لعذر وهي كراهة تنزيه لا تحريم وهو مذهبنا الحنفية . (۱/۲۴۷ ، كتاب الطهارة ، باب البول قائما) =

حائضہ کے غسل کے پانی پر کلمہ طیبہ پڑھ کر دم کرنا

مسئلہ (۴۲): بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب عورت حیض یا نفاس سے پاک ہو کر غسل کرنا چاہتی ہے، تو گھر کے مرد کسی عالم صاحب سے پانی پر دم کروا کر لاتے ہیں، اور یہ عورت اُس پانی کو غسل کے پانی میں ملا کر نہاتی ہے، جب کہ غسل کے پانی پر کلمہ طیبہ یا کچھ اور پڑھ کر دم کرنا، شریعت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، اس لیے یہ عمل نہ فرض ہوگا نہ واجب، نہ مسنون اور نہ مستحب^(۱)، بلکہ اگر فرض یا واجب وغیرہ سمجھ کر کیا جائے، تو یہ ناجائز و بدعت ہوگا۔^(۲)

ما فی ” الدر المختار مع الشامیة “ : و کذا یکرہ و أن یبول قائما . در مختار . و فی الشامیة : قال العلماء : یکرہ إلا لعذر ، و ہی کراهة تنزیہ لا تحریم . (۱ / ۵۵۷ ، باب الأنجاس ، مطلب القول مرجح علی الفعل) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ، رقم الفتویٰ : ۳۵۴۹۸)

ما فی ” الفتاویٰ الہندیة “ : و یکرہ أن یبول قائما أو مضطجعا أو متجردا عن ثوبه من غیر عذر فإن کان بعذر فلا بأس به . (۱ / ۵۰ ، کتاب الطہارۃ ، قبیل کتاب الصلاة)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” الفتاویٰ الہندیة “ : الفصل الأول فی فرائضہ و ہی ثلاثة : المضمضة والاستنشاق و غسل جمیع البدن علی ما فی المتون یسن أن یبدأ بالنیة بقلبه ویقول بلسانہ نوبت الغسل لرفع الجنابة أو للجنابة ثم یسمی اللہ تعالیٰ عند غسل الیدین ثم یتستنجی . کذا فی الجوہرۃ النيرة . (۱ / ۱۳ ، ۱۴ ، کتاب الطہارۃ ، الباب الثاني فی الغسل ، الفصل الأول فی فرائضہ) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ، رقم الفتویٰ : ۴۱۶۱۵)

(۲) ما فی ” صحیح البخاری “ : عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت : قال رسول اللہ ﷺ : ” من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فهو رد “ . (۱ / ۳۷۱ ، کتاب الصلح ، باب إذا اصطالحوا علی صلح جور فالصلح مردود ، الرقم : ۲۶۹۷ ، صحیح مسلم : ۷۷ / ۲ ، کتاب =

قضائے حاجت کے وقت چہرہ یا پیٹھ قبلے کی طرف کرنا

مسئلہ (۴۳): قضائے حاجت کے وقت چہرہ یا پیٹھ قبلے کی طرف کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لیے اپنے مکانوں، مہمان خانوں اور ہوٹلوں وغیرہ میں استنجاخانہ اس طرح بنانا چاہیے کہ قضائے حاجت کے وقت چہرہ یا پیٹھ قبلے کی طرف نہ ہو، اور اگر اس طرح بنے ہوئے ہوں کہ چہرہ یا پیٹھ قبلے کی طرف ہوتی ہے، تو رُخ پھیر کر استنجا کرنا چاہیے، اور اگر ممکن ہو تو اس کی اصلاح کر لینی چاہیے۔^(۱)

=الأفضیة ، باب نقض الأحكام الباطلة وردّ محدثات الأمور ، الرقم : ۱۷۱۸ ، مشکوٰۃ المصابیح : ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، الفصل الأول ، الرقم : ۱۴۰)
 ما في ” صحیح مسلم “ : عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال : ” من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو ردّ “ . (۷۷/۲) ، كتاب الأفضیة ، باب نقض الأحكام الباطلة وردّ محدثات الأمور)
 ما في ” رد المحتار “ : (البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل دينا قويا وصرطا مستقيما .
 (۲۹۹/۲) ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، مطلب البدعة خمسة أقسام)
 الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : كره تحريماً استقبال القبلة واستدبارها لأجل بول أو غائط ولو في بنية لإطلاق النهي . (۴۸۰/۱) ، باب الأنجاس ، فصل في الاستنجاء ، مطلب إذا دخل المستنجي في ماء قليل ، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي : ص/۲۲ ، كتاب الطهارة ، فصل لا يجوز كشف العورة للاستنجاء)

ما في ” صحیح البخاري “ : عن أبي أيوب الأنصاري : أن النبي ﷺ قال : ” إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ، ولكن شرقوا أو غربوا “ قال أبو أيوب : فقدمننا الشام ، فوجدنا مراحيض بُنيت قبل القبلة فننحرف ، ونستغفر الله تعالى . (۵۷/۱) ، كتاب الصلاة ، باب قبلة أهل المدينة وأهل الشام والمشرق ، الرقم : ۳۹۴ ، صحیح مسلم : ۱/۱۳۰ =

پھوڑا یا پھنسی کا پیپ کپڑے پر لگ جائے

مسئلہ (۴۴): اگر کسی دانے یا پھوڑے پھنسی سے پانی یا پیپ نکل کر بہے نہیں، بلکہ وہیں رُکا رہے، اور وہ کپڑوں پر لگ جائے، تو اُس سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، اگرچہ اس کی مقدار ایک درہم سے زائد ہو۔^(۱)

ٹشو سے استنجا کے بعد پسینہ آجائے

مسئلہ (۴۵): اگر کوئی شخص پیشاب کے بعد استنجا صرف ٹشو پیپر سے صاف کرے، اور بعد میں اُسے پسینہ آجائے، اور یہ پسینہ بہہ کر کپڑے یا بدن پر لگ جائے، تو کپڑا یا بدن ناپاک نہیں ہوگا، متاخرین فقہاء کا اس پر اتفاق ہے۔^(۲)

= کتاب الطہارۃ ، باب الاستطابة ، الرقم : ۲۶۴ ، سنن أبي داود : ص / ۳ ، کتاب الطہارۃ ، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ، الرقم : ۹
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۷۹۳۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : ونظيره ما ليس فيه قوة السيلان من الخارج من الجسد فإنه ساقط الاعتبار وإن كثر وعم الثوب ، وقد صرح في الحلية بعين ما قلنا فقال : ما ليس بكثير من النجاسة منه ما هو مهدر الاعتبار فلا يجمع بحال ، وعليه ما في الحاوي القدسي أن ما أصاب من رشّ البول مثل رؤوس الإبر ، ونحوه الدم على ثوب القصاب ، وما لا ينقض الوضوء من بلة الجرح أو القيء معفو عنه وإن كثر . (۱ / ۲۶۰) ، كتاب الطہارۃ ، باب الأنجاس ، مطلب إذا صرح بعض الأئمة بقيد لم يصرح غيره بخلافه وجب اتباعه

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۲۸۶۶)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : وأجمع المتأخرون على أنه لا ينجس بالعرق ، حتى لو سال منه =

شاور (نواریہ-Shower) کے نیچے کھڑے ہو کر غسل کرنا

مسئلہ (۴۶): آج کل عام طور پر ہوٹلوں، مہمان خانوں اور گھروں کے غسل خانوں میں شاور یعنی جھرنا (نواریہ) دیوار کے ساتھ لگا ہوتا ہے، جس میں عام طور پر لوگ کھڑے ہو کر غسل کرتے ہیں، جس کے بارے میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر غسل کرنا تنگی رزق، بیماری اور فاقے کا سبب ہوتا ہے، شرعاً یہ بے اصل ہے، قرآن و حدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اور شرعاً کھڑے ہو کر غسل کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ بیٹھ کر غسل کرنا افضل ہے۔^(۱)

= وأصاب الثوب أو البدن أكثر من قدر الدرهم لا يمنع .

(۱/۴۷۴، ۴۷۵، باب الأجناس ، مطلب إذا دخل المستنجي في ماء قليل)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ثم اتفق المتأخرون على سقوط اعتبار ما بقي من النجاسة بعد الاستنجاء بالحجر في حق العرق حتى إذا أصابه العرق من المقعدة لا يتنجس .

(۱/۴۸، کتاب الطہارۃ ، الباب السابع في النجاسة ، الفصل الثالث في الاستنجاء)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۴۸۶۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (وسننه) كسنن الوضوء سوى الترتيب ، وآدابه كآدابه سوى استقبال القبلة لأنه يكون غالباً مع كشف العورة . (۱/۲۹۱، کتاب الطہارۃ ، مطلب سنن الغسل ، الموسوعة الفقهية : ۳۱/۲۱۶، غسل ، سنن الغسل)

ما في ” مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي “ : من آداب الوضوء أربعة عشر شيئاً : الجلوس في مكان مرتفع . (ص/۳۱، کتاب الطہارۃ ، فصل من آداب الوضوء)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۲۹۹۶)

غسل کرتے وقت ستر چھپانا

مسئلہ (۴۷): اگر کوئی شخص لوگوں کے سامنے غسل کر رہا ہو، تو اُس وقت کچھ پہن کر غسل کرنا جس سے کشفِ عورت نہ ہو، یعنی ستر دکھائی نہ دے، ضروری ہے، اور اگر کسی چیز کی آڑ یا غسل خانے میں غسل کر رہا ہو، جہاں کسی کی نظر نہ پڑے، اُس وقت بغیر کچھ پہنے غسل کرنا جائز ہے، البتہ اُس وقت بھی کچھ پہن کر غسل کرنا بہتر ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” مشکوٰۃ المصابیح “ : وعن یعلیٰ قال : إن رسول اللہ ﷺ رأى رجلا یغتسل بالبراز فصعد المنبر فحمد الله وأثنى علیه ثم قال : ” إن الله حیٌ ستیر یحبّ الحیاء والتستر، فإذا اغتسل أحدکم فلیستتر “ رواه أبو داود والنسائی .

(ص/ ۴۹، کتاب الطہارۃ، باب الغسل، الفصل الثانی، الرقم: ۴۴۷)

ما فی ” مرقاة المفاتیح “ : قال ابن حجر : وحاصل حکم من اغتسل عاریاً إن کان بمحل خال لا یراہ أحد ممن یحرم علیہ نظر عورته حل له ذلك ، لكن الأفضل التستر حیاء من الله تعالیٰ ، وإن کان بحیث یراہ أحد یحرم علیہ نظر عورته وجب علیہ التستر منه إجماعاً علی ما حکي . (۲/ ۱۳۸، باب الغسل، قبیل الفصل الثالث)

ما فی ” مرقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی “ : ویکره مع کشف العورة ویستحب أن یغتسل بمکان لا یراہ فیہ أحد لا یحل له النظر لعورته لاحتمال ظهورها فی حال الغسل أو لبس الثیاب . (ص/ ۱۰۶، کتاب الطہارۃ، فصل آداب الاغتسال)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۷۳۷)

وضو اور غسل میں کتنا پانی استعمال کیا جائے؟

مسئلہ (۴۸): پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جہاں پانی ہے وہاں رونقِ زندگی ہے، اور جہاں پانی نہیں ہے، یا کم ہے، وہاں زندگی کی رونقیں سرے سے ہیں ہی نہیں، یا پھر کم ہیں۔

الحمد للہ! (ہمارے جامعہ میں) اللہ کی یہ نعمت بحفظِ وافر ہمیں حاصل ہے، جس کی قدر دانی ہم پر واجب ہے، اور ہر نعمت کی قدر اُس کے مناسب حال ہوا کرتی ہے، تو پانی کی قدر یہ ہے کہ غسل اور وضو میں اس کا استعمال زائد از ضرورت نہ ہو۔ غسل میں تقریباً چار رگلو، اور وضو میں ایک یا سو اگلو پانی کافی ہے، اگر مقدارِ مذکور میں کچھ کمی زیادتی بھی ہو جائے، تو گنجائش ہے، البتہ اتنی کمی کرنا کہ غسل اور وضو کے صحیح ہونے میں شک ہونے لگے، یا اتنا زیادہ پانی بہانا کہ اسراف اور بے جا استعمال کی حد میں آجائے، مکروہ ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما بيان مقدار الماء الذي يغتسل به : فقد ذكر في ظاهر الرواية وقال : أدنى ما يكفي في الغسل من الماء صاع ، وفي الوضوء مد ، لما روي عن جابر رضي الله عنه : ” أن النبي ﷺ كان يتوضأ بالمُدِّ ويغتسل بالصَّاع “ فقيل له : إن لم يكفنا ؟ فغضب وقال : ” لقد كفى من هو خير منكم وأكثر شعراً “ ثم هذا التقدير الذي ذكره محمد من الصاع والمد في الغسل والوضوء ، ليس بتقدير لازم ، بحيث لا يجوز نقصان عنه أو الزيادة عليه ، بل هو بيان مقدار أدنى الكفاية عادة ، حتى أن من أسبغ الوضوء والغسل بدون ذلك أجزاءه ، وإن لم يكفه زاد عليه ، لأن طباع الناس وأحوالهم تختلف ، والدليل عليه ما روي : ” أن رسول الله ﷺ كان يتوضأ بثلاثي مدٍّ “ لكن ينبغي أن يزيد عليه بقدر =

گوشت کے ریشے دانتوں میں باقی رہ جائیں

مسئلہ (۴۹): بعض لوگوں کے دانتوں کے درمیان جگہ ہونے کی وجہ سے، بعض مرتبہ گوشت کے ریشے یا کھانے کے ٹکڑے اس میں جا کر پھنسے رہ جاتے ہیں، تو اگر یہ خلال وغیرہ کے ذریعے آسانی سے نکل سکیں، تو انہیں نکال دینا چاہیے، اور اگر بہت کوشش کے بعد بھی نہ نکلیں، تو ان کے باقی رہتے ہوئے بھی وضو اور غسل ہو جائے گا، کیوں کہ یہ ریشے اور ٹکڑے اتنے سخت نہیں ہوتے جو پانی کے پہنچنے سے مانع ہوں، ہاں! اگر کسی وجہ سے پانی نہ پہنچنے کا یقین ہو جائے، تو پھر ان کا نکالنا ضروری ہوگا۔^(۱)

= ما لا إسراف فيه . (۱/۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، کتاب الطہارۃ، فصل في أحكام الغسل، المبسوط للسرخسي: ۱/۱۳۹، ۱۵۰، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء والغسل، الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۶، کتاب الطہارۃ، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث في المعاني الموجب للغسل ومما يتصل بذلك مسائل) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۳۶۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التنوير مع الدر والرد“ : ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه أو في سنّہ المحجوف . به يفتى . وقيل : إن صلبا منع ، وهو الأصح . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (به يفتى) صرح به في الخلاصة وقال : لأن الماء شيء لطيف يصل تحته غالبًا ومفاده عدم الجواز إذا علم أنه لم يصل الماء تحته .

(۱/۲۸۹، کتاب الطہارۃ، مطلب أبحاث الغسل)

ما في ”الفتاویٰ الہندیۃ“ : ولو كان سنّہ محجوفاً فبقي فيه أو بين أسنانه طعام أو درن رطب في أنفه ثم غسله على الأصح . كذا في الزاهدي .

(۱/۱۳، کتاب الطہارۃ، الباب الثاني في الغسل، الفصل الأول في فرائضه)=

اجرت دے کر وضو کرانا لازم

مسئلہ (۵۰): اگر کوئی شخص ایسا مریض و معذور ہے کہ بلا اعانتِ غیر، وضو سے عاجز و قاصر ہے، اعانت کرنے والا بھی موجود ہے، لیکن اعانتِ وضو پر اجرت طلب کرتا ہے، اور یہ اجرت، اجرتِ مثل ہے، اور مریض اس کی ادائیگی پر قادر بھی ہے، تو اس کے لیے اجرت دے کر وضو کرانا لازم ہے، تیمم کرنا جائز نہیں۔^(۱)

ما في "الفتاوى التاتارخانية" : وإذا اغتسل من الجنابة وبقي بين أسنانه طعام فلم يصل الماء تحته جاز ، لأن ما بين الأسنان رطب فلا يمنع وصول الماء إلى ما تحته ، وفي المضمرة : وبه يفتى . (۱ / ۸۴ ، كتاب الطهارة ، الفصل الثالث في الغسل ، نوع آخر في بيان فرائضه وسننه ، حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح : ص / ۱۰۲ ، كتاب الطهارة ، فصل لبيان فرائض الغسل) (فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۳۵۹۷۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أو لمرض أو لم يجد من يوضيه فإن وجد ولو بأجر مثل وله ذلك لا يتيمم في ظاهر المذهب كما في البحر .

(۱ / ۳۵۲ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما في " البحر الرائق " : وإن وجد خادما كعبده وولده وأجيريه لا يجزيه التيمم اتفاقا كما نقله في المحيط ما في التجنيس : وظاهره أنه لو لم يكن أجيرا لكن معه ما يستأجر به أجيرا لا يجزئه التيمم قل الأجر أو كثر فإنه قال : أو عنده من المال مقدار ما يستأجر به أجيرا .

(۱ / ۴۳۵ ، ۴۳۶ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما في " الفتاوى الولوجية " : المريض إذا أقعده المرض بحيث لا يستطيع الحركة إن كان له خادم أو عنده من المال مقدار ما يستأجر به أجيرا أو بحضورته من المسلمين ما لو يستعان به على الوضوء أعانه وهو بحال لو وضأه لا يدخله الضرر لا يجوز له التيمم لأنه قادر على التوضي . (۱ / ۲۶ ، كتاب الطهارة ، الفصل السابع في التيمم) =

واجب غسل میں تاخیر

مسئلہ (۵۱): غسل واجب ہونے کے بعد، غسل میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز قضا ہو جائے، جائز نہیں ہے، اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ہے، عورت کے لیے جنابت کی حالت میں بچے کو دودھ پلانا جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ غسل سے فارغ ہو کر پاکی کی حالت میں پلائے، تاکہ بچے پر اچھے اثرات مرتب ہوں۔^(۱)

= ما في ” الفتاوى الهندية “ : فإن وجد خادما أو ما يستأجر به أجيروا أو عنده من لو استعان به أعانه فعلى ظاهر المذهب أنه لا يتيمم لأنه قادر . كذا في فتح القدير . (۲۸/۱) ، كتاب الطهارة ، الباب الرابع في التيمم ، الفصل الأول (فتاوى حقاينی: ۵۵۲/۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ فحَلَفَ من بعدهم خلفٌ أضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيًّا ﴾ . (سورة مريم : ۵۹) ﴿ فويل للمصلين الذين هم عن صلواتهم ساهون ﴾ . (سورة الماعون : ۴ ، ۵)

ما في ” التفسير المظهری “ : (أضاعوا) أي تركوا (الصلوة) المفروضة ، وقال ابن مسعود وإبراهيم : أخروها عن وقتها ، وقال سعيد بن المسيب : هو أن لا يصلي الظهر حتى يأتي العصر ، ولا العصر حتى تغرب الشمس . (سورة مريم : ۲۹/۶)

ما في ” روح المعاني “ : (أضاعوا الصلوة) وإضاعتها على ما روي عن ابن مسعود والنخعي والقاسم بن مخيمرة ومجاهد وإبراهيم وعمر بن عبد العزيز : تأخيرها عن وقتها . (الجزء السادس عشر) (۱۵۹/۹)

ما في ” التفسير المظهری “ : روى البغوي بسنده عن مصعب بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه قال : سئل رسول الله ﷺ هم عن صلواتهم ساهون ؟ قال : إضاعة الوقت ، وفي رواية ابن جرير وأبي يعلى قال : هم الذين يؤخرون الصلوة عن وقتها . (۳۳۳/۱۰) ، الماعون : ۵)

ما في ” روح المعاني “ : (فويل للمصلين الذين هم عن صلواتهم ساهون) أي غافلون =

کتاب الصلاة

نماز سے متعلق مسائل

فصل في الجماعة

عذر کی بنا پر گھر پر اہلیہ کے ساتھ نماز باجماعت

مسئلہ (۵۲): اگر کوئی شخص کسی عذر کی بنا پر مسجد میں نماز باجماعت کے لیے وقت مقررہ پر نہ پہنچ پائے، اور جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے وہ گھر میں اپنی اہلیہ کے ساتھ جماعت کرے، تو ایسی صورت میں اہلیہ کو ایک صف پیچھے کھڑا کیا جائے، مرد کی طرف دائیں جانب نہ کھڑا کیا جائے^(۱)، نیز گھر میں اہلیہ کے ساتھ جماعت کی عادت نہ بنالیں، کہ یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔^(۲)

= غیر مبالین بھا حتی تفوتهم بالکلیۃ ، أو یخرج وقتها وعن ابن عباس وجماعة تأخیرها عن وقتها ، وفيه حدیث أخرجه غیر واحد عن سعد بن أبي وقاص مرفوعا ، وقال الحاكم والبيهقي : وقفه أصح . (۱۶ / ۳۳۶ ، الجزء الثلاثون ، سورة الماعون : ۵)
(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۱۱۶ / ۳ ، جدید)

ما في ” مرقاة المفاتیح “ : (عن عائشة رضي الله عنها قالت : كنت أرجل رأس رسول الله ﷺ أي شعر رأسه (وأنا حائض) فيه جواز المخالطة مع الحائض وفي الحديث دلالة على طهارة بدن الحائض وعرقها . (۸ / ۲۷۰ ، ۲۷۱ ، اللباس ، باب الترجل ، الفصل الأول)
ما في ” الفتاوى الهندية “ : وإن أراد أن يأكل أو يشرب فينبغي أن يتمضمض ويغسل يده .
كذا في السراج الوهاج . (۱ / ۱۶) ، كتاب الطهارة ، قبيل الباب الثالث في المياه) (آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۱۴۰ / ۳ ، جدید ، خير الفتاوى : ۴ / ۸۷ ، ۸۸ ، فتاوى دار العلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۲۶۰۶۶) =

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح “ : قوله : (أو امرأة) حتى لو صلى في بيته بزوجه أو جاريتيه ، أو ولده فقد أتى بفضيلة الجماعة . كذا في الشرح .

(ص/ ۲۸۷ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، مكتبه شيخ الهند ديوبند)

ما في ” رد المحتار “ : قوله : (أما الواحدة فتأخر) فلو كان معه رجل أيضاً يقيمه عن يمينه والمرأة خلفها . (۳۰۷/۲ ، باب الإمامة ، مطلب إذا صلى الشافعي قبل الحنفي الخ) ما في ” بدائع الصنائع “ : وإذا كان مع الإمام امرأة أقامها خلفه لأن محاذاتها مفسدة .

(۱/ ۳۹۲ ، كتاب الصلاة ، فصل في بيان مقام الإمام والمأموم)

(۲) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول : قال رسول الله ﷺ : ” صلاة الرجل في الجماعة تضعف على صلاته في بيته وفي سوقه خمسا وعشرين ضعفا “ .

الحديث . (۱/ ۷۹ ، كتاب الأذان ، باب فضل صلاة الجماعة ، الرقم : ۶۳۷)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي هريرة يقول : قال رسول الله ﷺ : ” لقد هممت أن آمر فتيي فيجمعو حُزما من حطب ثم آتي قوما يصلون في بيوتهم ليست بهم علة فأحرقتهم عليهم “ . (ص/ ۸۱ ، كتاب الصلاة ، باب التشديد في ترك الجماعة ، الرقم : ۵۴۹)

وفيه أيضاً : عن عبد الله بن مسعود قال : ” حافظوا على هؤلاء الصلوات الخمس حيث ينادى بهن فإنهن من سنن الهدى وإن الله عز وجل شرع لنبية ﷺ سنن الهدى ولقد رأيتنا وما يتخلف عنها إلا منافق بين النفاق ، ولقد رأيتنا وإن الرجل ليهادي بين الرجلين حتى يقام في الصف وما منكم من أحد إلا وله مسجد في بيته ولو صليتم في بيوتكم وتركتم مساجدكم تركتم سنة نبيكم ولو تركتم سنة نبيكم لكفرتم “ . (ص/ ۸۱ ، الرقم : ۵۵۰)

(فتاوى نورية، رقم الفتوى: ۹۳۹۶)

خدمتِ خلق کے ساتھ فرائضِ خالق کی ادائیگی ضروری

مسئلہ (۵۳): بعض لوگ غریبوں، مسکینوں، محتاجوں، محلّہ اور گاؤں والوں کی انسانیت کی وجہ سے خدمت اور مدد کرتے ہیں، جو بڑی خوش نصیبی ہے، مگر وہ لوگ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ فرائض میں سُستی اور کوتاہی کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ انسانیت کی خدمت کی وجہ سے ہم آخرت میں بھی نجات پالیں گے، حالانکہ انسانیت کی خدمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُن کی دنیوی ضروریات تو پوری فرمادے گا^(۱)، لیکن یہ خدمتِ آخرت میں فرائض کا بدل نہیں ہوگی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے بندے پر جو کام فرض کیے ہیں، ان کے علاوہ اور کسی چیز سے وہ میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔“^(۲) اور میں نے بندے کے ذمے جو کام فرض کیے ہیں، اُن کے ادا کیے بغیر بندہ میرے عذاب سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا۔“^(۳)، لہذا خدمتِ خلق کے ساتھ ساتھ فرائضِ خالق کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال : ” المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه ، ومن كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته ، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة “ . الحديث .

(۱/ ۳۳۰ ، أبواب المظالم ، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه ، صحيح مسلم ۲/ ۳۲۰ ، كتاب البر والصلة ، باب تحريم الظلم ، الرقم : ۲۵۸۰ ، مشكوة المصابيح

ص : ۲۲۲ ، كتاب الآداب ، باب الشفقة والرحمة على الخلق ، الرقم : ۲۹۵۸ =

فصل في الإمامة

بیٹھ کر نماز پڑھنے یا اشارہ کرنے والے کی امامت

مسئلہ (۵۴): اگر کوئی شخص گھٹنوں اور کمر میں تکلیف ہونے کی وجہ سے قیام پر قدرت نہ رکھنے کی بنا پر، بیٹھ کر رکوع سجدے سے نماز پڑھتا ہے، تو ایسا شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والوں کی امامت کر سکتا ہے، اور جو رکوع سجدے کے بجائے، اشارے سے نماز پڑھتا ہے، وہ ان لوگوں کی امامت نہیں کر سکتا، جو حقیقت میں رکوع سجدے پر قادر ہوں۔^(۱)

= (۲) ما فی "مشکوٰۃ المصابیح" : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "إن الله تعالى قال : من عاد لي ولياً فقد آذنته بالحرب ، وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه" . الحديث . (ص/ ۱۹۷ ، كتاب الدعوات ، باب ذكر الله عز وجل والتقرب إليه ، الفصل الأول ، صحيح البخاري ، كتاب الرقاق ، باب التواضع ، الرقم : ۶۵۰۲) (روضۃ التتاولی: ۱۳۵/۳)

(۳) ما فی "التعليق الصبيح على مشکوٰۃ المصابيح" : قوله : (وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه) دخل تحت هذا اللفظ جميع فرائض العين والكفاية والفرائض الظاهرة فعلا كالصلاة والزكاة وغيرها من العبادات وروي عن عيسى عليه الصلاة والسلام ، يقول الله تعالى : " بالفرائض نجا مني عبدي ، وبالنوافل تقرب إلي عبدي " . وفي أثر آخر قال الله تعالى : " لا ينجو مني عبدي إلا بأداء ما افترضته عليه " كذا في الإحياء .

(۳/۷۷ ، كتاب الدعوات ، باب ذكر الله عز وجل والتقرب إليه ، تحت الرقم : ۲۲۶۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی "التنوير مع الدر والرد" : (وصح اقتداء متوضى بمتميم وغاسل بماسح وقائم بقاعد) يركع ويسجد ، لأنه ﷺ صلى آخر صلوته قاعدا وهم قيام وأبو بكر يبلغهم =

باب صفة الصلوٰۃ

مقتدی جتنی دیر چاہے دعا مانگے،

امام کی متابعت ضروری نہیں

مسئلہ (۵۵): فرض نمازوں کے بعد امام و مقتدی یا منفرد کا دعا کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا، احادیثِ نبویہ اور روایاتِ فقہیہ سے ثابت ہے، مگر یہ صرف مستحب کے درجے میں ہے، پس امام اور مقتدی اس مستحب پر عمل کریں، تو ضمناً خود بخود اجتماعی دعا ہو جائے گی، اور یہ جائز ہے، لیکن آج کل فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کی جو صورت اختیار کی گئی ہے، کہ امام اور مقتدی سب مل کر دعا کی ابتدا اور انتہا

=تکبیرہ . تنویر مع الدر . وفي الشامية : وقيد القاعد بكونه يركع ويسجد ، لأنه لو كان موميا لم يجز اتفاقاً . (۳۳۶/۲ ، باب الإمامة ، قبيل مطلب في رفع المبلغ صوته زيادة الخ) ما في ” الاختيار لتعليل المختار “ : ويجوز اقتداء المتوضى بالمتميم والغاسل بالماسح والقائم بالقاعد . (المختار) . وفي الاختيار : قال : (والقائم بالقاعد) خلافاً لمحمد ، وهو القياس ، لأن القائم أقوى حالا ، ولنا : أنه صلی اللہ علیہ وسلم آخر صلاة صلاها قاعدا والناس خلفه قيام ، وبمثله يترك القياس . (۲۰۹/۱ ، فصل في صلاة الجماعة ، مجمع الأنهر : ۱/۱۶۹ ، فصل في صلاة الجماعة ، تبیین الحقائق : ۱/۳۶۲ ، باب الإمامة والحدث في الصلاة) ما في ” اللباب في شرح الكتاب “ : (ويصلي القائم خلف القاعد) وقال محمد : لا يجوز وهو القياس ، لقوة حال القائم ، ونحن تركناه بالنص ، وهو ما روي أنه صلی اللہ علیہ وسلم ” صلى آخر صلوته قاعدا والقوم خلفه قيام “ هدايه . (ولا يصلي الذي يركع ويسجد خلف المومئ) لأن حال المقتدي أقوى . (ص/۹۲ ، ۹۳ ، باب صلاة الجماعة ، حلي كبير : ص/۵۱۸ ، فصل الإمامة ، من لا يصح الاقتداء به) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۸۹۵۸)

ایک ساتھ کرتے ہیں، جس کی بنا پر مقتدی امام کی دعا کا انتظار کرتے رہتے ہیں، اور امام سے پہلے اپنی دعا بھی ختم نہیں کرتے، کیوں کہ یہ عمل لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے، حتیٰ کہ امام کی جہری دعا کے جواب میں باوازِ بلند آمین، یا دیگر جوابی کلمات نہ بولنے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اور بسا اوقات مقتدی کو اپنی نماز سے فراغت کے بعد، امام کی دعا کے انتظار میں بیٹھنا پڑتا ہے، یہ سب ایسی باتیں ہیں، جن کا کتاب و سنت اور قرونِ مشہود لہا بالآخر میں کہیں ثبوت نہیں ملتا، اس لیے یہ طریقہ درست نہیں، نیز امام اور مقتدی کا اجتماع ایک ضمنی چیز ہے، مقصود نہیں، لہذا اس کو اصل دعا سے مزید بڑھانے کی کوشش کرنا، اور ضروری سمجھنا غلط ہے، بلکہ امام کو بھی اختیار ہے کہ جتنی دیر چاہے دعا مانگے، اور مقتدی کو بھی اختیار ہے، اس دعا میں کوئی ایک دوسرے کا تابع نہیں، اگر مقتدی چاہے تو مختصر دعا مانگ کر چلا جائے، یا امام کے ساتھ دعا ختم کرے، یا امام کی دعا سے زیادہ دیر تک دعا مانگتا رہے، ہر طرح جائز ہے، اور فرأض کے بعد دعا کے استجاب پر عمل ہو جائے گا۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” کتاب عمل الیوم واللیلة “ : عن أم سلمة رضي الله عنها تقول : كان رسول الله ﷺ إذا صلى الصبح قال : ” اللهم إني أسئلك علمًا نافعًا وعملاً مستقبلاً ورزقًا طيبًا “ .

(الرقم : ۱۱۰)

وفيه أيضًا : وعن زيد بن أرقم رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يدعو في دبر الصلاة يقول : ” اللهم ربنا ورب كل شيء ، أنا أشهد أنك أنت الرب ، وحدك لا شريك لك . اللهم ربنا ورب كل شيء ، أنا أشهد أن محمدًا عبدك ورسولك . اللهم ربنا ورب كل شيء أشهد أن العباد كلهم اخوة . اللهم ربنا ورب كل شيء اجعني مخلصًا لك في =

= كل ساعة وأهلي في الدنيا والآخرة ، يا ذا الجلال والإكرام . اللهم اسمع واستجب ، الله اكبر الله اكبر نور السموات والأرض ، الله اكبر الله اكبر ، حسبي الله ونعم الوكيل ، الله اكبر الله اكبر “ . (الرقم : ۱۱۳)

وعن أبي أمامة قال : ما دنوت من رسول الله ﷺ في دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع إلا سمعته يقول : ” اللهم اغفر لي ذنوبي وخطاياي كلها . اللهم أنعشني واجبرني واهدني لصالح الأعمال والأخلاق ، إنه لا يهدي لصالحها ولا يصرف سيئها إلا أنت “ . (الرقم : ۱۱۶)

عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال : لقيت النبي ﷺ فقال لي : يا معاذ ! إنني أحبك فلا تدع أن تقول في دبر كل صلاة : ” اللهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك “ . (الرقم : ۱۱۸)

عن أنس رضي الله عنه قال : ما صلى بنا رسول الله ﷺ صلاة مكتوبة إلا أقبل بوجهه علينا فقال : ” اللهم إني أعوذ بك من كل عمل يخزيني ، وأعوذ بك من كل صاحب يردني ، وأعوذ بك من كل أمل يلهيني ، وأعوذ بك من كل فقر ينسيني ، وأعوذ بك من كل غنى يطغيني “ . (الرقم : ۱۲۰) (فتاوى بنوري، رقم الفتوى: ۳۲۶۳۹، فتاوى محمودية: ۱/۱۳-۱۳۳-۱۱۶، ميرٹھ)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ أنه قال : ” ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ، ثم يقول : ” اللهم إلهي وإله ابراهيم واسحاق ويعقوب وإله جبرئيل وميكائيل واسرافيل عليهم السلام - أسألك أن تستجيب دعوتي فإني مضطر ، وتعصمني في ديني فإني مبتلي وتنانني برحمتك فإني مذنب وتنفي عن الفقر ، فإني متمسك إلا كان حقا على الله عز وجل أن لا يرديديد خائبتين . (الرقم : ۱۳۸)

(ص/ ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۵۳، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ويستحب أن يستغفر ثلاثا ويقرأ آية الكرسي والمعوذات ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثا وثلاثين ، ويهمل تمام المائة ويدعو ويختم بسبحان ربك . (۲/ ۲۴۷، باب صفة الصلاة ، مطلب هل يفارقه المكان)

ما في ” مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي “ : (و) يستحب (أن يستقبل بعده) أي بعد التطوع ، وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل (الناس) إن شاء إن لم يكن في مقابلة =

سجدے میں دعا مانگنا

مسئلہ (۵۶): بعض لوگ نماز کے علاوہ صرف دعا کے لیے سجدہ کر کے دعا کرتے ہیں، جب کہ نبی کریم ﷺ سے جو سجدے میں دعا مانگنے کی روایات ملتی ہیں، اس سے مراد نفلوں میں دعائے ماثورہ کا مانگنا ہے، الگ سے سجدہ کر کے دعا مانگنا کسی حدیث سے ثابت نہیں^(۱)، نیز لوگوں کے سامنے اور فرض نمازوں کے بعد سجدے میں جا کر دعا مانگنا منع ہے، البتہ تنہائی میں سجدے میں گر کر دعا کرنے میں مضائقہ نہیں۔^(۲)

=مصل (ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين) بالأدعية المأثورة الجامعة لقول أبي أمامة قيل: يا رسول الله! أي الدعاء أسمع؟ قال: جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات (رافعي أيديه) حذاء الصدر، وبطنونها مما يلي الوجه بخشوع وسكون. (ص/۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۷، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار الواردة بعد صلاة الفرض)

ما في ”الكوكب الدرّي على الترمذي“: لا بدّ من اتیان الدعاء مستقلاً علی حدة فيعزز تارك الدعوات بعد الصلوات ولا يعذر علی تركها. (الكوكب). قال المحشي رحمه الله: ويغتنم الدعاء بعد المكتوبة وقيل السنة علی ما روي عن البقالي من أنه قال: الأفضل أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة. (۲/۲۹۱، أبواب الدعوات عن رسول الله ﷺ)

ما في ”مجموعة رسائل اللكنوي“: فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من مخصص مكروها. (۳/۴۹۰، رسالة سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول، السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ۲/۲۶۵، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة) ما في ”شرح الطيبي“: ان من أصر علی أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (۲/۴۴۶، كتاب الدعاء، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، تحت الرقم: ۹۴۶، مرقاة المفاتيح: ۳/۲۶)

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے رکوع کی حد

مسئلہ (۵۷): بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کے لیے رکوع کے وقت بہتر یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہو جاوے، لیکن اگر کمر اور سر کو تھوڑا سا جھکا دے، تو بھی اس کا رکوع ادا ہو جائے گا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أبي هريرة قال : كان النبي ﷺ يقول في سجوده : ” اللهم اغفر لي ذنبي كله ذقه وجله وأوله وآخره وعلانيته وسره “ . رواه مسلم . وعن عائشة رضي الله عنها قالت : فقدت رسول الله ﷺ ليلة من الفرائض فالتمسته فوقعت يدي على بطن قدميه وهو في المسجد وهما منصوبتان وهو يقول : ” اللهم إني أعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك وأعوذ بك منك ، لا أحصي ثناء عليك أنت كما أثنيت على نفسك “ رواه مسلم . (ص/ ۸۳ ، كتاب الصلاة ، باب السجود وفضله ، الفصل الأول ، صحيح مسلم : ۱/ ۱۹۱ ، ۱۹۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يقول في الركوع والسجود)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : (لكنها تكره بعد الصلاة) الضمير للسجدة مطلقا ، قال في شرح المنية آخر الكتاب عن شرح القدوري للزاهدي : أما بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه ، وما يفعل عقيب الصلاة فمكروه ، لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة ، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه . انتهى . وحاصله أن ما ليس لها سبب لا تكره ما لم يؤد فعلها إلى اعتقاد الجهلة سنيها كالتي يفعلها بعض الناس بعد الصلاة . (۲/ ۵۹۸ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب صلاة المسافرين ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۳۶ ، كتاب الصلاة ، قبيل الباب الرابع عشر في صلاة المريض) (آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۳/ ۵۰۳ ، جدید فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ، رقم الفتویٰ : ۳۸۳۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : وفي حاشية الفتال عن البرجندي : ولو كان يصلي قاعدا ينبغي أن يحاذي جبهته قدام ركبتيه ليحصل الركوع . اهـ . قلت : ولعله محمول على تمام الركوع ، وإلا قد علمت حصوله بأصل طأطأة : أي مع انحناء الظهر . =

ٹرین میں بیٹھ کر نماز

مسئلہ (۵۸): فرض نماز بغیر کسی شرعی مجبوری کے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے^(۱)، اس لیے ٹرین سے سفر کرنے کی صورت میں اگر بھیڑ ہو، تو کوشش کر کے کسی طرح جگہ نکال کر کھڑے ہو کر ہی پڑھنا چاہیے، اور عام طور پر لوگ نماز کے لیے جگہ دینے میں دشواری محسوس نہیں کرتے، اور اگر بھیڑ اتنی ہو کہ کھڑے ہو کر پڑھنے کی گنجائش نہ ہو، تو فی الحال بیٹھ کر پڑھ لیں، تاکہ نماز قضا نہ ہو، پھر بعد میں کھڑے ہو کر نماز کا اعادہ کر لیں۔^(۲)

= (۱۳۴/۱)، باب صفة الصلاة، بحث الركوع والسجود

ما في ”منحة الخالق على البحر الرائق“ : واختلفوا في حد الركوع ، ففي البدائع وأكثر الكتب : القدر المفروض من الركوع أصل الانحناء والميل ، وفي الحاوي : فرض الركوع انحناء الظهر ، وفي المنية المصلي : الركوع طأطة الرأس . وقال الشيخ ابراهيم في شرحها : طأطة الرأس أي خفضه مع انحناء الظهر لأنه هو المفهوم من وضع اللغة فيصدق عليه قوله تعالى : ”اركعوا“ وأما كماله فبانحناء الصلب حتى يستوي الرأس بالعجز محاذة وهو حد الاعتدال فيه . اهـ . كذا في حواشي نوح آفندي . (۱ / ۱ / ۵۱) ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، حلي كبير : ص / ۲۷۹ ، ۲۸۰ ، فرائض الصلاة ، الرابع الركوع ، بدائع الصنائع : ۱ / ۲۸۳ ، كتاب الصلاة ، فصل في أركان الصلاة ، ديوبند ، الفتاوى التاتارخانية : ۱ / ۳۱۴ ، كتاب الصلاة ، فصل في الركوع ، دار الايمان سہارنپور

(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۳ / ۳۶۰ ، جدید ، کتاب المسائل : ۱ / ۲۸۸ ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۲ / ۱۹۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التنوير مع الدر والرد“ : من تعذر عليه القيام لمرض حقيقي قبلها أو فيها أو حكمي بأن خاف زيادته أو ببطء برئه بقيامه أو دوران رأسه أو وجد لقيامه ألمًا شديدًا =

مقتدی قعدہ اخیرہ میں التحیات پوری پڑھے

مسئلہ (۵۹): امام کے پیچھے نماز میں قعدہ اخیرہ میں مقتدی کو بھی پوری التحیات پڑھنا ضروری ہے، اگر مقتدی کی التحیات پوری نہیں ہوئی، حتیٰ کہ امام نے سلام پھیر دیا، تو مقتدی التحیات پوری کر کے سلام پھیرے، ہاں! اگر دُرُود شریف یا دعا کا کچھ حصہ رہ جائے، تو اسے چھوڑ دے، اور امام کی متابعت میں سلام پھیر دے۔^(۱)

= صلی قاعدًا . (۲/۵۶۳، ۵۶۵، کتاب الصلاة، باب صلاة المريض)

ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : ان المريض إذا قدر على الصلاة قائماً بر كوع وسجود فإنه يصلي المكتوبة قائماً بر كوع وسجود فلا يجزيه غير ذلك .

(۱/۵۸۰، کتاب الصلاة، الفصل الحادي والثلاثون في صلاة المريض)

ما في ” البحر الرائق “ : القيام في الصلاة يجمع المفسرين وهو فرض في الصلاة للقادر عليه في الفرض وما هو ملحق به واتفقوا على ركنيته . (۱/۵۰۹، الصلاة، باب صفة الصلاة)

(۲) ما في ” البحر الرائق “ : الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة يتيمم ويصلي بالإيماء ثم يعيد إذا خرج رجل أراد أن يتوضأ فمنعه إنسان عن أن يتوضأ بوعيد،

قيل : ينبغي أن يتيمم ويصلي ثم بعد الصلاة بعد ما زال عنه ، لأن هذا عذر جاء من قبل العباد فلا يسقط الفرض الوضوء عنه . اهـ . فعلم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالى لا تجب

الإعادة ، وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة . (۱/۲۳۸، كتاب الطهارة، باب التيمم)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۹/۹، میرٹھ، ۵/۵۵۵، کراچی، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۶۸۲۳۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (ولو رفع الإمام رأسه قبل أن يتم المأموم التسيحات وجب متابعتة بخلاف سلامه قبل تمام المؤتم تشهد) فإنه لا يتابعه بعل يتمه لوجوبه ، ولو لم يتم جاز ، ولو سلم والمؤتم في أدعية التشهد تابعه لأنها سنة والناس عنه غافلون . در مختار .

وفي الشامية : قوله : (ولو لم يتم جاز) معناه : صح مع الكراهة التحريمية ويدل عليه =

نماز میں سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ

مسئلہ (۶۰): نماز میں دونوں جانب سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سلام کا آغاز اُس وقت کیا جائے جب چہرہ قبلے کی طرف ہو، اور اختتام، چہرہ دائیں یا بائیں پھیر کر کیا جائے، اور ظاہر ہے کہ جب پہلے سلام کا اختتام اُس وقت ہو، جب چہرہ دائیں جانب ہو، اور دوسرے سلام کا آغاز اس حالت میں ہو جب چہرہ قبلے کی طرف ہو، تو لامحالہ دونوں سلاموں میں چند سیکنڈ کا وقفہ ہوگا، اور یہ دونوں سلاموں میں فصل کے لیے کافی ہے، لہذا دوسرے سلام کے لیے چہرہ دائیں جانب سے قبلے کی طرف لانے کے بعد، مزید توقف کی ضرورت نہیں۔^(۱)

= ایضاً تعلیلہم بوجوب التشہد .

(۲/۱۹۹، ۲۰۰، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : إن أدرك الإمام في التشهد وقام الإمام قبل أن يتم المقتدي أو سلم الإمام في آخر الصلاة قبل أن يتم المقتدي التشهد، فالمختار أن يتم التشهد . كذا في الغياثية ولو سلم الإمام قبل أن يفرغ المقتدي من الدعاء الذي يكون بعد التشهد أو قبل أن يصلي على النبي ﷺ فإنه يسلم مع الإمام . (۱/۹۰، كتاب الصلاة، الفصل السادس فيما يتابع الإمام وفيما لا يتابعه) (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۲۹۱۸۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الكوكب الدرّي “ : كان يسلم تسليمة واحدة أي يأخذ فيها من تلقاء وجهه ويختتمها إذا مال وجهه إلى اليمين ، وكذا الحكم في تسليم اليسار . (۱/۱۲۰، أبواب الصلاة، قوله كان يسلم تسليمة واحدة) (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۲۸۲۸)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : (عن عائشة قالت : كان رسول الله ﷺ يسلم في الصلاة تسليمة تلقاء وجهه) أي يبدأ بالتسليم محاذة وجهه ، قال ابن حجر : أي يتدبّر بها وهو مستقبل =

السلام علیکم کی بجائے سلام علیکم کہہ کر سلام پھیرنا

مسئلہ (۶۱): بعض ائمہ کرام نماز کے ختم پر دونوں جانب سلام پھیرتے وقت ”سلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہہ کر نماز ختم کرتے ہیں، اور بعض پہلا سلام تو ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہہ کر پھیرتے ہیں، مگر دوسرا سلام ”سلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہہ کر پھیرتے ہیں، حالانکہ دونوں سلاموں میں ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہنا چاہیے، کیوں کہ یہی سنت طریقہ ہے، لہذا اس کا خیال رکھنا چاہیے، اور پورے ہوش کے ساتھ صحیح تلفظ کرتے ہوئے نماز پڑھانا چاہیے۔^(۱)

= القبلة (ثم یمیل إلى الشق الأيمن شيئاً) أي یسیرا حتی یری بیاض خده یعنی ثم یمیل إلى الشق الأيسر شيئاً یسیرا حتی یری بیاض خده كما يدل عليه سائر الأحادیث .

(۳/۳۲، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الثالث، تحت الرقم: ۹۵۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”سنن أبي داود“ : عن عبد الله أن النبي ﷺ كان یسلم عن یمینه وعن شماله حتی یری بیاض خده : ”السلام علیکم ورحمة الله . السلام علیکم ورحمة الله“ .

(ص/۱۳۳)، کتاب الصلاة، باب فی السلام، الرقم: ۹۹۶، الکافی فی الفقه الحنفی : ۱/۲۵۰، الفصل الثالث، واجبات الصلاة)

ما فی ”فتح القدير“ : ثم یسلم عن یمینه فیقول : السلام علیکم ورحمة الله، وعن یساره مثل ذلك . (۱/۳۲۷، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

ما فی ”البحر الرائق“ : ثبت وجوبه بالسنة للمواظبة وهو علی وجه الأكمل أن یقول : السلام علیکم ورحمة الله مرتین فإن قال : السلام علیکم أو السلام أو سلام علیکم أو علیکم السلام أجزاءه وكان تاركاً للسنة . (۱/۵۸۰، باب صفة الصلاة، الاختیار لتعلیل المختار : ۱/۱۸۷، باب الأفعال فی الصلاة) =

رکوع اور سجدے کی تسبیح سنت ہے

مسئلہ (۶۲): رائج قول کے مطابق حنفیہ کے یہاں رکوع اور سجدے کی تسبیح سنت ہے، اور تین مرتبہ پڑھنا بھی سنت ہے، حنفیہ کا رائج قول یہی ہے۔ دوسرا قول حنفیہ کے یہاں ایک مرتبہ کہنے کے وجوب کا بھی ہے، کہ ایک مرتبہ کہنا واجب ہے۔ بعض حضرات ائمہ مساجد اس سلسلے میں افراط و تفریط کے شکار ہیں، بعض اتنی جلدی رکوع پورا کرتے ہیں کہ مقتدی تین تسبیحات بھی نہیں پڑھ پاتے، اور بعض اتنا لمبا رکوع کرتے ہیں کہ مقتدیوں کی تین تسبیحات ختم ہو جاتی ہیں، مگر امام صاحب کی تسبیحات ختم نہیں ہوتیں، بسا اوقات تو وہ مقتدی جن کی کمر میں تکلیف ہوتی ہے، اور زیادہ دیر تک رکوع کی حالت میں نہیں رہ سکتے، اپنے اس امام کے لیے ہدایت کی دعا میں لگ جاتے ہیں، اور بعض اُس مسجد میں آنا چھوڑ دیتے ہیں، لہذا حضرات ائمہ مساجد کو سنت طریقے پر نماز پڑھانا چاہیے، اور مقتدیوں کا پاس و لحاظ رکھنا چاہیے؛ کہ اُن میں مریض، ضعیف اور ضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں، اس لیے بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ امام کو پانچ دفعہ تسبیحات پڑھنی چاہیے، تاکہ تیز پڑھنے والوں کو زیادہ انتظار کرنا نہ پڑے، اور آہستہ پڑھنے والوں کی تین تسبیحات پوری ہو جائیں، ہاں! البتہ اپنی انفرادی نماز میں رکوع

= ما في " الفتاوى الهندية " : المختار أن يكون السلام بالألف واللام ، وكذلك في التشهد . كذا في الظهيرية . (۷۱ / ۷۱) ، كتاب الصلاة ، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها

و کیفیتہا) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، قم الفتویٰ: ۲۸۹۲۵)

و سجود میں زائد تسبیحات پڑھنے، اور رکوع و سجود کو لمبا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ ائمہ حضرات ایسا نہیں کرتے، امید کہ وہ اس جانب توجہ فرمائیں گے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : والحاصل أن في تثليث التسبيح في الركوع والسجود ثلاثة أقوال عندنا ، أرجحها من حيث الدليل الوجوب تخريجا على القواعد المذهبية ، فينبغي اعتمادها كما اعتماد ابن الهمام ومن تبعه رواية وجوب القومة والجلسة والطأينة فيهما كما مرّ ، وأما من حيث الرواية فالأرجح السنية لأنها المصرح بها في مشاهير الكتب ، وصرحوا بأنه يكره أن ينقص عن الثلاث ، وأن الزيادة مستحبة بعد أن يختم على وتر خمس أو سبع ما لم يكن إمامًا فلا يطول ، وقدمنا في سنن الصلاة عن أصول أبي اليسر أن حكم السنة أن يندب إلى تحصيلها ويلام على تركها مع حصول اتم يسير ، وهذا يفيد أن كراهة تركها فوق التنزيه وتحت المكروه تحريمًا وفي المنية : ويكره للإمام أن يعجلهم عن إكمال السنة ، ونقل في الحلية عن عبد الله بن المبارك وإسحاق وإبراهيم والثوري أنه يستحب للإمام أن يسبح خمس تسبيحات ليدرک من خلفه الثلاث .

(۲/۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، باب صفة الصلاة، قبيل مطلب في إطالة الركوع للجائي)

ما في ” حلي كبير “ : ويقول في ركوعه سبحان ربي العظيم ثلاثا وذلك أدناه ، وإن زاد فهو أفضل وأنه يختم على وتر وإن اقتصر على مرة أو ترك بالكلية جازت صلاته ويكره . وروي عن أبي مطيع البلخي أن تسبيح الركوع والسجود ركن لو تركه لا تجوز صلاته ، ولا ينبغي للإمام أن يطيل التسبيح على وجه يمل به القوم لأنه سبب التفسير وأنه مكروه ، لأنه مؤد إلى حرمان المسلمين الثواب الموعود على الصلاة بالجماعة ، وفي رواية : إذا صلى أحدكم بالناس فليخفف ؛ فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير ، وإذا صلى لنفسه فليطول ما شاء واعلم أن التطويل المكروه وهو الزيادة على قدر أدنى السنة عند ملل القوم حتى ان رضوا بالزيادة لا يكره ، وكذا إذا ملوا من قدر أدنى السنة لا يكره ، وليس المراد =

= بالتخفيف الإخلال بالواجب أو السنة لغير ضرورة كما يفعله الكثير من ائمة زماننا محتجين بلفظ هذا الحديث مع الغفلة عن معناه كما قرناه ، وعن قول أنس أخف ولا أتم حيث وصف صلاته عليه الصلاة والسلام بالاتمية مع التخفيف وهل توصف بالاتمية صلاة ترك فيها شيء من الواجبات أو السنن ومن لم يجعل الله له نورا فما له من نور .

(ص/ ٣١٦ ، ٣١٧ ، صفة الصلاة)

ما في ”فتح القدير“ : فإن الركوع والسجود يجوز بدون هذا الذكر إلا على قول أبي مطيع ، يعني تلميذ أبي حنيفة . (٣٠٣/١ ، باب صفة الصلاة)

ما في ”الموسوعة الفقهية“ : ومذهب الحنفية أن التسبيح في الركوع سنة وأقله ثلاث ، فإن ترك التسبيح أو نقص عن الثلاث كره تنزيها ، والزيادة على الثلاث للمفرد أفضل بعد أن يختم على وتر ولا يزيد على الإمام على وجه يمل به القوم . وقيل : إن تسبيحات الركوع والسجود واجبات . (١٣٢/٢٣ ، ركوع ، التسبيح في الركوع)

ما في ”مجمع الأنهر“ : وقالوا : ينبغي للإمام أن يقول خمسا ليتمكن القوم من الثلاث .

(١٣٥/١ ، باب في صفة الصلاة ، فصل)

(كتاب الفتاوى: ٣/١٧٧، فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ٨٢٦٨)

مفسدات الصلوٰۃ ومکروہاتھا

تنگ وچست پینٹ شرٹ پہن کر نماز

مسئلہ (۶۳): اتنی تنگ اور چُست پینٹ شرٹ کہ اُس کو پہننے کے بعد مخصوص اعضا کی بناوٹ اور حجم (یعنی جسامت) نمایا ہوتی ہو، پہننا شرعاً درست نہیں ہے، ہاں! اگر پینٹ شرٹ اتنی ڈھیلی ڈھالی ہو کہ اس کو پہننے کے بعد مخصوص اعضا کی بناوٹ اور حجم (یعنی جسامت) نمایا نہ ہوتی ہو، اور پینٹ ٹخنوں کے نیچے نہ ہو، تو اس کو پہننا جائز ہے، مگر پھر بھی ہمارے ملک میں شلوار، قمیص، گرتہ، شیروانی اور پاجامہ کا استعمال؛ اسلامی اور مہذب لباسوں میں شمار ہوتا ہے، اور عام طور پر علماء و صلحاء اور متقی و پرہیزگار لوگوں کا لباس یہی ہے، لہذا اس لباس کا پہننا بہتر و مستحب ہے، مگر افسوس صد افسوس! کہ آج کل ہمارے نوجوان نہایت چُست و تنگ پینٹ شرٹ، یا ہاف آستین والا ٹی شرٹ پہن کر نماز پڑھتے ہیں، کہ جب رکوع یا سجدے میں جاتے ہیں، تو یا تو اُن کے ستر کا بعض حصہ کھل جاتا ہے، یا پوری طرح سے نمایاں ہو جاتا ہے، لہذا اس کی اصلاح انتہائی ضروری ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : قوله تعالى : ﴿ولا تتركوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ .

(سورة هود : ۱۱۳)

ما في ” البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي “ : والنهي متناول لانحطاط في هواهم والانقطاع

إليهم ومصاحبتهم ومجالستهم وزيارتهم ومداهنتهم والرضا بأعمالهم والتشبه بهم =

والتزبي بزيبهم ومد العين إلى زهرتهم وذكرهم بما فيه تعظيم لهم .

(۳۵۰/۵، روح المعاني للآلوسي : ۳۳۱/۷)

ما في ” حاشية القونوي على تفسير البيضاوي “ : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، والركون المحبة والميل بالقلب ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ؛ قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى ميل ، فإن الركون هو الميل اليسير كالتزبي بزيبهم وتعظيم ذكرهم . (۲۲۶/۱۰ ، التفسير المظهری : ۴/۳۳۰)

ما في ” معارف القرآن شفیعی “ : حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ” مراد ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اور ان کا کہنا نہ مانو “، ابن جریج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ” ظالموں کی طرف کسی طرح کا بھی میلان نہ رکھو “، ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ” ان کے اعمال و افعال کو پسند نہ کرو “ [قرطبی] ، سدّی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ” ظالموں سے مدافعت نہ کرو، یعنی ان کے برے اعمال پر سکوت یا رضا کا اظہار نہ کرو “، عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ” ظالموں کی صحبت میں نہ بیٹھو “، قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ” شکل و صورت اور فیشن اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا یہ سب اسی ممانعت میں داخل ہے “۔ (۶۷۳/۴)

ما في ” سنن أبي داود “ : ” من تشبه بقوم فهو منهم “ .

(ص / ۵۵۹ ، کتاب اللباس ، باب لبس الشهرة)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : قوله صلی اللہ علیہ وسلم : (من تشبه بقوم فهو منهم) . أي من شبه نفسه بالكفار ، مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق والفسحاء أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار .

(۲۲۲/۸ ، کتاب اللباس ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۴۳۴۷)

ما في ” موسوعة تكملة فتح الملهم “ : إن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة ، لا يجوز لبسه لمسلم إذا قصد به التشبه بهم “ . (۷۷/۱۰ ، کتاب اللباس والزينة)

ما في ” بذل المجهود “ : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۵۹/۱۲ ، مرقاة المفاتيح : ۲۲۲/۸ ، کتاب اللباس والزينة)

(شرح عقود رسم المفتی : ص / ۱۷۵ ، فتاویٰ بنوریہ ، رقم الفتویٰ : ۹۷۵۵)

چہرے پر نقاب ڈال کر نماز

مسئلہ (۶۴): عورت کے لیے چہرے پر نقاب ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ ہے^(۱)، اس لیے عورت سفر میں اسٹیشن یا کسی عوامی مقام پر نماز پڑھنا چاہیے، تو اگر ایسی تنہائی کی جگہ مل جاتی ہے جہاں وہ چہرہ کھول کر نماز ادا کر لے، اور کسی غیر محرم کی نظر بھی اس پر نہ پڑے، تو اسے چہرہ کھول کر نماز ادا کرنا چاہیے، اور اگر ایسی کوئی جگہ نہ مل سکے، تو اسے چاہیے کہ چہرہ پر حجاب کی حالت میں ہی نماز پڑھ لے، کیوں کہ شریعت میں پردہ کا معاملہ زیادہ سخت ہے^(۲)، بہ نسبت اس کے کہ کسی مکروہ کا ارتکاب کیا جائے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” کتاب الآثار لأبي يوسف “ : عن أبي يوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن ابراهيم أنه كان يكره أن يغطي الرجل فاه وهو في الصلاة ، ويكره أن تصلي المرأة وهي متقبية . (۱ / ۳۰ ، باب افتتاح الصلاة ، الرقم : ۱۲۸ ، بيروت ، من موقع المكتبة الشاملة)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأُزَوِّجَكُ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبَهُنَّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قال أبو بكر : هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبية ، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهن . (۳ / ۲۸۶)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري رضي الله تعالى عنه ، عن أبيه أنه سمع رسول الله ﷺ يقول ، وهو خارج من المسجد ، فاختلط الرجال مع النساء في الطريق فقال رسول الله ﷺ للنساء : ” استأخرن ، فإنه ليس لكن أن تخفقن الطريق ، عليكن بحافات الطريق ، فكانت المرأة تلصق بالجدار ، حتى أن ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها =

نماز میں چھہر مارنا، اور اس کا خون کپڑے یا جسم پر لگ جانا

مسئلہ (۶۵): بحالت نماز چھہر مارنا مکروہ ہے ^(۱)، اگر کسی نمازی نے ماریا، اور

چھہر کا خون جسم پر یا کپڑے پر پھیل گیا، تو اس سے اُس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اور نہ نماز فاسد ہوگی، کیوں کہ چھہر کا خون دم سائل نہ ہونے کی وجہ سے ناپاک نہیں ہے۔ ^(۲)

=بہ“ . (ص/۱۲، ۱۵، ۱۵، کتاب الأدب، باب في مشي النساء مع الرجال في الطريق،
قدیمی) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۵۶۹۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : في الحجة : ويكره أن يذب بيده الذباب والبعوض إلا عند الحاجة بعمل قليل . كذا في التاتارخانية . وكل عمل قليل بغير عذر فهو مكروه . كذا في البحر الرائق . (۱/۱۰۹)، كتاب الصلاة، الباب السابع، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره، الفتاوى التاتارخانية: ۱/۳۵۴، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في بيان ما يكره للمصلي أن يفعل في صلوته وما لا يكره)

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ودم البق والبراغيث والقمل والكتان طاهر وإن كثر . كذا في السراج الوهاج .

(۱/۴۶، كتاب الطهارة، الباب السابع، الفصل الثاني في الأعيان النجسة)

ما في ” البحر الرائق “ : فإن أخذ قملة في الصلاة كره له أن يقتلها لكن يدفنها تحت الحصى وهو قول أبي حنيفة ولعل أبا حنيفة إنما اختار الدفن على القتل لما فيه من النزاهة عن إصابة دمهما ليد القاتل أو في ثوبه في هذه الحالة وإن كان ذلك معفو عنه .

(۲/۵۴، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رد المحتار: ۲/۴۲۳، باب

ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، قبيل مطلب في بيان السنة والمستحب والمندوب الخ)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۸۹۲۵)

صرف بنیان و شلواری پہن کر نماز

مسئلہ (۶۶): صرف بنیان اور شلواری پہن کر ذکر اور دُرُود شریف پڑھنا جائز ہے، البتہ نماز چوں کہ انتہائی عظیم الشان عبادت ہے، اس لیے اس کے شرائط و آداب کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، اور کھلی آستین والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے سے، نماز میں کراہت آتی ہے، اس لیے بنیان اور کھلی آستین والی ٹی شرٹ وغیرہ پہن کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو صلى رافعا كميته إلى المرفقين كره . كذا في فتاوى قاضي خان . (۱۰۶/۱) ، كتاب الصلاة ، الباب السابع ، الفصل الثاني فيما يكره الصلاة وما لا يكره ، فتاوى قاضي خان : ۶۶/۱ ، كتاب الصلاة ، فصل فيما يفسد الصلاة ، رد المحتار : ۴۰۶/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح : ص/ ۳۳۹ ، كتاب الصلاة ، فصل في المكروهات)
ما في ” فتح القدير “ : ويتضمن كراهة كون المصلي مشمرا كميته .

(۲۲۴/۱) ، كتاب الصلاة ، فصل ويكره للمصلي الخ)

ما في ” البحر الرائق “ : ويدخل أيضًا في كف الثوب تشمير كميته كما في فتح القدير .

(۴۲/۲) ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(فتاوى محمودية : ۱۱/ ۸۶-۱۰۰ ، فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۵۴۲۸۳)

قعدہ اخیرہ میں تشهد کے بعد وضو ٹوٹ گیا

مسئلہ (۶۷): اگر کسی مصلیٰ کا قعدہ اخیرہ میں تشهد کے بعد، دُرود شریف یا دعائے ماثورہ پڑھنے کے دوران، یا ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد دوسری طرف سلام پھیرنے سے پہلے، یا پہلے سلام ہی میں، وضو ٹوٹ گیا، تو نماز ہوگئی، البتہ چوں کہ نماز کے اخیر میں دونوں طرف سلام پھیرنا واجب ہے، اس لیے شرائط پنا کی رعایت کے ساتھ وضو کر کے، دونوں طرف یا صرف دوسری طرف سلام پھیرنا واجب ہوگا، ورنہ نماز واجب الاعداد ہوگی۔ اور اگر دوسری طرف سلام پھیرنے کے دوران، لفظ ”السلام“ کے بعد وضو ٹوٹا، تو چوں کہ صرف لفظ ”السلام“ واجب ہے، ”علیکم ورحمۃ اللہ“ واجب نہیں، اس لیے اس صورت میں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، نماز مکمل طور پر ادا ہوگئی، کیوں کہ یہاں وضو، نماز کے مکمل ہونے کے بعد ٹوٹا ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التنوير مع الدر والرد“ : (ولفظ السلام) مرتين ، فالثاني واجب على الأصح . برهان . دون عليكم . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (دون عليكم) فليس بواجب عندنا . (۱۶۲/۲) ، باب صفة الصلاة ، مطلب لا ينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية) ما في ”الموسوعة الفقهية“ : وقال الحنفية : الخروج من الصلاة بلفظ السلام ليس فرضا بل هو واجب ، لأن النبي ﷺ لما علم ابن مسعود رضي الله عنه التشهد قال له : ”إذا قلت هذا فقد قضيت صلاتك“ إن شئت أن تقوم فقم وإن شئت أن تقعد فاقعد ، فلم يأمره بالخروج من الصلاة بالسلام والواجب عندهم تسليمتان : الأولى عن يمينه ، فيقول : السلام عليكم ورحمة الله ، وليسلم عن يساره كذلك وأقل ما يجزئ في لفظ السلام =

موبائل فون میں فوٹو کھلا ہوا ہو تو نماز مکروہ ہوگی

مسئلہ (۶۸): بعض لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ ہمارے جیب میں موبائل فون ہوتا ہے، جس میں بسا اوقات اجنبیہ عورت کی تصویر اور گانے وغیرہ ہوتے ہیں، تو اس سے نماز پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ جواباً عرض ہے کہ:- موبائل بند ہونے کی صورت میں فوٹو اور گانے سب ڈھکے چھپے رہتے ہیں، ایسی حالت میں جیب میں موبائل فون رہنے سے، نماز میں کوئی فرق نہیں آتا^(۱)، ہاں! جب موبائل فون کھلا ہوا ہو، اور اس کا فوٹو سامنے ظاہر میں دکھائی دے رہا ہو، تو ایسی حالت میں نماز مکروہ ہوگی^(۲)، البتہ اپنے موبائل فون میں اجنبیہ عورتوں کی تصویریں اور گانے رکھنا مستقل گناہ ہے^(۳)، لہذا اس سے توبہ واجتناب ضروری ہے۔^(۴)

=مرتین عند الحنفیة "السلام" دون قوله "علیکم" .

(۱/۱۱۶/۳، تسلیم، التسلیم للخروج من الصلاة)

ما فی "البحر الرائق" : (ولفظ السلام) للمواظبة علیہ والخروج من الصلاة یحصل عندنا بمجرد لفظ السلام ولا یتوقف علی قوله "علیکم" .

(۱/۵۲۵، باب صفة الصلاة، تبیین الحقائق: ۱/۳۲۲، ۳۲۳، باب صفة الصلاة)

ما فی "التنویر مع الدر والرد" : (لها واجبات) لا تفسد بتركها وتعاد وجوبا فی العمدة والسهو إن لم یسجد له . (۲/۱۲۶، ۱۲۷، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۰۷۳۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی "الدر المختار مع الشامیة" : قال فی البحر : ومفاده کراهة المستبین لا المستتر بکیس أو صرة أو ثوب آخر . (۲/۴۱۸، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب=

= إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره أن يصلي وبين يديه أو فوق رأسه أو على يمينه أو على يساره أو في ثوبه تصاوير .

(۱/ ۱۰۷) ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره ، فتاوى قاضي خان : ۵۸/ ۱ ، باب الحدث في الصلاة وما يكره فيها وما لا يكره

ما في " رد المحتار " : وفي البحر قالوا : وأشدّها كراهة ما يكون على القبلة أمام المصلي ، ثم يكون فوق رأسه ، ثم ما يكون عن يمينه ويساره على الحائط ، ثم ما يكون خلفه على الحائط أو الستر . (۲/ ۳۱۷) ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة الخ (فتاوى دارالعلوم دابویند ، رقم الفتوى : ۵۱۵۸۳)

ما في " البحر الرائق " : وهو يفيد أن المستبين في الخاتم تكره الصلاة معه ، ويفيد أنه لا يكره أن يصلي ومعه صرة أو كيس فيه دنانير أو دراهم فيها صور صغار لاستنارها .

(۲/ ۲۸) ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي طلحة رضي الله عنهم قال : قال النبي ﷺ : " لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلبٌ ولا تصاويرُ " .

(۲/ ۸۸۰) ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، رقم الحديث : (۵۹۳۹)

ما في " فتح الباري " : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد ، وسواء صنعه لما يمتن أم لغيره فصنعه حرام بكل حال .

(۱۰/ ۲۷۱) ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، تحت الرقم : (۵۹۵۰)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وفي البرازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام : استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذذ بها كفر ، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع ، لما روي أنه عليه الصلاة والسلام " أدخل أصبعه في أذنه عند سماعه " . (۹/ ۵۰۳) ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس

(۴) ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة ، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها ، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة . (۹/ ۱۲) ، كتاب التوبة ، باب في الحض على التوبة والفرح بها

ماں یا باپ کے بلانے پر نماز توڑ دینا

مسئلہ (۶۹): اگر آدمی فرض نماز میں ہے، اور ماں باپ میں سے کوئی، کسی خاص ضرورت و مدد کے لیے اُسے آواز دے، تو اُسے چاہیے کہ نماز توڑ کر اُن کے پاس جائے، اور اگر کسی سخت ضرورت و مدد کے لیے نہ پکار رہے ہوں، تو فرض نماز توڑنا جائز نہیں، اور اگر آدمی نفل نماز میں ہے اور انہیں معلوم نہیں کہ بیٹا نماز میں ہے، تو اُن کے پکارنے اور آواز دینے پر نفل نماز توڑ کر اُن کے پاس جائے، اور اگر انہیں معلوم ہے کہ بیٹا نماز میں ہے، تو اُن کے پکارنے اور آواز دینے پر، نماز نہ توڑ کر اُن کے پاس نہ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اس صورت میں بھی اولیٰ یہ ہے کہ نماز توڑ کر اُن کے پاس جائے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ويجب لإغاثة ملهوف وغريق وحريق ، لا لنداء أحد أبويه بلا استغاثة إلا في النفل ، فإن علم أنه يصلي لا بأس أن لا يجيبه ، وإن لم يعلم أجاهه . در مختار . وفي الشامية : قلت : لكن ظاهر الفتح أنه نفي للجواز وبه صرح في الإمداد بقوله : أي لا يجوز قطعها بنداء أحد أبويه من غير استغاثة وطلب إعانة ، لأن قطعها لا يجوز إلا لضرورة ، وقال الطحاوي : هذا في الفرض ، وإن كان في نافلة إن علم أحد أبويه أنه في الصلاة وناداه لا بأس أن لا يجيبه ، وإن لم يعلم بجيبه فإن علم لا تجب الإجابة ، لكنها أولى كما يستفاد من قوله : ” لا بأس بالخ “ . (۲ / ۲۶۶ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، قبيل مطلب في أحكام المسجد ، حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح : ص / ۳۷۱ ، ۳۷۲ ، فصل فيما يوجب قطع الصلاة وما يجيزه وغير ذلك ، الفتاوى الهندية : ۱ / ۱۰۹ ، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها ومما يتصل بذلك مسائل)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۳ / ۵۷۳ ، جدید فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ، رقم الفتویٰ : ۴۳۶۵۴)

معذور شخص کی بغیر وضو اور تیمم کے نماز

مسئلہ (۷۰): ایسا اپنا ہی شخص جو تیمم پر بھی قدرت نہیں رکھتا، اُسے چاہیے کہ دوسرے کسی کی مدد لے، جو اُسے وضو کرا دے، یہ ممکن نہ ہو تو تیمم کرا دے، اور یہ شخص اشارے سے نماز پڑھ لے، صرف فرض نماز ادا کرے، تو بھی کافی ہے، اور اگر کوئی وضو یا تیمم کرانے والا نہ ملے، اور خود بھی کسی طرح وضو یا تیمم پر قادر نہ ہو، تو ایسے ہی بغیر وضو اور تیمم کے نماز پڑھ لے، اصح قول کے مطابق اس کی نماز ہو جائے گی۔^(۱)

معذور شرعی کی نماز

مسئلہ (۷۱): معذور شرعی وہ کہلاتا ہے، جس کو نماز کے پورے وقت سے اتنا وقت نہ ملے کہ وہ وضو کر کے صرف فرض نماز ادا کر سکے، اور اس میں اس کو وہ عذر لاحق نہ ہو، لہذا اگر کسی شخص کو گیس کی بیماری ہو، اور وقفہ وقفہ سے گیس خارج ہوتی رہتی ہو، اور اُسے نماز کے پورے وقت سے اتنا وقت بھی نہ ملتا ہو کہ وہ وضو کر کے صرف فرض نماز ادا کر سکے، اور اس کو گیس خارج نہ ہو، تو یہ معذور شرعی ہے، اس

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : من قطعت يده ورجلاه وبوجهه جراحة يصلي بلا وضوء ولا يتيمم ولا يعيد ، قال بعض الأفاضل في الأصح . (۱ / ۱۸۵ ، كتاب الطهارة)
 ما في ” الفتاوى الهندية “ : قال الشيخ الإمام محمد بن الفضل رحمه الله : رأيت في الجامع الصغير للكرخي أن مقطوع اليدين والرجلين إذا كان بوجهه جراحة يصلي بغير طهارة ولا يتيمم ولا يعيد ، وهذا هو الأصح . كذا في الظهيرية . (۱ / ۳۱ ، كتاب الطهارة ، الباب الرابع في التيمم ، الفصل الثالث في المتفرقات) (فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۳۰۹۰۵)

کے لیے حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت داخل ہونے پر وضو کر لے، اور پورے وقت میں اس وضو سے جتنی فرض، نفل، ادا، اور قضا نمازیں پڑھنا چاہے، اور قرآن کریم وغیرہ کی تلاوت کرنا چاہے، کر سکتا ہے۔ گیس کے خارج ہونے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، البتہ وقت کے نکل جانے سے، یا اس عذر کے علاوہ کسی اور حدث کے پیش آجانے سے، اس کا وضو ختم ہو جائے گا۔ اور جب ایسی حالت آجائے کہ نماز کے پورے وقت میں ایک مرتبہ بھی یہ عذر پیش نہ آئے، یعنی گیس خارج نہ ہو، یا اتنی گنجائش مل جاتی ہو کہ ہر وقت میں اس عذر کے بغیر فرض نماز پڑھ سکتا ہو، تو یہ معذور باقی نہ رہے گا، اور گیس کا خارج ہونا، اس کے حق میں ناقض وضو ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي “ : (تنوضاً المستحاضة ومن به عذر كسلس بول أو استطلاق بطن) وانفلات ریح (لوقت كل فرض ويصلون به) أي بوضوئهم في الوقت (ما شأوا من الفرائض) وما شأوا من (النوافل) والواجبات كالوتر والعيد وصلاة جنازة وطواف ومسّ مصحف (ويبطل وضوء المعذورين) إذا لم يطرأ ناقض غير العذر (بخروج الوقت فقط ولا يصير معذوراً حتى يستوعبه العذر وقتاً كاملاً ليس فيه انقطاع) لعذره (بقدر الوضوء والصلاة) إذ لو وجد لا يكون معذوراً (وهذا) الاستيعاب (شرط ثبوته) أي العذر (وشرط دوامه وجوده في كل وقت بعد ذلك ولو مرة وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن كونه معذوراً خلوّ وقت كامل عنه) بانقطاعه حقيقة، فهذه الثلاث شروط الثبوت والدوام والانقطاع . (ص/ ۶۰، ۶۱، كتاب الطهارة، قبيل باب الأنجاس والطهارة عنها، التنوير مع الدر والرد : ۱/ ۴۳۷، ۴۳۸، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور، مجمع الأنهر : ۱/ ۸۲، باب الحيض، فصل في المعذور)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۲، ۲۳۳، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۵۸۷)

مقتدی تکبیراتِ انتقال نہ کہے تو؟

مسئلہ (۷۲): عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب امام ایک رُکن سے دوسرے رُکن کی طرف منتقل ہوتے وقت ”اللہ اکبر“ کہتا ہے، اور رکوع یا سجدے میں جاتا ہے، تو مقتدی یوں ہی ”اللہ اکبر“ کہے بغیر، اس کے ساتھ رکوع و سجدے میں چلے جاتے ہیں، حالاں کہ تکبیراتِ انتقال؛ یعنی ایک رُکن سے دوسرے رُکن کی طرف منتقل ہونے کی تکبیرات، جس طرح امام کے لیے بہ آواز بلند کہنا سنت ہے، اسی طرح مقتدیوں کے لیے آہستہ کہنا سنت ہے، اس سنت کا اہتمام ہونا چاہیے^(۱)، البتہ اگر کوئی مقتدی کسی وجہ سے نہ کہہ سکا، تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، کیوں کہ اس نے سنت کو چھوڑا ہے، اور سنت کے چھوڑنے سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے، اور نہ ہی سجدہ سہولاً لازم ہوتا ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التنوير مع الدر والرد“ : (وسننها رفع اليدين للتحريمة ونشر الأصابع ، وجهر الإمام بالتكبير) بقدر حاجته للإعلام بالدخول والانتقال ، وكذا بالتسميع والسلام ، وأما المؤتمر والمنفرد فيسمع نفسه . (۲/۱۷۰ - ۱۷۲ ، باب صفة الصلاة ، مطلب سنن الصلاة)

ما في ”البحر الرائق“ : قوله : (وجهر الإمام بالتكبير) لحاجته إلى الإعلام بالدخول والانتقال ، قيد بالإمام ؛ لأن المأموم والمنفرد لا يسن لهما الجهر به ، لأن الأصل في الذكر الإخفاء ولا حاجة لهما إلى الجهر . (۱/۵۲۸ ، باب صفة الصلاة)

ما في ”الفتاوى التاتارخانية“ : والتكبير إذا انحط للرکوع وإذا رفع الرأس سنة .

(۱/۳۱۸ ، کتاب الصلاة ، سنن الصلاة)

(۲) ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : ترك السنة لا يوجب فسادا ولا سهوا بل اساءة =

بارش کی چھینٹیں کپڑوں سے دھوئے بغیر نماز

مسئلہ (۷۳): بسا اوقات بارش کے موسم میں نماز کو جاتے وقت راستے میں بھرے پانی کی چھینٹیں کپڑوں پر آجاتی ہیں، ضرورتاً یہ معاف ہیں، ان کے دھوئے بغیر بھی نماز ہو جائے گی۔^(۱)

= لو عامدا غیر مستحف . در مختار . وفي الشامية : فلو غير عامد فلا إساءة أيضا .

(۱۷۰/۲) ، باب صفة الصلاة ، مطلب سنن الصلاة)

ما في " حلي كبير " : فلا يجب بترك السنن والمستحبات كالتعوذ والتسمية والثناء والتأمين وتكبيرات الانتقالات . (ص/۷۵۵) ، فصل في سجود السهو ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۶۱ ، الباب الثاني عشر في سجود السهو)

ما في " معارف السنن " : قال الراقم : تكبيرات الانتقالات سنة عند الجمهور ، قال ابن المنذر : وبه قال أبو بكر الصديق وعمر وجابر وقيس بن عباد والشعبي والأوزاعي وسعيد بن عبد العزيز ومالك والشافعي وأبو حنيفة ، ونقله ابن بطلال أيضا عن عثمان وعلي وابن مسعود وابن عمر وأبي هريرة وابن الزبير ومكحول والنخعي وأبي ثور .

(۲/۴۳۶) ، باب ما جاء في التكبير عند الركوع والسجود)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۳/۳۵۴ ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ، رقم الفتویٰ : ۶۷۱-۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي الفيض : طين الشوارع عفو وإن ملأ الثوب للضرورة ولو مختلطاً بالعدرات وتجوز الصلاة معه .

(۱/۵۳۰ ، ۵۳۱) ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس ، مطلب في العفو عن طين الشارع)

ما في " الفتاوى الهندية " : رجل أصابه طين أو مشى فيه ولم يغسل قدميه وصلّى يجزيه ما لم يكن فيه أثر النجاسة إلا أن يحتاط . كذا في فتاوى قراخاني عن الواقعات الحسامية .

(۱/۴۷) ، كتاب الطهارة ، الباب السابع في النجاسة وأحكامها ، الفصل الثاني في الأعيان

النجاسة (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ، رقم الفتویٰ : ۵۱۷۵۴)

باب السنن والنوافل

نماز وتر میں سورۃ نصر، سورۃ لہب اور سورۃ اخلاص کی تلاوت

مسئلہ (۷۴): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وتر کی نماز میں سورۃ نصر، سورۃ لہب اور سورۃ اخلاص پڑھنے سے بہت ساری بیماریوں سے شفا ملتی ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ وتر میں ان کو معین کر لینا مکروہ ہے^(۱)، البتہ حدیث شریف میں، وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ، دوسری میں سورۃ کافرون اور تیسری میں سورۃ اخلاص پڑھنے کا ذکر ملتا ہے^(۲)، انہیں پڑھنا چاہیے، مگر اس کی بھی عادت نہیں بنانا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التنوير مع الدر والرد“ : (ولا يتعين شيء من القرآن لصلوة على طريق الفريضة ويكره التعيين) كالسجدة وهل أتى لفجر كل جمعة ، بل يندب قراءتهما .

(۲/۲۶۵، باب صفة الصلوٰۃ ، مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية)

ما في ”البحر الرائق“ : قوله : (ولم يتعين شيء من القرآن لصلوة) لإطلاق قوله تعالى : ﴿فأقرؤوا ما تيسر من القرآن﴾ أراد بعدم التعيين عدم الفريضة وأشار إلى كراهة تعيين سورة لصلوة لما فيه من هجر الباقي وإيهام التفصيل كتعيين سورة السجدة وهل أتى على الإنسان في فجر كل جمعة ، وسبح اسم ربك وقل يا أيها الكفرون و قل هو الله أحد في الوتر ، كذا في الهداية وغيرها ، وظاهر أن المداومة مكروهة مطلقا أما لو قرأ للتيسير عليه أو تبركا بقراءته صلواته فلا كراهة لكن بشرط أن يقرأ غيرها أحيانا لنلا يظن الجاهل أن غيرها لا يجوز . (۱/۵۹۸ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، الفتاوى التاتارخانية : ۲۸۲/۱ ، فصل في القراءة ، نوع آخر) =

صلوٰۃ التَّسْبِيح کی جماعت

مسئلہ (۷۵): صلوٰۃ التَّسْبِيح نفل نماز ہے^(۱)، اور نفل نمازوں میں اصل یہ ہے کہ تہاتہا پڑھی جائیں، اس لیے صلوٰۃ التَّسْبِيح میں جماعت ثابت نہیں، لیکن اگر جماعت کے ساتھ پڑھی جائے، تو تین مقتدیوں تک اجازت ہے، اور اگر مقتدی تین سے زائد ہوں، تو یہ جماعت ناجائز و مکروہ ہوگی۔^(۲)

= (۲) ما فی "جامع الترمذی" : عن عبد العزیز بن جریج قال : سألت عائشة : بأي شيء كان يوتر رسول الله ﷺ ؟ قالت : كان يقرأ في الأولى بسبح اسم ربك الأعلى ، وفي الثانية بقل يا أيها الكافرون ، وفي الثالثة بقل هو الله أحد والمعوذتين .

(۱/۱۰۶، أبواب الوتر ، باب ما جاء ما يقرأ في الوتر)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : قوله : (والسنة السور الثلاث) أي الأعلى والكافرون والإخلاص ، لكن في النهاية أن التعيين على الدوام يفضي إلى اعتقاد بعض الناس أنه واجب وهو لا يجوز ، فلو قرأ بما ورد به الآثار أحيانا بلا مواظبة يكون حسنا .

(۲/۴۴۱، باب الوتر والنوافل ، مطلب في منكر الوتر والسنن أو الإجماع)

ما فی " مجمع الأنهر " : (يقرأ المصلي في كل ركعة منه) أي من الوتر (الفاتحة وسورة) بلا تعيين . وفي الكرمانی : إنه عليه الصلاة والسلام كان يقرأ في الأولى سبح اسم ربك الأعلى ، وفي الثانية قل يا أيها الكافرون وفي الثالثة قل هو الله أحد . (۱/۱۹۲ ، كتاب الصلاة ، باب الوتر والنوافل ، البحر الرائق : ۶/۷۶ ، كتاب الصلاة ، باب الوتر والنوافل)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۱۴۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " حلی کبیر " : ومن النوافل المستحبة ركعتا شكر ... ومنها ركعتا تحية المسجد ومنها صلاة التسبیح . (ص/۴۳۰ ، ۴۳۱ ، صلاة التسبیح ، الدر المختار مع الشامیة : ۲/۴۷۱ ، باب الوتر والنوافل ، مطلب في صلاة التسبیح ، الفتاوى الهندية : =

فدية الصلوة

بیماری کی وجہ سے نماز کا سقوط اور فدیہ

مسئلہ (۷۶): اگر کسی شخص کی زندگی کے آخری ایام میں بیماری کی وجہ سے ایسی حالت ہو جائے کہ شعور و احساس بالکل نہ رہے، یا مسلسل بے ہوشی طاری رہے، اور یہی حالت مکمل ایک دن رات (چوبیس گھنٹہ) یا اس سے زیادہ تک رہے، تو ان اوقات کی نماز اس سے ساقط ہو جائے گی، اُن کی ادائیگی یا اُن کا فدیہ واجب نہیں ہوگا، اور اگر بے ہوشی مسلسل طاری نہ رہے، بلکہ کبھی بے ہوشی طاری ہو، اور کبھی افاقہ ہو جائے، اور افاقہ سے قبل بے ہوشی ایک دن رات (چوبیس گھنٹہ) سے کم طاری رہی ہو، تو نمازوں کی قضا یا فدیہ لازم ہوگا۔^(۱)

= ۱۱۲/۱، الباب التاسع في النوافل، الموسوعة الفقهية: ۱۵۰/۲، صلاة التسييح

(۲) ما في "التنوير مع الدر والرد": ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان أي يكره ذلك لو على سبيل التداعي، بأن يقتدي أربعة بواحد كما في الدرر. تنوير مع الدر. وفي الشامية: قوله: (أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد فلا يكره، وثلاثة بواحد فيه خلاف.

(۲/۵۰۰)، باب الوتر والنوافل، مطلب في كراهة الإقتداء في النقل على سبيل التداعي (الخ) ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنان بواحد لا يكره، وإذا اقتدى ثلاثة بواحد اختلف فيه، وإن اقتدى أربعة بواحد كره اتفاقاً. (ص/۳۸۶، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، البحر الرائق: ۱/۶۰۳، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۳۳، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۶۳۵۸)

(۱) ما في " كتاب الآثار للشيباني " : قال محمد : أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن ابراهيم أنه سأله عن الرجل المريض يغمي عليه فيدع الصلاة . قال : إذا كان اليوم الواحد فإني أحب أن يقضيه ، وإن كان أكثر من ذلك فإنه في عذر إن شاء الله تعالى . قال محمد : إذا أغمي عليه يوماً وليلة قضى ، وإن كان أكثر من ذلك فلا قضاء عليه ، وهو قول أبي حنيفة .

(۲۱۹ / ۱) ، كتاب الصلاة ، باب صلاة المغمى عليه ، رقم المسئلة : (۱۷۱)

ما في " اعلاء السنن " : عن نافع قال : " أغمى على عبد الله بن عمر يوماً وليلة فأفاق فلم يقض ما فاته واستقبل " . كذا في نصب الراية . قلت : قال في الهداية : ومن أغمى عليه خمس صلوات أو دونها قضى وإن كان أكثر من ذلك لم يقض ، وهذا استحسان وجه الاستحسان أن المدة إذا طالت كثرت الفوائت فيحرج في الأداء وإذا قصرت قلت فلا حرج ، والكثير أن تزيد على يوم وليلة ، لأنه يدخل في حد التكرار ، والجنون كالإغماء ، ... قلت : واحتج أصحابنا في وجوب القضاء إذا لم تزد الصلوات على يوم وليلة بأن ابن عمر الذي رواه محمد في الآثار واحتج به . (۲۱۲ / ۷ ، ۲۱۳ ، كتاب الصلاة ، باب المغمى عليه ، رقم الحديث : ۱۹۳۰ ، نصب الراية : ۱۸۱ / ۲) ، كتاب الصلاة ، باب صلاة المريض)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (ومن جن عليه خمس صلوات قضى ولو أكثر لا) وهذا استحسان ، والقياس أن لا قضاء عليه إذا استوعب الإغماء وقت صلاة كاملة لتحقق العجز ، وجه الاستحسان أن المدة إذا طالت كثرت الفوائت فيحرج في الأداء وإذا قصرت قلت : فلا حرج ، والكثير أن يزيد على يوم وليلة لأنه يدخل في حد التكرار والجنون كالإغماء على الصحيح وقيده بدوام الإغماء لأنه إذا كان يفيق فيها فإنه ينظر ، فإن كان لإفاقته وقت معلوم مثل أن يخف عنه المرض عند الصحيح مثلاً فيفيق قليلاً ثم يعاوره فيغمى عليه تعتبر هذه الإفاقة فيبطل ما قبلها من حكم الإغماء إذا كان أقل من يوم وليلة .

(۲ / ۲۰۷ ، ۲۰۸ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة المريض ، الفتاوى الهندية : ۳ / ۱) ، كتاب الصلاة ، الباب الرابع عشر في صلاة المريض (فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۵۴۸۰۶)

فدیہ میں دوسرے کی قضا نمازیں پڑھنا

مسئلہ (۷۷): اگر کسی شخص کا انتقال ہو گیا، اور اس کے ذمے نمازیں قضا باقی ہیں، اور کوئی آدمی اس کی قضا نمازیں پڑھنا چاہے، تو یہ درست نہیں ہے^(۱)، البتہ فدیہ (بطور کفارہ، رقم) دے سکتا ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : في الملتقط ولو أمر الأب ابنه أن يقضي عنه صلوات وصيام أيام لا يجوز عندنا . كذا في التتارخانية .

(۱/۱۲۵) ، كتاب الصلاة ، الباب الحادي عشر في قضاء الفوات ، مسائل متفرقة) ما في ” مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي “ : ولا يصح أن يصلي أحد عنه لقوله صلى الله عليه وسلم : ” لا يصوم أحد عن أحد ولا يصلي أحد عن أحد ولكن يطعم عنه فيما يفعله جهلة الناس الآن من اعطاء دراهم للفقير على أن يصوم أو يصلي عن الميت أو يعطيه شيئاً من صلوته أو صومه ليس بشيء وإنما الله سبحانه وتعالى يتجاوز عن الميت بواسطة الصدقة التي قدرها الشارع كما بيناه . (ص/۳۳۹) ، كتاب الصلاة ، فصل في إسقاط الصلاة والصوم ، الفتاوى التتارخانية : ۱/۲۸۶ ، كتاب الصلاة ، الفصل العشرون في قضاء الفاتئة)

ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (ولو قضاها ورثته بأمره لم يجز) لأنها عبادة بدنية (بخلاف الحج) لأنه يقبل النيابة . (۲/۵۳۵) ، كتاب الصلاة ، باب قضاء الفوات ، مطلب في بطلان الوصية بالختومات والتهايل)

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : وفي فتاوى الحجة : وإن لم يوص لورثته وتبرع بعض الورثة يجوز ويدفع عن كل صلوٰۃ نصف صاع حنطة منوين .

(۱/۱۲۵) ، كتاب الصلاة ، الباب الحادي عشر في قضاء الفوات ، مسائل متفرقة) ما في ” مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي “ : (من مات وعليه صوم شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين والصلاة كل وقت حتى الوتر) هي (نصف صاع من بر أو قيمته =

باب الجمعة

جمعہ کے دن، جمعہ سے پہلے سفر کرنا

مسئلہ (۷۸): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن، جمعہ سے پہلے سفر کرنا درست نہیں ہے، جب کہ جمہور علماء کے نزدیک جمعہ کے دن قبل زوال سفر کرنا بلا کراہت درست ہے، البتہ جس پر جمعہ فرض ہو، ایسے شخص کو زوال کے بعد اپنے وطن سے سفر کرنا جائز نہیں، اُسے چاہیے کہ جمعہ کے بعد سفر کرے، البتہ اگر راستے میں جمعہ ملنے کی امید ہو، یا ساتھیوں سے الگ رہ جانے کا خوف ہو، اور اکیلا سفر نہیں کر سکتا، تو اس کے لیے زوال کے بعد بھی سفر کرنے گنجائش ہے۔^(۱)

= وهي أفضل لتنوع حاجات الفقير وإن لم يوص ، وتبرع عنه وليه) أو أجني (جاز) .

(ص/ ۳۳۸ ، کتاب الصلاة ، فصل في إسقاط الصلاة والصوم)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۰۵۹۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” جامع الترمذي “ : عن ابن عباس قال : بعث النبي ﷺ عبد الله بن رواحة في سرية فوافق ذلك يوم الجمعة ، فغدا أصحابه فقال : اتخلف فأصلي مع رسول الله ﷺ ثم ألحقهم ، فلما صلى مع النبي ﷺ رآه فقال له : ما منعك أن تغدو مع أصحابك ؟ قال : أردت أن أصلي معك ثم ألحقهم ، فقال : ” لو أنفقت ما في الأرض ما أدركت فضل غدوتهم “ . (۱۱۸ / ۱) ، أبواب الجمعة ، باب ما جاء في السفر يوم الجمعة)

ما في ” هامش الترمذي “ : قال في شرح المنية : والصحيح أنه يكره السفر بعد الزوال قبل أن يصلى ولا يكره قبل الزوال . (۱۱۸ / ۱)

ما في ” العرف الشذي “ : لو أراد المقيم السفر فإن خرج قبل الزوال فيها ، وإن تأخر إلى ما بعد الزوال فلا يجوز له السفر بدون أداء الجمعة . (۳۳ / ۲) ، تحت الرقم : (۵۲۷) =

خطبہ جمعہ طویل مفصل کے برابر ہونا چاہیے

مسئلہ (۷۹): نماز جمعہ میں خطبہ کو طویل اور نماز کو مختصر پڑھنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، حالاں کہ خطبہ جمعہ کو طویل پڑھنا مکروہ ہے، جس کی حد یہ ہے کہ دونوں خطبے طویل مفصل کی ایک سورت کے برابر ہوں، طویل مفصل کی ایک سورت، سورہ حجرات کے حروف کم و بیش ایک ہزار چھ سو بارہ (۱۶۱۲) ہوتے ہیں، اور اُسے صحت کے ساتھ درمیانی رفتار سے پڑھا جائے، تو تقریباً آٹھ سے دس منٹ صرف ہوتے ہیں، اس سے زیادہ وقت اگر خطبہ میں صرف کیا گیا، تو خطبہ طویل اور مکروہ سمجھا جائے گا، کیوں کہ یہ خلاف سنت ہے، نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ جو عام کتب حدیث میں منقول ہے، یہ تھی کہ خطبہ مختصر اور نماز اس کی بہ نسبت طویل پڑھاتے تھے، جو امام اس کے خلاف کرتے ہیں، وہ سنت کے خلاف کرتے ہیں، انہیں اپنے عمل کی اصلاح کر لینی چاہیے، اور خطبہ و نماز سنت کے مطابق پڑھنا چاہیے، کہ اسی میں دنیا و آخرت کی راحت و کامیابی ہے۔^(۱)

= ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : وقال فی شرح المنیة : والصحیح أنه یکره السفر بعد الزوال قبل أن یصلیہا ، ولا یکره قبل الزوال . الدر المختار . وفي الشامیة : قلت : وینبغي أن یستثنی ما إذا كانت تفوته رفقتہ لو صلاها ولا یمکنه الذهاب وحده . (۳ / ۲۰) ، باب الجمعة ، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب) (روضۃ الفتاویٰ : ۳ / ۳۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " صحیح مسلم " : عن واصل بن حیّان قال : خطبنا عمّار فأوجز وأبلغ ، فلما نزل قلنا : یا أبا یقظان ! لقد أبلغت وأوجزت ، فلو كنت تنفست ؟ فقال : إني سمعتُ رسول =

=الله ﷺ يقول: "إن طول صلاة الرجل، وقصر خطبته مئنة من فقهه، فأطيلوا الصلاة وأقصروا الخطبة، وإن البيان سحرًا".

(۲۸۶/۱، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة)

ما في "سنن أبي داود": عن عمار بن ياسر قال: "أمرنا رسول الله ﷺ بإقصار الخطب".
وعن جابر بن سمرة السوائي قال: "كان رسول الله ﷺ لا يطيل الموعظة يوم الجمعة، إنما هن كلمات يسيرات".

(ص/۱۵۸، كتاب الصلاة، باب إقصار الخطب، الرقم: ۱۱۰۶، ۱۱۰۷)

ما في "بدائع الصنائع": وأما سنن الخطبة: فمنها أن يخاطب خطبتين على ما روي عن الحسن بن زياد عن أبي حنيفة أنه قال: ينبغي أن يخاطب خطبة خفيفة يفتح فيها بحمد الله تعالى ويشني عليه ويتشهد، ويصلي على النبي ﷺ ويعظ ويذكر، ويقرأ سورة، ثم يجلس جلسة خفيفة، ثم يقوم فيخطب خطبة أخرى، يحمد الله تعالى ويشني عليه (ويتشهد) ويصلي على النبي ﷺ ويدعو للمؤمنين والمؤمنات، ويكون قدر الخطبة قدر سورة من طوال المفصل. (۱۹۶/۲)، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الجمعة، بيروت، الدر المختار مع الشامية: ۲۰/۳، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة، البحر الرائق: ۲/۲۵۹، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، الفتاوى الهندية: ۱/۱۳۷، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة)

ما في "الفتاوى التاتارخانية": ولا يطول الخطبة، وقال ابن مسعود رضي الله عنه: طول الصلاة وقصر الخطبة مئنة من فقه الرجل، قال القدوري في كتابه: ويكون قدر الخطبتين مقدار سورة من طوال المفصل. (۱/۵۳۱)، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة، النوع الثاني في بيان شرائط الجمعة وما يتصل بها من المسائل

(كتاب الفتاوى: ۳/۳۸، امداد المفتين [فتاوى دارالعلوم/عزيم الفتاوى]: ۳/۳۳۰)

خطبہ جمعہ میں دعا پر آمین کہنا

مسئلہ (۸۰): اکثر جمعہ کے خطبے میں امام خاص دعا کرتے ہیں، مثلاً کسی اسلامی ملک کے لیے، یا بارش کے لیے، یا کسی علاقہ کے مصیبت زدہ لوگوں کے لیے، تو اس حالت میں سامعین دل ہی دل میں آمین کہہ لیں، تو اس کی گنجائش ہے، البتہ ہاتھ اٹھانا یا آواز سے آمین کہنا منع ہے، کیوں کہ خطبے کا سننا واجب ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن ابن شهاب قال : أخبرني سعيد بن المسيب : أن أبا هريرة أخبره أن رسول الله ﷺ قال : ” إذا قلت لصاحبك يوم الجمعة : أنصت ، والإمام يخطب فقد لغوت “ . (۱ / ۱۲۷) ، كتاب الجمعة ، باب الإنصات يوم الجمعة والإمام يخطب ، وإذا قال لصاحبه انصت الخ

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (كل ما حرم في الصلاة حرم فيها) أي في الخطبة . الدر المختار . (۳ / ۳۵) ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب في شروط وجوب الجمعة

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وإن صلى الخطيب على النبي ﷺ إذا قرأ آية : ﴿ صلوا عليه ﴾ فيصلي المستمع سراً بنفسه ، وينصت بلسانه عملاً بأمر ” صلوا “ و ” أنصتوا “ .

[در مختار] . وفي الشامية : قوله : (فلا يأتي بما يفوت الاستماع الخ) سيأتي في باب الجمعة : أن كل ما حرم في الصلاة حرم في الخطبة ، فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسيحاً ، أو رد سلام أو أمراً بمعروف إلا من الخطيب ، لأن الأمر بالمعروف منها بلا فرق بين قريب وبعيد في الأصح . (۲ / ۲۶۷) ، الصلاة ، باب صفة الصلاة ، قبيل فروع في القراءة خارج الصلاة

ما في ” حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح “ : وفي الخلاصة : كل ما حرم في الصلاة حرم حال الخطبة ولو أمراً بمعروف ، وفي السيد : استماع الخطبة من أولها إلى آخرها واجب وإن كان فيها ذكر الولاية ، وهو الأصح . نهر . وكذا استماع سائر الخطب كخطبة النكاح والختم . اهـ . (ص / ۵۱۹ ، باب الجمعة) =

انگریزی زبان میں خطبہ جمعہ

مسئلہ (۸۱): جمعہ کے دنوں خطبے؛ اولیٰ اور ثانیہ - خالص عربی میں دینا سنت متوارثہ ہے، ان خطبوں کو انگریزی میں پڑھنا، یا انگریزی و عربی دونوں میں پڑھنا بدعتِ سیئہ اور مکروہ تحریمی ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بلادِ عجم کو فتح کیا، وہاں بھی خطبہ عربی ہی میں دیا، جب کہ مخاطب عربی نہیں جانتے تھے، اور اسلام ابتدائی حالت میں تھا، وقت کا تقاضا بھی تھا کہ سامعین کی زبان میں ہی خطبہ دیا جائے، تاکہ اسلام کی حقانیت اور باطل سے نفرت ان کے ذہن و دماغ میں رچ بس جائے، لیکن ان تمام عوامل کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

=ما في ”مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوي“ : وإذا أمر الخطيب بالصلاة على النبي ﷺ يصلي سرّاً إحرازاً للفضيلتين . (مراقی) . وفي حاشيته : قوله : (يصلي سرّاً) بحيث يسمع نفسه كذا أفاده القهستاني ، وفي الشرح عن الحسامي : يصلي في نفسه ، وفي الفتح عن أبي يوسف : ينبغي في نفسه ، لأن ذلك مما لا يشغله عن سماع الخطبة ، فكان إحرازاً للفضيلتين ، وهو الصواب . (ص/ ۵۱۹)

ما في ”حاشیة الطحطاوي على مراقی الفلاح“ : وما يفعله المؤذنون حال الخطبة من الصلاة على النبي ﷺ والترضي عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر ينبغي أن يكون مكروها اتفاقاً . (ص/ ۵۱۴ ، باب الجمعة)

ما في ”الموسوعة الفقهية“ : إذا صعد الإمام المنبر للخطبة يجب على الحاضرين أن لا يشتغلوا عندئذ بصلاة ولا كلام إلى أن يفرغ من الخطبة ، فإذا بدأ الخطيب بالخطبة تأكد وجوب ذلك أكثر . قال في تنوير الأبصار : كل ما حرم في الصلاة حرم في الخطبة ، وسواء أكان الجالس في المسجد يسمع الخطبة أم لا . (ص/ ۲۰۴/۲۷ ، صلاة الجمعة ، الإنصات للخطبة) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۴۳۲۷، فتاویٰ رجیمیہ: ۶/۱۲۸، باب الجمعة والعيدين)

نے خطبہ عربی ہی میں دیا، لہذا خطبہ خالص عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں دینا گناہ سے خالی نہیں، اور سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية “ : لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي ﷺ والصحابة ؛ فيكون مكروها تحريما .

(۲۰۰/۱) ، مكتبه سعيد ، رقم الحاشية : ۲ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة

ما في ” بدائع الصنائع “ : ويكره للخطيب أن يتكلم في حالة الخطبة إلا إذا كان الكلام أمرا بالمعروف فلا يكره . (۲۶۵/۱) ، دار الكتاب العربي بيروت ، و ۲/۲۰۲ ، ۲۰۳ ، كتاب الصلاة ، فصل في بيان شرائط الجمعة ، دار الكتب العلمية بيروت ، كذا في الفتاوى الهندية : ۱/۱۳۷ ، كتاب الصلاة ، الباب السادس في صلاة الجمعة ، مكتبه زكريا و كوئته

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وقال الكمال : يحرم الكلام وإن كان أمرا بمعروف أو تسييحا . (۱۸۳/۱۹) ، خطبة ، مكروهااتها ، فتح القدير : ۲/۲۶ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة ، بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۳۷)

ما في ” آكام النفايس في أداء الأذكار بلسان الفارس “ : الخطبة بالفارسية التي أحدثوها واعتقدوا حسننها ليس الباعث إليها إلا عدم فهم العجم اللغة العربية ، وهذا الباعث قد كان موجودا في عصر خير البرية وإن كانت في اشتباه ، فلا اشتباه في عصر الصحابة والتابعين ومن تبعهم من الأئمة المجتهدين حيث فُتحت الأمصار الشاسعة والديار الواسعة وأسلم أكثر الحيش والروم والعجم وغيرهم من الأعجام وحضروا مجالس الجمع والأعياد وغيرها من شعائر الإسلام وقد كان أكثرهم لا يعرفون اللغة العربية ومع ذلك لم يخطب لهم أحد منهم بغير العربية ، ولما ثبت وجود الباعث في تلك الأزمنة وفقدان المانع والتكاسل ونحوه معلوم بالقواعد المبرهنة لم يبق إلا الكراهة التي هي أدنى درجات الضلالة .

(مجموعة رسائل اللكنوي : ۳/۳۷)

وفيه أيضًا : الكراهة إنما هي لمخالفة السنة ؛ لأن النبي ﷺ وأصحابه قد خطبوا دائما بالعربية ولم ينقل عن أحد منهم أنهم خطبوا خطبة ولو خطبة غير الجمعة بغير العربية . =

پنج وقتہ نماز نہ پڑھنے والے کی نماز جمعہ

مسئلہ (۸۲): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص پنج وقتہ نماز نہیں پڑھتا، صرف جمعہ کے دن۔ جمعہ کی نماز پڑھتا ہے، اُس کی نماز جمعہ نہیں ہوتی، اُن کی یہ بات غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ۔ شخص مذکور کی نماز جمعہ ہو جائے گی، البتہ پورے ہفتہ نماز ترک کرنے کی وجہ سے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا^(۱)، اس کو چاہیے کہ روزانہ پانچوں وقت کی نماز بھی پابندی سے ادا کرے^(۲)، اور چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کر لے۔^(۳)

(۴۴/۴)=

وفيه أيضاً : الخطبة بالفارسية وغيرها من اللغات الغير العربية بدعة ، وكل بدعة ضلالة ، والضلالة أدنى درجاتها الكراهة ، فلا يخلو الخطبة بغير العربية عن الكراهة ، ووجه كونه بدعة أنه لم يكن في القرون الثلاثة . اهـ . (۴۴/۴)

ما في ” فتاوى محموديه “ : السنة المتوارثة في خطبة الجمعة هي أن تكون بالعربية والخطبة بغير العربية سواء كانت مترجمة بالهندية أو بالفارسية أو بغيرهما لكونهما خلاف السنة بدعة مكروهة . اهـ . (۲۳۵/۸ ، كراچي) (فتاویٰ مقالات: ۳/۱۳۱، خلاصہ کلام)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿فلخلف من بعدهم خلف أضاعوا الصلوٰۃ واتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا﴾ . (سورة مريم : ۵۹)

ما في ” أحكام القرآن للخصاص “ : قوله تعالى : ﴿واضعوا الصلوٰۃ﴾ وقال محمد بن كعب : ” أضعوا بتركها “ . (سورة مريم ، ۲۸۲/۳)

ما في ” التفسير المظهر “ : (أضعوا أي تركوا) (الصلاة) المفروضة . (۲۹/۶ ، سورة مريم ، تفسير النسفي [مدارك التنزيل وحقائق التأويل] : ۲/۳۴۲)

ما في ” روح المعاني “ : وأخرج ابن أبي حاتم عن محمد بن كعب القرظي أن إضاعتهما =

= ترکها . (۱۵۹/۹ ، سورة مريم ، الآية ۵۹)

ما في ” صحيح مسلم “ : وعن جابر رضي الله عنه قال : سمعت النبي ﷺ يقول : ” إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة “ . (۱۴۶/۲ ، الرقم : ۲۴۲/۸۲ - ۱۳۴ ، كتاب الإيمان ، باب ما جاء في ترك الصلاة ، احياء التراث ، موسوعة الفقه الإسلامي للتويجري : ۵۵۵/۴ ، كتاب الكبائر ، كباير العبادات ، ترك الصلاة)

ما في ” موسوعة الفقه الإسلامي “ : ومن يصلي أحيانا ويتركها أحيانا فليس بكافر ، لكنه فاسق ومرتكب إثما عظيما ، وجان على نفسه جنابة كبيرة ، وعاص لله ورسوله ﷺ ، ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله ناراً خالداً فيها وله عذاب مهين . [النساء : ۱۴] .

(۲/۴۱۷ ، حكم الصلوات الخمس ، الآثار المترتبة على جاحد الصلاة أو تاركها ، الموسوعة الفقهية : ۵۳/۲۷ ، صلاة ، حكم تارك الصلاة)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿حفظوا على الصلوات والصلوة الوسطى وقوموا لله قانتين﴾ . (سورة البقرة : ۲۳۸) . ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ .

(سورة النساء : ۱۰۳)

ما في ” صحيح البخاري “ : قال ابن حزم وأنس بن مالك : قال النبي ﷺ : ” ففرض الله عز وجل على أمي خمسين صلاة ، فرجعت بذلك حتى مررت على موسى ، فقال : ما فرض الله لك على أمتك ؟ قلت : فرض خمسين صلاة ، قال : فارجع إلى ربك فإن أمتك لا تطيق ذلك فراجعته فقال : هي خمس ، وهي خمسون ، لا يبذل القول لدي “ . الحديث . (۵۱/۱ ، كتاب الصلاة ، باب كيف فرضت الصلاة ؟ الرقم : ۳۴۹ ،

قديمي ، صحيح مسلم : ۱۰۲/۱ ، الرقم : ۴۳۳ ، دار الجيل و دار الآفاق الجديد بيروت) وفيه أيضاً : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ” بُني الإسلام على خمس : شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمداً رسول الله ، وإقام الصلاة ، وإيتاء الزكاة ، والحج ، وصوم رمضان “ .

(۶/۱ ، كتاب الإيمان ، الرقم : ۸ ، صحيح مسلم : ۳۲/۱ ، كتاب الإيمان)

وفيه أيضاً : عن ابن عباس ، أن النبي ﷺ بعث مُعَاذًا رضي الله عنه إلى اليمن فقال : ” أدعهم إلى شهادة أن لا إله إلا الله وأني رسول الله ، فإن هم أطاعوا لذلك فأعلمهم أن الله =

ہوٹل کھلی رکھنے کے لیے باری باری نماز جمعہ ادا کرنا

مسئلہ (۸۳): شہروں میں بعض دکاندار یا ہوٹل والے جمعہ کے دن، اذانِ اول کے بعد بھی اپنی دکان یا ہوٹل کھلی رکھتے ہیں، اور اس دکان یا ہوٹل میں جتنے کام کرنے والے ہوتے ہیں، اُن میں سے ہر ایک الگ الگ مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے، اس طرح کرنے سے اُن کے کام میں کوئی حرج و خلل واقع نہیں ہوتا، اور ہر ایک کی نماز جمعہ بھی ادا ہو جاتی ہے، لیکن چونکہ نماز جمعہ کی اذانِ اول کے بعد خرید و فروخت کرنا شرعاً ناجائز ہے، اور اُس وقت سعی الی الجمعہ واجب ہے، جب کہ مذکورہ صورت میں جب دکان یا ہوٹل کھلی رہے گی، تو خرید و فروخت

=قد افترض علیہم خمس صلواتٍ فی کل یوم ولیلۃ“ . (۱/۸۷)، کتاب الزکاة ، باب

وجوب الزکاة ، الرقم : ۱۳۹۵ ، صحیح مسلم : ۳۶/۱ ، کتاب الإیمان

ما فی ” موسوعة الفقه الإسلامی للتویجری “ : الصلوات التي أمر الله ورسوله بها نوعان :

الأول : الصلوات المفروضة ، وهي الصلوات التي أوجب الله على العبد فعلها ، وهي

الصلوات الخمس والجمعة . (۲/۴۰۸ ، الصلاة ، أقسام الصلوات ، باب الصلوات الخمس)

وفیه أيضاً : الصلوات التي فرضها الله عز وجل في اليوم والليلۃ على كل مسلم ومسلمة

خمس صلوات ، وهي : الفجر ، والظهر ، والعصر ، والمغرب ، والعشا .

(۲/۴۱۱ ، عدد الصلوات المفروضة)

(۳) ما فی ” الموسوعة الفقهية “ : العبادات المحدد بوقت تفوت بخروج الوقت المحدد

لها من غير أداء ، وتعلق بالذمة إلى أن تقضى . والفقهاء متفقون على وجوب قضاء الفوائت

المتعلقة بالذمة في الجملة وجاء في الفتاوى الهندية : والقضاء فرض في الفرض ،

وواجب في الواجب ، وسنة في السنة . (۳۴/۲۴ ، ۲۵ ، قضاء الفوائت ، الحكم التكليفي)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۲۶۷۵۵)

بھی ہوتی رہے گی، جس سے ترکِ سعی الی الجمعہ لازم آئے گا، اس لیے یہ صورت ترک کر دینی چاہیے، ورنہ کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی وجہ سے گرفت ہو جائے۔^(۱)

نوٹ: فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ۔ جب متعدد اذانیں سنی جائیں، تو ان میں سے پہلی اذان کا جواب دیا جائے، خواہ وہ اذان مسجد محلّہ کی ہو یا غیر محلّہ کی، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سعی الی الجمعہ کا وجوب اور بیع کی کراہت بھی شہر کی اذان اول پر ہو، خواہ یہ اذان مسجد محلّہ میں ہو یا غیر محلّہ میں۔ (اہم مسائل: ۱۳۳/۵، مسئلہ نمبر: ۸۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يا ايها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع﴾ . (سورة الجمعة : ۹)

ما في ” التفسير المظهری “ : (وذروا البيع) أراد ترك ما يشغل عن الصلاة والخطبة وإنما خصّ البيع بالذكر لاشتغالهم غالباً بعد الزوال في الأسواق بالبيع والشراء . اهـ .

(۹/۲۷۶ ، ط : زكريا بكدبو ديوبند)

ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : (ووجب سعی إليها وترك البيع بالأذان الأول) ولو مع السعي . وفي الشامية : قوله : (وترك البيع) أراد به كل عمل ينافي السعي وخصّه اتباعاً للآية . نهر . (۳/۳۵ ، مطلب في حكم المرقفي بين يدي الخطيب)

ما في ” بيان القرآن “ (إذا نودي للصلاة) نودي سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزول آیت کے وقت تھی، یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے، کیوں کہ یہ اذان اول صحابہ کے اجماع سے بعد میں مقرر ہوئی ہے، لیکن حرمت بیع میں حکم اُس کا بھی مثل حکم اذانِ قدیم کے ہے، کیوں کہ اشتراکِ علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے، البتہ قدیم میں یہ حکم منصوص و قطع ہوگا، اور اذانِ حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ وظنی ہوگا، اس سے تمام اشکالات علمیہ مرتفع ہو گئے۔ (۳/۵۴۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، پاکستان)

ما في ” تفسيرات احمدية “ : قوله تعالى : ﴿وذروا البيع﴾ کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ شغل جو اللہ تعالیٰ =

= ذکر سے روکے چھوڑ دینا چاہیے۔ (ص/۸۰۵، حصہ دوم، ط: المیزان اردو بازار لاہور)

(احسن الفتاویٰ: ۳/۱۵۰، ۱۵۱، اہم مسائل: ۶/۹۰، مسئلہ نمبر: ۵۳، ایڈیشن ثانی)

ما فی ”الهدایة“ : وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع والشراء وتوجهوا إلى الجمعة. (۱/۱۷۱، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

ما فی ”التنوير وشرحه مع الشامية“ : ووجب سعي إليها وترك البيع بالأذان الأول في الأصح ، وإن لم يكن في زمن الرسول بل في زمن عثمان ، وأفاد في البحر صحة إطلاق الحرمة على المكروه تحريمًا . تنوير وشرحه . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : والأصح أنه الأول باعتبار الوقت ، وهو الذي يكون على المنارة بعد الزوال ... وأشار إلى الاعتذار عن صاحب الهداية حيث أطلق الحرمة على البيع وقت الأذان مع أنه مكروه تحريمًا ، وبه اندفع ما في غاية البيان حيث اعترض على الهداية بأن البيع جائز لكنه يكره كما صرح به في شرح الطحاوي ، لأن النهي لمعنى في غيره لا يعدم المشروعية .

(۳/۳۵، ۳۶، کتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب في حكم المرقى بين الخطيب)

ما فی ”الاختیار لتعلیل المختار“ : فالثاني : هو المعتبر في وجوب السعي وترك البيع ، وقيل : الأصح أنه الأول إذا وقع بعد الزوال لإطلاق قوله تعالى : ﴿إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة﴾ . (۱/۱۷۷، باب صلاة الجمعة، الفتاوى الهندية: ۱/۱۲۹، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة)

ما فی ”الفتاوى التاتارخانية“ : وذكر شمس الأئمة الحلواني وشمس الأئمة السرخسي : أن الصحيح المعتبر هو الأذان الأول بعد دخول الوقت . (۱/۵۵۳، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرقات)

ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : والقول الأصح والمختار عند الحنفية ، وهو اختيار شمس الأئمة أن المنهى عنه هو البيع عند الأذان الأول الذي على المنارة ، وهو الذي يجب السعي عنده ، وهو الذي رواه الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى إذا وقع بعد الزوال .

(۲۲۴/۹ ، بيع منهي عنه ، البيع عند أذان الجمعة) (فتاوى دارالعلوم، رقم الفتوى: ۳۳۱۱۳، اہم

مسائل: ۶/۹۲، ۹۱، ایڈیشن ثانی) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتوى: ۴۷۹۳۰)

باب صلوٰۃ المسافر

تاجر حضرات قصر کریں گے یا اتمام؟

مسئلہ (۸۴): بعض تاجر حضرات اپنے وطن سے اسی نوے کلو میٹر دور تجارت کی غرض سے، جگہ لے کر کاروبار کرتے ہیں، اور ہر مہینے - ہفتہ دس دن وہاں قیام بھی کرتے ہیں، تو چوں کہ وہاں اُن کا مستقل رہائش کا ارادہ نہیں ہوتا، اس لیے وہ اُن کا وطن اصلی نہ ہوگا، اور وہ لوگ وہاں مسافر ہی رہیں گے، اور چار رکعت والی نمازوں میں قصر کریں گے، بہ شرطیکہ وہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ ہو، اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لیں، تو پھر اتمام کرنا ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الوطن الأصلي : هو المكان الذي يستقر فيه الإنسان بأهله سواء أكان موطن ولادته أم بلدة أخرى اتخذها داراً وتوطن بها مع أهله وولده ولا يقصد الارتحال عنها بل العيش منها وطن السكّنى : هو المكان الذي يقصد الإنسان المقام به أقل من المدة القاطعة للسفر وشرطه : نية عدم الإقامة المدة القاطعة للسفر، ولذلك يعتبر مسافراً بهذه النية وإن طال مقامه ، لما روي أن النبي ﷺ أقام بتبوك عشرين ليلة يقصر الصلاة . (۲۶۶ / ۲۷ - ۲۶۸ ، صلاة المسافر ، وطن السكّنى)

ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : (من خرج من عمارة موضع إقامته ... قاصداً ... مسيرة ثلاثة أيام ولياليها ... بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة ... صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً لقول ابن عباس : إن الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم أربعاً والمسافر ركعتين (حتى يدخل موضع مقامه ... أو ينوي ... إقامة نصف شهر ... =

گھر داماد سُسرال میں قصر کرے یا اتمام؟

مسئلہ (۸۵): اگر کوئی شخص گھر داماد ہے، یعنی بوقتِ نکاح یہ شرط کر دی گئی کہ لڑکی ہمیشہ اپنے میکے میں ہی رہے گی، رخصت ہو کر سُسرال نہیں جائے گی، تو داماد سُسرال پہنچ کر نماز پوری پڑھے گا، اس لیے کہ وہ اس کے لیے وطنِ اصلی ہو گیا، اگرچہ مسافتِ شرعی طے کر کے آئے اور پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو۔ اور اگر یہ شرط نہیں لگائی گئی، تو اس سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ؛ سُسرال وطنِ اصلی ہو گیا یا نہیں؟ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں دو قول نقل کیے ہیں، ایک تو یہ کہ سُسرال شوہر کے لیے وطنِ اصلی کے حکم میں نہیں ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ سُسرال مطلقاً وطنِ اصلی کے حکم میں ہے، خواہ بیوی سُسرال میں ہو یا میکے میں، اور خواہ شوہر نے سُسرال میں رہنے کا فیصلہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، علامہ شامی رحمہ اللہ نے اسی دوسرے قول کو اوجہ قرار دیا ہے^(۱)، البتہ فتاویٰ قاضی

=فیقصر إن نوى الإقامة (في أقل منه) أي في نصف شهر . تنوير و شرحه .

(۲/۵۹۹-۶۰۶، باب صلاة المسافر، بیروت)

ما في ”الهداية“ : ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر

يوماً أو أكثر . (۱/۱۳۶، باب صلاة المسافر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۹۷۰۶)

وما في ”الموسوعة الفقهية“ : أما مدة الإقامة المعتبرة : فأقلها خمسة عشر يوماً ؛ لما روي

عن ابن عباس وابن عمر رضي الله عنهم أنهما قالا : إذا دخلت بلدة وأنت مسافر وفي

عزمك أن تقيم بها خمسة عشر يوماً فأكمل الصلاة ، وإن كنت لا تدري متى تطعن فأقصر .

(۲۸۲/۲، ۲۸۳، نية الإقامة ومدتها المعتبرة) =

خان اور دیگر کتب فقہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کے لیے سُسرال مطلقاً وطنِ اصلی کے حکم میں نہیں ہے، بلکہ وطنِ اصلی کے حکم میں اس وقت ہوگا جب کہ بیوی وہیں رہتی ہو، یا شوہر نے وہاں مکان بنا لیا ہو، جس سے وہاں رہنے کا ارادہ ظاہر ہوتا ہو^(۲)، ہمارے علماء اور مفتیانِ کرام نے فتاویٰ قاضی خان کی اسی عبارت کو اختیار کیا ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا ہے، غور کرنے سے یہی قول راجح بھی معلوم ہوتا ہے، اور فقہاء نے یہ بھی اصول بیان کیا ہے کہ جس جگہ قصر اور اتمام میں اشتباہ ہو، وہاں پر احتیاطاً اتمامِ اولیٰ و افضل ہے^(۳)، لہذا اس صورت میں بھی سُسرال میں اتمامِ اولیٰ و افضل ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”رد المحتار“ : قوله : (أو تأهلہ) أي تزوجه ، قال فی شرح المنیة : ولو تزوج المسافر ببلد ولم ینو الإقامة به فقیل لا یصیر مقيما ، وقیل یصیر مقيما ، وهو الأوجه .

(۲) ما فی ”فتاویٰ قاضی خان“ : المسافر إذا جاوز عمران مصره إن كان ذلك

وطنا أصليا بأن كان مولده وسكن فيه أو لم یكن مولده ولكنه تأهل به وجعله دارا یصیر مقيما بمجرد العزم إلى الوطن . (۱/۸۰، باب صلوٰۃ المسافر)

وما فی ”رد المحتار“ : ولو كان له أهل ببلدتين فأیتھما دخلها صار مقيما ، فإن ماتت زوجته فی إحداهما وبقي له فيها دور وعقار قیل لا یبقی له وطنا له ، إذ المعتبر الأهل دون الدار ، كما لو تأهل ببلدة واستقرت سکنها له وليس له فيها دار ، وقیل تبقى . (۲/۵۳۶، کتاب الصلاة ، مطلب فی الوطن الأصلي ووطن الإقامة) (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۳۶۷، فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۱۱)

(۳) ما فی ”رد المحتار“ : لأنه اجتمع فی هذه الصلاة ما یوجب الأربع وما یمنع فرجحنا ما یوجب الأربع احتیاطا . (۲/۵۲۳، کتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر)

مسافر کا قصد ادو کے بجائے چار رکعت پڑھنا

مسئلہ (۸۶): مسافر شخص کے لیے جب کہ وہ مقیم شخص کا مقتدی نہ ہو، ظہر، عصر اور عشا کی نماز دو رکعت پڑھنے کے بجائے قصداً چار رکعت پڑھنا مکروہ تحریمی اور گناہ کا باعث ہے، جس کا اعادہ ضروری ہے، سجدہ سہو کافی نہ ہوگا، البتہ اگر بھول کر چار رکعت پڑھ لے، تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہے، تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی، اور گناہ بھی نہ ہوگا، اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا ہو، تو فرض باطل ہو گیا، اور چاروں رکعتیں نفل ہو گئیں، اور فرض کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي“ : فإذا أتم الرباعية والحال أنه قعد القعود الأول قدر التشهد صحت صلوته لوجود الفرض في محله وهو الجلوس على الركعتين وتصير الأخریان نافلة له مع الكراهة لتأخير الواجب ، وهو السلام عن محله إن كان عامداً ، فإن كان ساهياً يسجد للسهو ، وإلا أي وإن لم يكن قد جلس قدر التشهد على رأس الركعتين الأوليين فلا تصح صلوته لتكره فرض الجلوس في محله واختلاط النفل بالفرض قبل كماله .

(ص/ ۴۲۵ ، باب صلاة المسافر)

ما في ”الفتاوى الهندية“ : وفرض المسافر في الرباعية ركعتان . كذا في الهداية . والقصر واجب عندنا . كذا في الخلاصة . فإن صلى أربعاً وقعد في الثانية قدر التشهد أجزأته والأخریان نافلة ويصير مسيئاً لتأخير السلام وإن لم يقعد في الثانية قدرها بطلت . كذا في الهداية . (۱ / ۱۳۹ ، كتاب الصلاة ، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

ما في ”التنوير مع الدر والرد“ : (فلو أتم مسافر إن قعد في الأولى تم فرضه وأساء) لو عامداً لتأخير السلام وترك واجب القصر وواجب تكبيرة افتتاح كنفل وخلط النفل بالفرض ، وهذا لا يحل كما حرره القهستاني بعد أن فسر أساء باثم واستحق النار . (۲ / ۶۰۹ ، =

مسافر کے لیے تراویح کی نماز

مسئلہ (۸۷): مسافر اگر کسی جگہ ٹھہرا ہوا ہو، اور اس کے پاس اتنا وقت بھی ہو کہ وہ فرضوں کے ساتھ تراویح بھی پڑھ سکتا ہو، تو ایسی صورت میں اسے تراویح کا ترک جائز نہیں، تاہم! اگر سفر کی کیفیت ایسی ہو کہ سوائے فرض نماز کے تراویح کا وقت نہ ہو، جیسے صرف فرض کے لیے گاڑی تھوڑی دیر کے لیے کھڑی کی گئی، تو ایسی صورت میں تراویح کو ترک کیا جاسکتا ہے، رمضان المبارک میں حضراتِ سفراء جو دینی اداروں اور فلاحی تنظیموں کے لیے زکوٰۃ، صدقات اور عطیات وغیرہ کی وصولی کے لیے سفر کرتے ہیں، جن میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو اپنے آپ کو مسافر قرار دے کر تراویح نہیں پڑھتے، حالاں کہ ان کے پاس وقت و فرصت ہوتی ہے، ان کا یہ عمل سراسر نادانی اور بڑی سعادت سے محرومی ہے، کہ نیکوں کے موسم میں بھی تہی دامن رہتے ہیں، اللہ پاک ہدایت و توفیق عطا فرمائے! آمین! (۱)

= ۶۱۰، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، البحر الرائق: ۲/۲۳۰، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، النهر الفائق: ۱/۲۳۶، باب صلاة المسافر (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۷۰/۵)
الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في "التنوير مع الدر والرد": (ويأتي) المسافر (بالسنن) إن كان (في حال أمن وقرار وإلا) بأن كان في خوف وقرار (لا) يأتي بها، هو المختار، لأنه ترك لعذر. تجنيس. قيل: إلا سنة الفجر. (تنوير مع الدر). وفي الشامية: قوله: (ويأتي المسافر بالسنن) أي الرواتب. قوله: (هو المختار) وقيل: الأفضل الترك ترخيصاً، وقيل: الفعل تقرباً، وقال الهندواني: الفعل حال النزول، والترك حال السير، وقيل: يصلي سنة الفجر خاصة، وقيل: سنة الفجر أيضاً، قال في شرح المنية: الأعدل ما قاله الهندواني. قلت: والظاهر أن ما في =

کتاب الجنائز

نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے یا باندھے رکھے؟
مسئلہ (۸۸): نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑنے کے سلسلے
 میں تین قول ہیں:

قبل السلام۔؛ یعنی تکبیر کے بعد پہلے ہاتھ چھوڑ دے پھر سلام پھیرے۔
 مع السلام۔؛ یعنی داہنی طرف سلام پھیرتے وقت داہنا ہاتھ چھوڑ دے، اور بائیں
 طرف سلام پھیرتے وقت بائیں ہاتھ چھوڑ دے۔
 بعد السلام۔؛ یعنی دونوں طرف سلام پھیر کر ہاتھ چھوڑ دے۔^(۱)

یہ تینوں قول صحیح ہیں، ان میں سے کسی پر بھی عمل کر لیا گیا، تو نمازِ جنازہ صحیح ہوگی،
 البتہ تیسرا قول۔ یعنی دونوں طرف سلام کے بعد ہاتھ چھوڑ دے۔ اسی پر امت کا
 عمل ہے، اور یہی اکابر کا معمول بھی ہے۔^(۲)

=المتن هو هذا، وأن المراد بالأمن والقرار النزول، وبالخوف والفرار السير .

(۶۱۳/۲، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، بیروت)

ما في "البحر الرائق" : وقيد بالفرض لأنه لا قصر في الوتر والسنن، واختلفوا في ترك
 السنن في السفر، فقيل: الأفضل هو الترك ترخيصة، وقيل: الفعل تقرباً، وقال الهندواني
 : الفعل حال النزول والترك حال السير، وقيل: يصلي سنة الفجر خاصة، وقيل: سنة
 المغرب أيضاً، وفي التجنيس: والمختار أنه إن كان حال أمن وقرار يأتي بها لأنها شرعت
 مكملات والمسافر إليه يحتاج، وإن كان حال خوف لا يأتي بها لأنه ترك بعذر. اهـ .

(۲/۲۲۹، ۲۳۰، کتاب الصلاة، باب المسافر، کتاب التجنيس والمزيد: ۱۷۰/۲، =

۱۷۱، باب في صلاة المسافر ، رقم المسألة : ۸۷۰ ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۳۹ ، کتاب الصلاة ، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر ، مراقي الفلاح مع الطحطاوي : ص/۴۲۲ ، کتاب الصلاة ، باب صلاة المسافر (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتاویٰ: ۱۳۹۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فتاویٰ محمودیہ “ : ” صلوٰۃ جنازہ میں تکبیر رابع کے بعد قیل السلام بھی ہاتھ چھوڑنا درست ہے، مع السلام بھی اور بعد السلام بھی، تینوں طرح کی گنجائش ہے۔ “ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
وفیہ أيضاً : ” فتاویٰ سعیدیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں طرح عمل درست ہے۔ “ الخ۔

(۱۳/۱۰۲-۱۰۴، صلوٰۃ جنازہ میں تکبیر رابع کے بعد ہاتھ کب چھوڑے؟ طبع میرٹھ)

(۲) ما في ” خلاصة الفتاوى “ : ولا يعقد بعد تكبير الرابع لأنه لا يبقى ذكر مسنون حتى يعقد ، فالصحيح أنه يحلّ اليدين ثم يسلم تسليمتين ، هكذا في الذخيرة . (۱/۲۲۵ ، الفصل

الخامس والعشرون في الجنائز ، نوع منه ، إذا اجتمعت الجنائز ، مكتبة رشيدية كوئٹہ)

(امداد الفتاویٰ: ۱/۵۸۲، باب الجنائز، مکتبہ دارالعلوم کراچی، امداد الاحکام: ۴/۴۲۲، کتاب الجنائز، مطبوعہ زکریا،

السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقاہ: ۲/۱۵۹، باب صفۃ الصلاۃ، بیان ارسال الدین الخ ہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور،

احسن الفتاویٰ: ۴/۲۳۷، ۲۳۸، باب الجنائز، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند، وفتاویٰ محمدیہ بحوالہ احسن الفتاویٰ: مؤلفہ

مولانا احمد سندھی، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۳۱۳، ۳۱۴، مسائل نماز جنازہ، فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۳۸، کتاب الجنائز،

نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑے؟ فتاویٰ محمودیہ: ۱۳/۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، نماز جنازہ، میرٹھ،

حاشیہ فتاویٰ محمودیہ میرٹھ: ۱۳/۱۰۴، ۱۰۵، سوال: ۴۵۳۶)

قبرستان میں برادری کے لیے جگہ کو خاص کر لینا

مسئلہ (۸۹): بعض علاقوں میں یہ دستور ہے کہ کسی خاص برادری والے، اپنی برادری والوں کی قبروں کے لیے، قبرستان میں کچھ جگہ کو خاص کر لیتے ہیں، تو اگر یہ قبرستان موقوفہ ہے، تو اس میں ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے^(۱)، خواہ قبرستان میں کافی جگہ ہو، گاؤں کی آبادی کم ہو، اور کسی کو شکایت بھی نہ ہو، اور اگر قبرستان وقف نہ ہو، بلکہ کسی کی مملوکہ زمین ہو، تو اس میں اس کی گنجائش ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن) . التنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (لا يملك) أي لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك : أي لا يقبل التملك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تملك الخارج عن ملكه .

(۵۳۹/۶) ، کتاب الوقف ، مطلب مهم فرق أبو يوسف بين قوله موقوفة الخ

ما في ” رد المحتار “ : مراعاة غرض الواقفين واجبة .

(۶۲۵/۶) ، کتاب الوقف ، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ

(۲) ما في ” تفسير البيضاوي “ : المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء .

(ص/۷، سورة الفاتحة ، شرح المجلة : ص/۶۵۳ ، المادة : ۱۱۹۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۱۷۹۸)

ایڈز یا سوائن فلو (Swine Flu) کے مریض میت کو تیمم کرانا

مسئلہ (۹۰): اگر کسی وجہ سے میت کو غسل دینا ممکن نہ ہو، یا جسم بہت پھول پھٹ گیا ہو، یا ایڈز یا سوائن فلو (Swine Flu) کا مریض ہو، اور طبی ماہرین کے قول کے مطابق غسل دینے کی وجہ سے جراثیم پھیل سکتے ہوں، تو مردے کو تیمم کرایا جائے گا، اور شرعی طور پر کفنا کر، اور نماز جنازہ ادا کر کے اُسے دفن کیا جائے گا۔^(۱)

تعزیت کا صحیح طریقہ

مسئلہ (۹۱): کسی کے انتقال پر اس کے پسماندگان و متعلقین کو تسلی دینا تعزیت کہلاتا ہے^(۲)، شریعت نے تعزیت کی مدت تین دن مقرر فرمائی ہے، مقامی لوگوں کے لیے اس کے بعد تعزیت کے لیے جانا جائز نہیں، البتہ باہر سے آنے والوں کو تین دن کے بعد بھی تعزیت جائز ہے۔^(۳)..... تعزیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ میت کے متعلقین و پسماندگان سے یوں کہا جائے کہ:

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الحالات التي ييمم فيها الميت : ييم الميت في الحالات الآتية : إذا تعذر غسله لفقد ماء حقيقة أو حكما كتقطع الجسد بالماء أو تسليخه من صبه عليه . (۱۳ / ۵۵ ، ۵۶ ، تغسيل الميت)

ما في ” بدائع الصنائع “ : ولأن ترك الغسل لو كان للتعذر لأمر أن ييمموا ؛ كما لو تعذر غسل الميت في زماننا لعدم الماء . (۲ / ۳۶۸ ، كتاب الصلاة ، فصل في حكم الشهادة في الدنيا ، بيروت ، أحكام مرض الإيدز في الفقه الإسلامي ۱ / ۲۱۷ ، غسل المريض وتكفينه والصلاة عليه ، د / راشد بن مفرح الشهري ، مكتبة المؤيني) (كتاب الفتاوى : ۱۵۳ / ۳) =

بھائی جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا، اب رونے دھونے سے مرحوم زندہ تو نہیں ہو گے، اور نہ رونے دھونے سے ان کو کوئی فائدہ ہوگا، تم ایسا کام کرو، جس سے ان کو بھی نفع ہو، اور تم کو بھی، وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرو، نفلیں پڑھو، صدقہ خیرات کرو، اور اس کا ثواب میت کو پہنچاؤ، اللہ ہی کا ہے جو اس نے دیا، اور اسی کا ہے جو اس نے لیا، اور کچھ دن میں ہم بھی وہاں پہنچ کر ان سے مل لیں گے۔^(۱)

آج کل لوگ اسلامی طریقے کو چھوڑ کر میت کے گھر جا کر خود بھی روتے ہیں، اور اہل میت کو بھی رلاتے ہیں، اور یہ کہہ کر اہل میت کے غم و صدمے کو بڑھاتے ہیں، کہ یہ خبر سن کر جب ہمیں اس پر اتنا غم و صدمہ ہوا، تو تمہارے دل پر کیا گزر رہی ہوگی، اس طرح کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في "جامع الترمذي" : عن عبد الله عن النبي ﷺ قال : " من عزى مُصاباً فله مثل أجره " . (۱۶۳/۲ ، رقم : ۱۰۷۳ ، كتاب الجنائز ، باب ما جاء في أجر من عزى مُصاباً)
ما في " الموسوعة الفقهية " : التعزية لغة - مصدر عزى ؛ إذا صبر المصاب وواساه ولا يخرج المعنى الاصطلاحي عن المعنى اللغوي ، وقال الشربيني : هي الأمر بالصبر والحمل عليه بوعده الأجر ، والتحذير من الوزر والدعاء للميت بالمغفرة وللمصاب بجبر المصيبة لا خلاف بين الفقهاء في استحباب التعزية لمن أصابته مصيبة ، والأصل في مشروعيته خبر " من عزى مُصاباً فله مثل أجره " . (۲۸۷/۱۲ ، تعزية ، الحكم التكليفي)
ما في " رد المحتار " : قوله : (ويتعزية أهله) أي تصبرهم والدعاء لهم به . قال في القاموس : العزاء ؛ الصبر أو حسنه . (۱۳۷/۳) ، باب صلاة الجنائز ، قبيل مطلب في الثواب على المصيبة ، ط : بيروت (فتاوى محمودية : ۲۵۶/۹ ، ط : كراچی)
(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة أيام =

= وأولها أفضل وتكره بعدها إلا لغائب .

(۳/۱۳۹، باب صلاة الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : جمهور الفقهاء : على أن مدة التعزية ثلاثة أيام ، واستدلوا لذلك بإذن الشارع في الإحداد في الثلاث فقط ، بقوله صلى الله عليه وسلم : ” لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث ، إلا على الزوج أربعة أشهر وعشراً ، خ وتكره بعدها إلا إذا كان أحدهما (المعزي أو المعزى) غائباً ، فلم يحضر إلا بعد الثلاثة فإنه يعزیه بعد الثلاثة . (۲/۲۸۸، تعزية ، مدة التعزية ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۶۷ ، كتاب الصلاة ، الفصل السادس في القبر الخ ، ومما يتصل بذلك مسائل التعزية الخ)

(۱) ما في ” المستدرک للحاکم “ : عن محمود بن لبيد عن معاذ بن جبل أنه مات له ابن فكتب إليه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يعزیه عليه : بسم الله الرحمن الرحيم ؛ من محمد رسول الله إلى معاذ بن جبل - سلام عليك فإني أحمد الله إليك الذي لا إله إلا هو أما بعد ! فأعظم الله لك الأجر ، وألهمك الصبر ، ورزقنا وإياك الشكر ، فإن أنفسنا وأموالنا وأهلينا وأولادنا من مواهب الله عز وجلّ الهنيئة وعواريه المستودعة متعك به في غبطة وسرور وقبضة منك بأجر كبير الصلاة والرحمة والهدى إن احتسبته فاصبر ولا يحبط جزعك أجرك فتندم ، واعلم أن الجزع لا يرد شيئاً ولا يدفع حزناً ، وما هو نازل فكان قد - والسلام . (۳/۲۷۳ ، كتاب معرفة الصحابة ، وفاة ابن معاذ وتعزية النبي عليه ، ذكر مناقب أحد الفقهاء الستة من الصحابة معاذ بن جبل ، دار الكتاب العربي بيروت ، المعجم الأوسط للطبراني : ۱/۳۷ ، رقم الحديث : ۸۳ ، بيروت ، المعجم الكبير للطبراني : ۲۰/۱۵۵ ، ۱۵۶ ، رقم : ۳۲۴ ، احياء التراث العربي ، مرقاة المفاتيح : ۳/۱۷۸ - ۱۷۹ ، تحت رقم : ۱۷۲۳ ، كتاب الجنائز ، باب البكاء على الميت ، مكتبة اشرفيه ديوبند ، حصن حصين : ص/۱۸۰ ، ۱۸۱ ، المنزل الخامس من ورد يوم الإثنين ، المكتبة الرحيمية بديوبند (فتاوى دارالعلوم زكريا : ۲/۶۶۷ ، ۶۶۸ ، ۶۶۹ ، فتاوى رحيمية : ۶/۳۳۱ - ۳۳۶ ، فتاوى محمودية : ۹/۲۵۴ ، ط : كراچی) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أسامة بن زيد قال : أرسلت ابنة النبي صلى الله عليه وسلم إليه - أن ابنا لي قبض فاتنا ، فأرسل يقرئ السلام ، ويقول : ” إن لله ما أخذ ، وله ما أعطى ، وكلّ عنده =

۹۰ ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے سے گناہ معاف

مسئلہ (۹۲): بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر انسان سے گناہ کبیرہ و صغیرہ سرزد ہوں، اور اس کا انتقال ہو جائے، تو نوے (۹۰) ہزار مرتبہ کلمہ شریف یعنی ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھ کر مرحوم کو اُس کا ثواب دیدیں، یا بخش دیں، تو اُس کے سارے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے، اور اُسے عذابِ دوزخ سے نجات دیتا ہے، اُن کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس عمل سے سارے کے سارے گناہ معاف ہونے اور عذابِ دوزخ سے نجات کی تو کوئی ضمانت نہیں، البتہ کلمہ طیبہ یا قرآن شریف پڑھ کر جتنا زیادہ سے زیادہ ثواب، میّت کو پہنچایا جائے، بہتر ہے۔^(۱)

= بأجل مستمى، فلتصبر ولتحتسب“. الحدیث .

(۱/۵۴۰، ۵۴۱، کتاب الجنائز، باب البكاء على الميت، الفصل الأول، رقم: ۱۷۲۳) ما في ”مراقبة المفاتيح“: وهذا الحديث أصل في التعزية، ولذا قال الجزري في الحصن: فإذا أحدًا يسلم ويقول: إن لله الخ. قال: وكتب عليه السلام إلى معاذ يعزيه في ابن له - بسم الله الرحمن الرحيم - من محمد رسول الله إلى معاذ بن جبل: سلام عليكم، فإني أحمد لله إليك الذي لا إله إلا هو أما بعد! فأعظم الله أجرك، وألهمك الصبر، ورزقنا وإياك الشكر، فإن أنفسنا وأموالنا وأهلينا وأولادنا من مواهب الله عز وجل، الهينة وعواريه المستودعة متع بها إلى أجل معدود ويقبضها لوقت معلوم ثم افترض علينا الشكر إذا أعطى والصبر إذا ابتلى. الخ. (۱۷۸/۴ - ۱۷۹، باب البكاء على الميت، رقم: ۱۷۲۳)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ”القرآن الكريم“: ﴿فاعلم أنه لا إله الا الله واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات﴾. (سورة محمد: ۱۹). ﴿والذين جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا﴾

= ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا ربنا انك رءوف رحيم ﴿١٠﴾ . (سورة الحشر : ١٠) . ﴿رب اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين والمؤمنات﴾ . (سورة نوح : ٢٨)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : ” إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثة أشياء : من صدقة جارية أو علم ينتفع به ، أو ولد صالح يدعو له “ .

(٢/٣٩٨ ، ما جاء في الصدقة عن الميت ، صحيح مسلم : ٢/٣١ ، كتاب الوصية ، باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت ، تكملة فتح الملهم : ٨/١٠٣ ، الوصية ، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ، الرقم : ٣١٩٩ ، شعب الإيمان للبيهقي : ٣/٢٣٤ ، باب في الزكاة ، فصل في الاختيار في صدقة التطوع ، الرقم : ٣٣٣٤ ، جامع الترمذي : ١/٢٥٦ ، و ٢/٣٦٢ ، الرقم : ١٣٤٦ ، الأحكام ، باب في الوقف ، سنن النسائي : ٢/١١٣ ، و ٣/١٠٩ ، الوصايا ، باب فضل الصدقة عن الميت ، الرقم : ٦٣٤٨)

ما في ” البحر الرائق “ : الأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكرا أو طوافا أو حجا أو عمرة أو غير ذلك عن أصحابنا بالكتاب والسنة . (٣/١٠٥ ، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير ، الدر المختار مع الشامية : ٣/١٠ ، ١١ ، كتاب الحج ، الباب الخامس ، باب الحج عن الغير ، مطلب في إهداء ثواب الأعمال للغير ، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي : ص/٦٢١ ، ٦٢٢ ، كتاب الصلاة ، فصل في زيارة القبور ، الفتاوى الهندية : ١/٢٥٤ ، كتاب المناسك ، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)

ما في ” كتاب شرح الصدور للسيوطي “ : أخرج أبو محمد السمرقندي في فضائل : قل هو الله أحد ، عن علي مرفوعا : ” من مرّ على المقابر وقرأ : ﴿قل هو الله أحد﴾ إحدى عشرة مرة ثم وهب أجره للأموات أعطي من الأجر بعدد الأموات .

(ص/٢٩٦ ، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر)

(فتاوى عثمانى : ١/٥٩٠)

احکام المساجد والمدارس

مساجد و مدارس سے متعلق مسائل

مسجد عبادت کی جگہ ہے، سونے کی نہیں!

مسئلہ (۹۳): مسجد عبادتِ خداوندی کی جگہ ہے، سونے کی نہیں، اسی لیے فقہائے کرام نے فرمایا کہ: مسجد میں صرف معتکف اور مسافر ہی سوسکتا ہے، ان دو کے علاوہ کسی اور کا مسجد میں سونا مکروہ ہے^(۱)، مسجد کے باہری حصے اور صحن میں دوسرے لوگ سونا چاہیں، تو سوسکتے ہیں، بہ شرطیکہ مسجد کی انتظامیہ اس کی اجازت دے، اور یہ مصالحِ مسجد کے خلاف نہ ہو، اس لیے مسجدوں میں یہ اعلان لکھ کر لگانا کہ ”مسجد میں سونا سخت منع ہے“ صحیح و درست ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”حلبی كبير“ : فالحاصل أن المساجد بنيت لأعمال الآخرة مما ليس فيه توهم اهانتها وتلويتها مما ينبغي التنظيف منه ولم تبني لأعمال الدنيا ولو لم يكن فيه توهم تلويث وإهانة على ما أشار إليه قوله عليه السلام ، فإن المساجد لم تبني لهذا ، فما كان فيه نوع عبادة وليس فيه اهانة ولا تلويث لا يكره وإلا كره والنوم فيه لغير المعتكف مكروه وقيل لا بأس للغريب أن ينام فيه ، والأولى أن ينوي الاعتكاف ليخرج من الخلاف .

(ص/ ۶۱۱، ۶۱۲، فصل في أحكام المسجد)

ما في ” الفتاوى الهندية“ : ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف ولا بأس للغريب ولصاحب الدار أن ينام في المسجد في الصحيح من المذهب ، والأحسن أن يتورع فلا ينام . كذا في خزنة الفتاوى . (۵/ ۳۲۱) ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة الخ ، الدر المختار مع الشامية : ۲/ ۴۳۵ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، =

مسجد کے مینار سادہ بنوائے جائیں

مسئلہ (۹۴): مسجدوں کے مینار علامت کے طور پر بنائے جاتے ہیں، تاکہ مینار کے ذریعے دور سے مسجد کا علم ہو جائے، اور مسافر وغیرہ کو اُس تک پہنچنے میں آسانی ہو، نیز اس سے مسجد کی شان بھی نمایاں ہو جاتی ہے، اور یہ مسجد کے اُس حصے میں بنائے جاتے ہیں، جہاں سے یہ علامت اچھی طرح ظاہر ہو، اور یہ چوں کہ کوئی شرعی چیز نہیں ہے، اس لیے اسے مسجد کے بیت الخلا، وضو خانے کے ستونوں پر، یا مسجد کے گیٹ پر بنانے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے، لیکن مینار کی تعمیر میں سادگی اور اختصار ملحوظ رکھنا چاہیے، بلاوجہ زیادہ پیسہ خرچ کرنا منع ہے، خاص طور سے وقف کے پیسے میں اس کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔^(۱)

= قبیل مطلب في الغرس في المسجد (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۴۲۹۳)

(۲) ما في ”المقاصد الشرعية للخدامي“ : ان الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حكم مقاصدها ، من حيث التحريم والوجوب والكراهة والندب والإباحة ، أي أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا .

(ص/ ۴۶ ، المطلب الثامن : صلة الذرائع سدا وفتحاً بمقاصد الشريعة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ويجوز أن يبني منارة من غلة وقف المسجد إن احتاج إليها ليكون أسمع للجيران وإن كانوا يسمعون الأذان بدون المنارة فلا . كذا في خزنة المفتين .

(۲/ ۴۶۲ ، كتاب الوقف ، الفصل الثاني في الوقف على المسجد وتصرف القيم وغيره الخ)

ما في ” فتاوى قاضي خان “ : رجل أوصى بشيء لعمارة المسجد في أي شيء يصرف ذلك المال ؟ قال أبو القاسم رح : يصرف فيما كان من البناء دون التزيين ، قيل له : لا يصرف ذلك المال في المنارة ؟ قال : ذلك من بناء المسجد ، وعن في أبي بكر البلخي رح =

مسجد کے لیے وقف چیزوں کا استعمال

مسئلہ (۹۵): مسجد کا پانی سیڑھی، ڈرم وغیرہ جو مسجد کے لیے وقف ہوں، کسی شخص کے لیے ان کا اپنے ذاتی استعمال میں لانا جائز نہیں، اور نہ ہی متولی ان میں سے کوئی چیز کسی کو ذاتی استعمال کے لیے دے سکتا ہے، کیوں کہ مسجد کا متولی منتظم ہوتا ہے، مالک نہیں ہوتا^(۱)، رہا مسئلہ مسجد کی چیز کرایہ پر دینے کا، تو اگر یہ مسجد کے حق میں مفید ہو، اور جن کے چندے سے یہ سامان آیا ہے، اُن کی طرف سے اجازت ہو^(۲)، تو انہیں مناسب اور معقول کرایے پر دے سکتے ہیں۔^(۳)

=أنه سئل عن الوقف على المسجد أيجوز لهم أن يبنوا منارة من غلة المسجد؟ قال: إن كان ذلك من مصلحة المسجد بأن كان أسمع لهم فلا بأس به، وإن كان بحال سمع الجيران الأذان بغير منارة فلا أرى لهم أن يفعلوا ذلك. (۲۹۷/۴)، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً أو خاناً الخ، المكتبة الحقانية بشاور باكستان

ما في ”الفتاوى البزازية على هامش الهندية“: وله بناء المنارة من مال المسجد لأنه لتعميم الدعاء إلى الصلاة. (۲۶۹/۶)، كتاب الوقف، الرابع في المسجد وما يتصل به (فتاوى محمودیہ: ۳۸۳/۲۱، ۳۸۴، میرٹھ، ۱۴/۱۴، ۴۵۴/۱۴، کراچی)

ما في ”التنوير مع الدر والرد“: ولا بأس بنقشه خلا محرابه بخص وماء ذهب ماله لا من مال الوقف، وضمن متوليه لو فعل. تنوير مع الدر. وفي الشامية: وأما من مال الوقف فلا شك أنه لا يجوز للمتولي فعله مطلقاً لعدم الفائدة فيه. (۴۳۱/۲)، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، قبيل مطلب في أفضل المساجد (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۵۵۷)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ”الفتاوى الهندية“: متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى بيته.

(۲) ۴۶۲/۲، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد، الفصل الثاني في الوقف =

مارکیٹ میں جماعت خانہ

مسئلہ (۹۶): اگر کسی مارکیٹ کے قریب کوئی مسجد نہ ہو، اور لوگ کسی مکان یا دکان کی چھت کو متعین کر کے، اس میں باجماعت نماز پڑھنا شروع کر دیں، تو مسجد قریب نہ ہونے کی وجہ سے اس میں جماعت کر لینے سے جماعت کا ثواب تو مل جائے گا^(۱)، مگر اس جگہ کی حیثیت مسجد شرعی نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کا ثواب نہیں ملے گا۔^(۲)

= علی المسجد الخ، البحر الرائق ۵/۴۲۰، کتاب الوقف، فصل في أحكام المسجد ما في ” الفتاوى الهندية “: ولا تجوز إعارة الوقف والإسكان فيه . كذا في محيط السرخسي . (۴۲۰/۲) . کتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف وتصرف القيم في الأوقاف الخ ما في ” التنوير مع الدر والرد “: فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن . (۵۳۹/۶) الوقف، مطلب مهم فرق أبو يوسف بين قوله موقوفة وقوله فموقوفة على فلان (۲) ما في ” الدر المختار مع الشامية “: قولهم: شرط الواقف كنص الشارع: أي في المفهوم والدلالة . (۶۳۹/۶) ، کتاب الوقف، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع (۳) ما في ” رد المحتار “: وإنما يحل للمتولي الإذن فيما يزيد الوقف به خيرا . (۶۷۸/۶) ، کتاب الوقف، مطلب إنما يحل للمتولي الإذن فيما يزيد الوقف به خيرا (فتاوى دارالعلوم دیوبند، رقم الفتوى: ۵۲۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مشكوة المصابيح “: عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: ” صلوة الجماعة تفضل صلوة الفرد بسبع وعشرين درجة “ . متفق عليه . (ص/ ۹۵) ، کتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول، الرقم: ۱۰۵۲) ما في ” عمدة القاري “: وقال أبو حنيفة: سها أو نام أو شغله عن الجماعة شغل جمع بأهله في منزله وإن صلى وحده يجوز، واختلف العلماء في إقامتها في البيت، والأصح أنها كإقامتها في المسجد . (۲۳۶/۵) ، کتاب الأذان، باب وجوب صلاة الجمعة، =

مسجد کا غیر ضروری سامان دوسری مسجد میں دینا

مسئلہ (۹۷): کسی مسجد کا سامان مثلاً؛ لوٹا، صف (دریاں، چٹائیاں)، پتکھا، سیڑھی وغیرہ اس کی ضرورت سے زائد ہو، نیز اس کی حفاظت کی کوئی صورت نہ ہو، اور ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں متولی صاحب، یا مسجد کمیٹی کے مشورے سے کسی ایسی مسجد میں، جہاں اُس کی ضرورت ہو، قیمتہ منتقل کر سکتے ہیں۔^(۱)

تحت الرقم: (۶۴۴)

وما في ”عمدة القاري“ : وقال الكرمانى : المراد بالمساجد مواضع إيقاع الصلاة لا الأبنية الموضوعة للصلاة من المساجد فجاء بحديث أبي هريرة إذ فيه إجازة الصلاة في السوق ، وإذا جازت الصلاة في السوق فرادى فكان أولى أن يتخذ فيه مسجد للجماعة . (۳/۳۷۷، كتاب الصلاة ، باب الصلاة في مسجد السوق)

(۲) ما في ”رد المحتار“ : وإن صلى أحد في البيت بالجماعة لم ينالوا فضل جماعة المسجد . (۲/۲۹۵، باب الوتر والنوافل ، مبحث صلاة التراويح)

ما في ”حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح“ : لو صلى في بيته بزوجه أو جاريتة أو ولده فقد أتى بفضيلة الجماعة . اهـ . كذا في الشرح ، ولكن فضيلة المسجد أتم . (ص/۲۸۷، كتاب الصلاة ، باب الإمامة) (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۳۰۴۷۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”فتح القدير“ : أما فيما اشتراه المتولي من مستغلات الوقف فإنه يجوز بيعه بلا هذا الشرط ، وهذا لأن في صيرورته وقفا خلافاً ، والمختار أنه لا يكون وقفاً فللقيم أن يبيعه متى شاء لمصلحة عرضت . (۶/۲۰۸، كتاب الوقف)

ما في ”رد المحتار“ : وفي فتاوى النسفي : سئل شيخ الإسلام عن أهل قرية رحلوا وتداعى مسجدها إلى الخراب ، وبعض المتغلبة يستولون على خشبه ، وينقلونه إلى دورهم هل لواحد لأهل المحلة أن يبيع الخشب بأمر القاضي ، ويمسك الثمن ليصرفه إلى بعض =

طعام تعاون میں زائد بل وصول کرنا

مسئلہ (۹۸): بعض جگہوں پر کسی ادارہ، مسجد کمیٹی وغیرہ میں ایسا ہوتا ہے کہ جب پیسے کی ضرورت پڑتی ہے، اور اخراجات بڑھ جاتے ہیں، تو لوگوں کو عام دعوتِ طعام پیش کی جاتی ہے، اور دعوت میں شریک ہونے والوں سے کھانے کے بل سے زائد رقم وصول کی جاتی ہے، پھر دعوت کے اخراجات میں سے جو رقم بچ جائے، وہ اس ادارے کے اخراجات میں لگائی جاتی ہے، تو اس طرح کی دعوتِ طعام ادارے والوں کی طرف سے اصلاً ایک تبرع ہے، جس میں زائد رقم کی شرط بغیر کسی جبر کے لگائی جاتی ہے، جس کو شرط منظور نہ ہو، تو اس کو عدم شرکت کا اختیار ہوتا ہے، لہذا یہ معاملہ تبرع مشروط کے حکم میں داخل ہو کر جائز و درست ہے۔^(۱)

=المساجد أو إلى هذا المسجد؟ قال: نعم. (۶/۵۵۰، کتاب الوقف، مطلب في نقل انقاض المسجد ونحوه) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۱۱۵۹)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في "صحيح البخاري": عن البراء قال: اشترى أبو بكر من عازب رجلًا بثلاثة عشر درهما فقال أبو بكر لعازب: مر البراء فليحمل إلى رحلي فقال عازب: لا، حتى تحدثنا كيف صنعت أنت ورسول الله ﷺ حين خرجتما من مكة والمشركون يطلبونكم قال: ارتحلنا من مكة" الخ. الحديث. (۱/۵۱۵، باب منافق المهاجرين)

ما في "الصحيح لمسلم": عن أنس أن جارا لرسول الله ﷺ فارسيا كان طيب المرق فصنع لرسول الله ﷺ ثم جاء يدعوه فقال: وهذه لعائشة؟ فقال: لا، فقال رسول الله ﷺ: لا، فعاد يدعوه، فقال رسول الله ﷺ: وهذه؟ قال: لا، قال رسول الله ﷺ: لا، ثم عاد يدعوه، فقال رسول الله ﷺ: وهذه؟ قال: نعم، في الثالثة، فقاما يتدافعان حتى أتيا منزله. (۲/۱۷۶)

کتاب الزکوٰۃ والصدقة

زکوٰۃ وصدقہ سے متعلق مسائل

صدقہ نافلہ اور صدقہ واجبہ

مسئلہ (۹۹): ثواب کی نیت سے راہِ خدا میں کوئی چیز خرچ کرنے کو صدقہ اور خیرات کہا جاتا ہے، پھر صدقہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **صدقہ نافلہ:** اس میں دی جانے والی چیز میں سے خود صدقہ دینے والا، اس کے گھر والے، مالدار اور غریب سب ہی کھا سکتے ہیں۔

(۲) **صدقہ واجبہ:** جیسے نذر، منت، صدقہ فطر، فوت شدہ نماز و روزوں کے فدیہ کی رقم وغیرہ، اس کا مصرف اور حق دار صرف فقیر اور مسکین ہی ہیں، اسے خود صدقہ کرنے والا، اس کے گھر والے اور مالدار لوگ استعمال نہیں کر سکتے۔^(۱)

= ما في "تكملة فتح الملهم" : قوله : فقال : وهذه لعائشة ؟ يعني إن كنت تدعوها معي فأنا أجيبك وإلا فلا . (۳۰/۳) ، المكتبة الأشرفية ديوبند (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۵/۵۵۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "بدائع الصنائع" : وقول النبي ﷺ " لا تحل الصدقة لغني " ولأن الصدقة مال تمكن فيه الخبث لكونه غسالة الناس لحصول الطهارة لهم به من الذنوب ، ولا يجوز الانتفاع بالخبث إلا عند الحاجة ، والحاجة للفقير لا لغني ، وأما صدقة التطوع فتجوز صرفها إلى الغني ، لأنها تجري مجرى الهبة . (۲/۳۷۶) ، كتاب الزكاة ، مصارف الزكاة

ما في "البحر الرائق" : وقيد بالزكاة لأن النفل يجوز للغني كما للهاشمي ، وأما بقية الصدقات المفروضة والواجبة كالعشر والكفارات والندور وصدقہ الفطر فلا يجوز =

مال تجارت کی زکوٰۃ

مسئلہ (۱۰۰): مال تجارت کی زکوٰۃ نکالتے وقت تاجروں کو چاہیے کہ جس تاریخ میں زکوٰۃ کا سال پورا ہوتا ہے، اس تاریخ میں مال کا جتنا اسٹاک (ذخیرہ) موجود ہے، اس کی قیمت اسی تاریخ کے بازار کے نرخ (قیمت) کے لحاظ سے لگائے، قیمت خرید کے اعتبار سے نہیں۔^(۱)

صرفہا للغني لعموم قوله عليه السلام " لا تحل الصدقة لغني " خرج النفل منها ، لأن الصدقة على الغني هبة . كذا في البدائع . (۲ / ۲۲۷ ، كتاب الزكاة ، باب المصروف) ما في " الموسوعة الفقهية " : الأصل أن الصدقة تعطى للفقراء والمحتاجين ، وهذا هو الأفضل كما صرح به الفقهاء ، وذلك لقوله تعالى : ﴿ او مسكيناً ذا متربة ﴾ وانفقوا على أنها تحل للغني ، لأن صدقة التطوع كالهبة فتصح للغني والفقير ، قال السرخسي : ثم التصدق على الغني يكون قربة يستحق بها الثواب .

(۲۶ / ۳۳۲ ، صدقة ، التصدق على الفقراء والأغنياء)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ويجوز أكله من هدي التطوع والمتعة والقران فقط) ولو أكل من غيرها ضمن ما أكل . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ولو أكل من غيرها) أي غير هذه الثلاثة من بقية الهدايا ، كدماء الكفارات كلها والنذور وهدى الإحصار والتطوع الذي لم يبلغ الحرم ، وكذا لو أطمع غنياً أفاده في البحر . (۳ / ۳۹ ، كتاب الحج ، باب الهدي ، بيروت) (فتاوى جامع بنوري ، رقم الفتوى : ۱۶۸۱۵)

ما في " فتح القدير " : وجملة الكلام فيه أن الدماء نوعان : ما يجوز لصاحبه الأكل منه وهو دم المتعة والقران والأضحية وهدى التطوع إذا بلغ محله ، وما لا يجوز وهو دم النذور والكفارات والإحصار . (۳ / ۱۵۰ ، كتاب الحج ، باب الهدي)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : قال صاحب البدائع علاء الدين أبو بكر الكاساني رحمه =

طلباء کی اسکالرشپ (وظیفہ) کے ذریعہ امداد

مسئلہ (۱۰۱): آج کل بعض ادارے یا کمیٹی کے اراکین آپس میں چندہ وغیرہ کر کے، مالی اعتبار سے کمزور طلباء کے لیے، بہتر تعلیم حاصل کرنے کے واسطے اسکالرشپ (وظیفہ) کے ذریعہ مدد کرتے ہیں، تو ان کی یہ جمع کردہ رقم اگر زکوٰۃ کی رقم ہے، تو ادائے زکوٰۃ کے لیے تملیک فقیر شرط ہے، یعنی جو طلبا مستحق زکوٰۃ ہیں، صرف ان کو ہی یہ وظیفہ دیا جاسکتا ہے، اور اس میں یہ خیال رہے کہ یک بارگی اتنی رقم دینا کہ جس سے وہ صاحبِ نصاب بن جائیں، مکروہ ہے^(۱)، اور اگر جمع کردہ رقم زکوٰۃ کے علاوہ نفل صدقہ وغیرہ کی رقم ہے، تو اس کے پانے والے کا مستحق زکوٰۃ ہونا شرط نہیں ہے۔^(۲)

= اللہ تعالیٰ : وسواء كان مال التجارة عروضاً أو عقاراً أو شيئاً مما يكال أو يوزن ، لأن الوجوب في أموال التجارة تعلق بالمعنى وهو المالية والقيمة ، وهذه الأموال كلها في هذا المعنى جنس واحد . (۲ / ۲۱۶ ، فصل في نصاب أموال التجارة)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : قال الحصكفي رحمه الله تعالى : وتعتبر القيمة يوم الوجوب ، وقالوا : يوم الأداء ؛ وفي السوائم يوم الأداء إجماعاً وهو الأصح ، ويقوم في البلد الذي المال فيه ، ولو في مفازة ففي أقرب الأمصار إليه . فتح . (در مختار) .

(۳ / ۲۱۱ ، باب زكاة الغنم ، قبيل مطلب : محمد إمام في اللغة واجب التقليد فيها من أقران سيبويه ، الفتاوى الهندية : ۱ / ۱۸۰ ، الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة والعروض ، الفصل الثاني في العروض) (فتاوى عثمانی : ۲ / ۵۲ ، احسن الفتاوى : ۳ / ۳۰۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها﴾ . =

= (سورة التوبة: ۶۰)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : الصدقة تقتضي تمليگًا وإنما قلنا ذلك لقول النبي ﷺ : ” أمرت أن آخذ الصدقة من أغنيائكم وأردها في فقرائكم “ . فبين أن الصدقة مصروفة إلى الفقراء ، فدل ذلك على أن أحدًا لا يأخذها صدقة إلا بالفقر وإنما كره أبو حنيفة أن يعطى انسانًا مائتي درهم لأن المائتين هي النصاب الكامل فيكون غنيا مع تمام ملك الصدقة ، ومعلوم أن الله تعالى إنما أمر بدفع الزكوات إلى الفقراء لينفعوا بها ويتملكوها ، فلا يحصل له التمكين من الانتفاع إلا وهو غني ، فكره من أجل ذلك دفع نصاب كامل ، ومتى دفع إليه أقل من النصاب فإنه يملكه ويحصل له الانتفاع بها وهو فقير فلم يكرهه . (۳/ ۱۶۱ - ۱۷۸ ، سورة التوبة)

ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : مصرف الزكوة والعشر (هو فقير ، وهو من له أدنى شيء) أي دون النصاب . (ومسكين من لا شيء له) على المذهب .

(۳/ ۲۸۳ ، ۲۸۴ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ما في ” الهداية “ : قال : الأصل فيه قوله تعالى : ﴿ إنما الصدقات للفقراء ﴾ الآية ، فهذه ثمانية أصناف وقد سقط منها المؤلفة قلوبهم ... والفقير من له أدنى شيء ، والمسكين من لا شيء له ، وهذا مروى عن أبي حنيفة ويكره أن يدفع إلى واحد مائتي درهم فصاعدا ، وإن دفع جاز . (۱/ ۲۰۴ - ۲۰۷ ، كتاب الزكاة ، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۸۷ ، ۱۸۸ ، كتاب الزكاة ، الباب السابع في المصارف)

(۲) ما في ” البحر الرائق “ : قوله عليه الصلاة والسلام : ” لا تحل صدقة لغني “ خرج النفل منها ، لأن الصدقة على الغني هبة . كذا في البدائع .

(۲/ ۴۲۷ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۳۶۲۳۶)

بلا تفریق مذہب و ملت مسلم و غیر مسلم کے ساتھ ہمدردی

مسئلہ (۱۰۲): زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقاتِ نافلہ و خیرات غیر مسلموں کو دینا درست ہے^(۱)، کچا اناج ہو یا پکا، لباس وغیرہ یا دیگر ضروریاتِ زندگی کے ذریعے اُن کی مدد کرنا، اور حسن سلوک کرنا بلاشبہ جائز ہے، لہذا عام آفتوں اور مصیبتوں کی گھڑیوں میں محض انسانیت کی بنیاد پر، بلا تفریقِ مذہب و ملت، مسلم و غیر مسلم ہر فرد بشر کے ساتھ ہمدردی و غم خواری اور حتی المقدور اس کی مدد کرنا، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیم و سیرت ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ سے پہلے، بزمانہ قحط، وہاں موجود غیر مسلموں کی مدد کے لیے پانچ سو دینار نقد، جس کا موجودہ وزن، دو کلو ایک سو ستاسی گرام سونا ہے، اور اس کی موجودہ قیمت اُسٹھ لاکھ اڑتالیس ہزار چھ سو چالیس (۵۹۴۸۶۴۰) روپے ہوتی ہے، ابوسفیان اور صفوان بن امیہ کے نام بھیجے تھے، اور یہ حکم دیا تھا کہ مکہ کے غربا و فقرا کے درمیان یہ تقسیم کیے جائیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”روح المعاني“ : نعم عند عام العلماء يجوز الإحسان إلى الكفار في دار الإسلام ولا تصرف إليهم الواجبات . (۱۶ / ۲۶۷ ، سورة الإنسان ، الآية / ۸)
 ما في ”البحر الرائق“ : وصح دفع غير الزكاة إلى الذمي واجبا كان أو تطوعا كصدقة الفطر والكفارات والمنذور . (۲ / ۴۲۳ ، كتاب الزكاة ، باب المصروف)
 ما في ”فقه الزكاة“ : لا جناح على المسلم أن يعطي غير المسلم من أهل الذمة مما يتطوع به من الصدقات رعاية للرابطة الإنسانية ، ولحرمة العهد الذي بينهم وبين المسلمين =

کتاب الصوم

روزے سے متعلق مسائل

اسلامی تاریخ چاند نظر آنے کے بعد سے شروع ہوتی ہے

مسئلہ (۱۰۳): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی تاریخ، چاند نظر آنے کے بعد والے دن کی صبح سے شروع ہوتی ہے، اس لیے کہ دن پہلے ہے، رات بعد میں، یعنی رات دن کے تابع ہے، اُن کا یہ خیال درست نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں رات دن سے پہلے ہوتی ہے، یعنی دن رات کے تابع ہے، لہذا آفتاب کے غروب ہوتے ہی اگلی تاریخ، اگلادن، اور اگلا مہینہ شروع ہو جاتا ہے، چنانچہ رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی، رمضان مبارک شروع ہو جاتا ہے، اور شوال کا چاند نظر آنے پر رمضان ختم ہو جاتا ہے، البتہ حج کے چار دن ایسے ہیں کہ وہ اپنے سے پہلی رات کے تابع نہیں، بلکہ اُن کے بعد آنے والی راتیں ان

= وکفرهم بالإسلام لا يمنع من البرّ بهم والإحسان إليهم ما داموا غير محاربين للمسلمين .
(ص/ ۴۷۲، الفصل التاسع، المبحث الثالث: الإعطاء من صدقة التطوع)

(۲) ما في ”رد المحتار“: ذكر محمد في السير الكبير: لا بأس للمسلم أن يعطي كافرا حريبا أو ذميا، وأن يقبل الهدية منه، لما روي ”أن النبي ﷺ بعث خمس مائة دينار إلى مكة حين قحطوا وأمر بدفعها إلى أبي سفيان بن حرب وصفوان بن أمية ليفرقا على فقراء أهل مكة“، ولأن صلة الرحم محمودودة في كل دين، والإهداء إلى الغير من مكارم الأخلاق الخ .

(۳/ ۳۰۲، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الأصلية، شرح كتاب السير الكبير: ۷۰/۱، باب: صلة المشرك)

دنوں کے تابع ہیں، اور یہ چار دن ۹/۱۰/۱۱/۱۲ اور ذوالحجہ ہیں، ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کو وقف عرفات ہوتا ہے، اس کا وقت ۹ ذوالحجہ کے زوال سے شروع ہو کر صبح صادق تک رہتا ہے، بقیہ تین دن رمی کے ہیں، ان دنوں کی رمی کا وقت اگلے دن کی صبح صادق تک رہتا ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : الليالي كلها تابعة للأيام المستقبلية لا للأيام الماضية إلا في الحج فإنها في حكم أيام ماضية لا في حكم أيام مستقبلية ، ليلة عرفة تابعة ليوم التروية ، حتى لا يجوز للحاج الوقوف فيها كما لا يجوز في يوم التروية ، وليلة النحر تابعة ليوم عرفة حتى يجوز الوقوف فيها كما يجوز في يوم عرفة ، وكذا لا تجوز التضحية فيها كما لا تجوز في يوم عرفة . كذا في محيط السرخسي .

(۲۲۹/۱ ، ۲۳۰ ، كتاب المناسك ، الباب الخامس في كيفية أداء الحج)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : إن الليالي كلها تابعة للأيام المستقبلية لا للأيام الماضية إلا في الحج فإنها في حكم الأيام الماضية ، فليلة عرفة تابعة ليوم التروية ، وليلة النحر تابعة ليوم عرفة ، وليالي أيام الأضحية تبعٌ لنهار ما مضى ، وذلك رفقا بالناس .

(۱۹۰/۳۰ ، نذر ، وقت الدخول والخروج في نذر اعتكاف شهر)

ما في ” البحر الرائق “ : الأصل أن كل ليلة تتبع اليوم الذي بعدها ، ألا ترى أنه يصلي التراويح في أول ليلة من رمضان ، ولا يفعل ذلك في أول ليلة من شوال ، وفي فتاوى الولوالجي من كتاب الأضحية : الليلة في كل وقت تبع لنهار يأتي إلا في أيام الأضحية تبع لنهار ما مضى رفقا بالناس . اهـ . وفي المحيط من كتاب الحج : والليالي كلها تابعة للأيام المستقبلية لا للأيام الماضية . اهـ . (۵۳۳/۲ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، بيروت)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۸/۶۶۶)

روزے کی نیت میں لفظ ”غَدًا“ کیوں کہتے ہیں؟

مسئلہ (۱۰۴): بعض لوگ کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان المبارک میں ہم روزے کی نیت سحر کے وقت، یا فجر کی اذان کے قریب قریب کرتے ہیں، پھر روزے کی نیت میں ”غَدًا“ یعنی ”آئندہ کل“ کا لفظ کیوں بولا جاتا ہے؟ ”الْیَوْم“ یعنی ”آج“ کا لفظ کیوں نہیں کہتے؟۔ اُن کے اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ۔ رات گزرنے کے بعد صبح آرہی ہے، اس کو عربی زبان میں ”غَدًا“ کہا جاتا ہے، اور صبح ہو جانے کے بعد سے غروبِ آفتاب تک کے وقت کو ”الْیَوْم“ کہا جاتا ہے، اس لیے نیتِ روزہ میں ”أَصُومُ غَدًا“ کہا جاتا ہے، نہ کہ ”أَصُومُ الْیَوْمَ“۔^(۱)

نوٹ: صبح سے مراد صبح صادق ہے، یعنی وہ صبح جس کے طلوع سے دن کی ابتدا ہوتی ہے۔^(۲)

نیتِ روزہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ۔ اگر رات میں نیت کی جائے، تو ”نویتُ أن أصومَ غَدًا“ کہے، اور اگر دن میں نیت کی جائے، تو ”نویتُ أن أصومَ هذا الیومَ“ کہے۔^(۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”معجم لغة الفقهاء“ : الیوم : [۱] بفتح فسکون - الوقت لیلًا أو نهارًا قلیلاً أو کثیرًا . وفي العرف : من طلوع جرم الشمس ولو بعضها إلى غروب تمام جرمها . [۲] من طلوع الفجر الصادق إلى غروب تمام الشمس . (ص/۵۱۵ ، الیوم ، المعجم الوسیط : ص/۷۷۰ ، و ۱۲۹۶ ، القاموس الوحید : ۲/۱۱۵۷ ، و ۲/۱۹۱۷) =

رمضان المبارک میں فجر کی نماز جلدی پڑھ لی جائے

مسئلہ (۱۰۵): جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ نماز فجر کو اُس کے اول وقت؛ یعنی غلَس (اندھیرا) میں پڑھنا افضل ہے، حضرات صحابہ میں سے حضرت عمر ابن خطاب، عثمان ابن عفان، عبداللہ ابن زبیر، انس ابن مالک، ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا مذہب یہی ہے، اور اسی کو امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد ابن حنبل اور اسحاق ابن راہویہ رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے، جب کہ حضرات علماء کی ایک جماعت، فجر کی نماز کو ذرا دیر سے، یعنی اچھی طرح روشنی ہو جانے پر پڑھنے کو افضل قرار دیتی ہے، حضرات صحابہ میں سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی ہے، اور اسی کو امام نخعی، امام ثوری اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ نے اختیار فرمایا ہے۔^(۱)

رمضان المبارک میں اکثر لوگ رات میں دیر سے سوتے ہیں، اور سحری کے بعد

(۲) ما فی "الموسوعة الفقهية": لا خلاف بين الفقهاء في أن مبدأ وقت الصبح طلوع الفجر الصادق، ويسمى الفجر الثاني، وسُمِّي صادقاً؛ لأنه بين وجه الصبح ووضّحه، وعلامته بياضٌ ينتشر في الأفق عرضاً..... أما نهاية وقت الصبح، فعند أبي حنيفة وأصحابه: قبيل طلوع الشمس. (۱/۷، ۱/۷)، أوقات الصلاة، مبدأ وقت الصبح ونهايته

(۳) ما فی "الجوهرة النيرة": والسنة أن يتلفظ بها بلسانه فيقول إذا نوى من الليل: نويت أن أصوم غداً لله تعالى من فرض رمضان، وإن نوى من النهار يقول: نويت أن أصوم هذا اليوم لله تعالى من فرض رمضان. (۳۲۹/۱، كتاب الصوم، بيروت، المعاصر الضروري مع القدوري: ص/۲۱۹، ادارة القرآن كراچی) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۸/۶۶۷)

اگر فجر کی جماعت دیر سے ہوتی ہے، تو وہ لیٹ جاتے ہیں، نتیجہً اُن کی فجر کی جماعت چھوٹ جاتی ہے، اور پھر وہ قضا پڑھتے ہیں، اس لیے اگر اکثر نمازی اول وقت میں فجر کی نماز کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں، تو بہتر یہی ہے کہ رمضان المبارک کی حد تک فجر کی نماز ذرا جلدی پڑھ لیا کریں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في "موسوعة مسائل الجمهور" : جمهور العلماء على أن الأفضل في صلاة الصبح أن تصلى في أول وقتها وهو ما يسمى بالتغليس (يعني وقت الغلس) وهو مذهب عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعبد الله بن الزبير وأنس بن مالك وأبي موسى الأشعري وأبي هريرة ، وإليه ذهب الأوزاعي ومالك والشافعي وأحمد وإسحاق ، وقالت طائفة : التأخير إلى وقت الإسفار أفضل ، وإليه ذهب عبد الله بن مسعود والنخعي والثوري وأبو حنيفة .

(۱/۱۳۱، کتاب الصلاة، مواقيت الصلاة، باب في الأفضل في أداء صلاة الصبح)

ما في "فيض الباري" : ثم إذا نشأ الإسلام وكثر المسلمون وعلم أن فيهم ضعفاً عمل بالإسفار في زمن الصحابة رضي الله عنهم ، لنلا يُفَضِّي إلى تقليل الجماعة ، وقد علمت فيما سبق أن بُطأ الناس وتعجيلهم مما قد راعاه النبي ﷺ أيضاً ، فلو اجتمع الناس اليوم أيضاً في التغليس لقلنا به أيضاً كما في "مبسوط السرخسي" في باب التيمم أنه يستحب التغليس في الفجر ، والتعجيل في الظهر إذا اجتمع الناس .

(۲/۷۷، کتاب مواقيت الصلاة، باب وقت الفجر، تحت الرقم: ۵۷۶)

(۲) ما في "فتح الملهم بشرح صحيح مسلم" : فأشعر بذلك بالتغليس الشديد في رمضان وهو أيسر لعامة المصلين من حيث حضورهم الجماعة وأهون عليهم من الاسفار إذا أحر والسحور جدا كما يعلم بالتجربة ، والله أعلم . (۳/۱۲۱، کتاب الصيام، باب فضل السحور وتأکید استحبابه تأخيره وتعجيل الفطر) (فتاوى محمودية: ۹/۴۱، میرٹھ)

عاشورہ یا عرفہ کا روزہ جمعہ کے دن رکھنا

مسئلہ (۱۰۶): خاص طور پر جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے اختیار کرنا مکروہ ہے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے: ”لا یصوم أحدکم یومَ الجمعةِ إلا أن یصومَ قبلَهُ أو بعدهُ“۔ البتہ چند صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں:

جمعہ کے ساتھ پہلے یا بعد، ایک دن اور روزہ رکھ لیا جائے، جیسا کہ حدیثِ مذکور میں صراحت ہے۔

کسی خاص تاریخ میں اس کا روزہ رکھنے کا معمول ہے، اب اتفاق سے وہ تاریخ جمعہ کے دن پڑ گئی، تو روزہ رکھ سکتا ہے، کراہت نہ ہوگی۔

جن نفل روزوں کی احادیث میں تاکید و فضیلت آئی ہے، مثلاً عاشورہ، عرفہ کے روزے، اگر یہ روزے جمعہ کے دن پڑ گئے، تو حدیث میں وارد فضیلت کی بنا پر روزہ رکھ لے، اس پر کراہت نہ ہوگی۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا يصوم أحدكم يوم الجمعة إلا أن يصوم قبله أو يصوم بعده “ .

(۱/ ۱۵۷، أبواب الصوم ، باب ما جاء في كراهية صوم يوم الجمعة وحده ، الرقم : ۷۳۳) ما في ”نفع قوت المغتدني [حاشية الترمذي]“ : وفي معنى المستثنى : ما وافق سنة مؤكدة كما إذا كان السبت يوم عرفة أو عاشوراء للأحاديث الصحاح التي وردت فيها واتفق الجمهور على أن هذا النهي ونهي أفراد الجمعة لكراهته تنزيه لا تحريم .

(۱/ ۱۵۷، رقم الحاشية : ۴)

ما في ”مشکوٰۃ المصابیح“ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا تختصوا ليلة =

سعودی عرب اور ہندوستان میں عید

مسئلہ (۱۰۷): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سعودی عرب میں جس دن عید ہوتی ہے، اُسی دن ہندوستان میں ہونی چاہیے، اُن کی یہ بات غلط ہے، کیوں کہ شریعت نے عید کا مندر چاند کی رویت پر رکھا ہے، اگر ۲۹ تاریخ کو چاند نظر آئے، تو عید کرنا صحیح ہے، ورنہ ۳۰ روزے مکمل کر کے عید کی جائے گی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”صُومُوا لِرُؤْيَيْتِهِ ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَيْتِهِ“۔ چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو، اور چاند دیکھ کر ہی روزہ ختم کرو۔^(۱)

چاند کا نظام فطری و تکوینی طور پر ایسا ہے کہ وہ دنیا کے ایک حصے میں طلوع ہوتا ہے، تو دوسرے حصے میں غروب، اسی طرح اس کے برعکس، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان اور سعودی عرب میں ایک دن چاند نظر نہیں آتا، اسی بنا پر دونوں ملکوں، یا اس طرح کے دیگر ممالک میں ایک دن اور ایک ساتھ عید نہیں ہوتی۔ ہم مسلمان ہیں، مذہبِ اسلام کے پیرو ہیں، اور اسلام۔ تسلیم و رضا کا نام

= الجمعة بقیام من بین اللیالی ، ولا تختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الأيام إلا أن یکون فی صوم یصومه أحدکم“ رواہ مسلم .

(ص/ ۱۷۹، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، الرقم: ۲۰۵۲)

ما فی ”مراۃ المفاتیح“: حیث لا یکره إذا کان وافق یوما اعتاده أو ضم إليه یوماً قبله، أو لم یقصد به رمضان فیظہر حیثنذ وجہ قوله علیه الصلاة والسلام: إلا أن یصوم یوماً قبله أو بعده أو یکون فی صوم یصومه أحدکم . (۴/ ۲۸۳، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، الفصل الأول) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۳۶۳۶) =

ہے (۲)، لہذا تسلیم و رضا کو اپنا شیوہ بنا لینا چاہیے، اور خواہ مخواہ دینی امور میں اس طرح کی بے جا رائے زنی و مشورہ دہی سے بچنا چاہیے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” صحيح مسلم “ : عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما ، عن النبي ﷺ أنه ذكر رمضان فقال : ” لا تصوموا حتى ترؤا الهلال ، ولا تُفطروا حتى تروه ، فإن أغمي عليكم فاقدروا له “ . (۴/۴۱۳ ، الرقم : 1080/۲۳۹۵-۳ ، كتاب الصيام ، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال الخ ، احياء التراث العربي بيروت)

وفيه أيضاً : عن ابن عمر رضي الله عنهما ، أن رسول الله ﷺ ذكر رمضان ، فضرب بيديه فقال : ” الشهر هكذا ، وهكذا ، وهكذا ، (ثم عقد إبهامه في الثالثة) فصوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته ، فإن أغمي عليكم فاقدروا له ثلاثين “ . (۴/۴۱۳ ، الرقم : ۲۳۹۶)

وفيه أيضاً : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” إذا رأيتم الهلال فصوموا ، وإذا رأيتموه فأفطروا ، فإن غمَّ عليكم فصوموا ثلاثين يوماً “ .

(۴/۴۱۸ ، الرقم : 1081/۲۵۱۰-۱۷)

ما في ” شرح النووي على هامش مسلم “ : قوله ﷺ : (صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته) المراد رؤية بعض المسلمين ولا يشترط رؤية كل انسان بل يكفي جميع الناس رؤية عدلين . اهـ ، قوله ﷺ : (الشهر هكذا وهكذا) وفي رواية : (الشهر تسع وعشرون) معناه : أن الشهر قد يكون تسعا وعشرين ، وحاصله أن الاعتبار بالهلال فقد يكون تاما وثلاثين وقد يكون ناقصا تسعا وعشرين ، وقد لا يرى الهلال فيجب إكمال العدد ثلاثين .

(۴/۴۱۶ ، احياء التراث العربي ، تكملة فتح الملهم : ۱۷۶/۱ ، ۱۷۷ ، تحت الرقم

: ۲۳۹۶ ، و ۲۳۹۸ ، احياء التراث العربي بيروت ، صحيح البخاري : ص/۳۳۵ ، الرقم

: ۱۹۰۶ ، ۱۹۰۷ ، ۱۹۰۹ ، كتاب الصوم ، باب قول النبي ﷺ : إذا رأيتم الهلال فصوموا

وإذا رأيتموه فأفطروا ، احياء التراث العربي بيروت)

(۲) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : من معاني الإسلام في اللغة : الإذعان والانقياد والدخول =

کتاب الحج والعمرة

حج و عمرہ سے متعلق مسائل

اپنی ذاتی رقم سے حج کی ادائیگی

مسئلہ (۱۰۸): صاحب استطاعت شخص کو حج اپنی رقم سے کرنا چاہیے، کیوں کہ حج میں رقم خرچ کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے ^(۱)، دوسروں کی رقم سے حج کرنے سے، خواہ حکومت کے فنڈ سے ہی ہو، حج ادا ہو جاتا ہے، اور حج کا ثواب بھی ملتا ہے، بہ شرطیکہ فرأض و واجبات حج کی رعایت کرتے ہوئے حج کیا جائے ^(۲)، البتہ حج میں اپنی رقم خرچ کرنے کے جو فضائل ہیں، آدمی اُس سے محروم رہتا ہے۔

في السلم أو في دين الإسلام، والدخول في الدين هو استسلام العبد لله عز وجل باتباع ما جاء به الرسول ﷺ من الشهادة باللسان والتصديق بالقلب والعمل بالجوارح .
 اھ۔ (۲۵۹/۳، اسلام، التعريف)

(۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾ .

(سورة الحشر : ۷)

ما في ” روح المعاني “ : وفي الكشف : الأجود أن تكون عامة في كل ما أمر به ﷺ ونهى عنه . (۷۱/۱۵)

ما في ” التفسير المظهری “ : هذا أصل من أصول وجوب متابعتها ولزوم طريقتها وسيرته . (۳۰۴/۳)

ما في ” صحيح البخاري “ : قال النبي ﷺ : ” إذا أمرتكم بشيء فافعلوه ما استطعتم ، وإذا نهيتكم عن شيء فانتهوا “ . (۱۰۸۲/۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ان أداء فريضة الحج يؤدي شكر نعمه المال ، وسلامة =

حج بدل کے لیے جانے والے کے مصارف

مسئلہ (۱۰۹): اگر کوئی شخص کسی کو حج بدل کے لیے بھیج رہا ہو، تو حج بدل کے لیے جانے والے شخص کے جانے سے آنے تک کے تمام مصارف، اس بھیجنے والے پر لازم ہوں گے^(۱)، البتہ اس کے اہل و عیال کے مصارف اس پر لازم نہیں ہوں گے، لیکن اگر حج بدل کے لیے جانے والا شخص عیال دار ہے، جن کا نفقہ و خرچہ اس کے ذمے واجب ہے، اور وہ یوں کہے کہ ”مدت حج کے لیے میں نفقہ عیال اس وقت نہیں دے سکتا، تم اگر مجھ ہی کو بھیجنا چاہتے ہو، تو میرے اہل و عیال کا نفقہ بھی اس قدر ادا کر دو“۔ اور یہ گفتگو بطور معاوضہ اور معاملہ کے نہ ہو^(۲)، بلکہ دوستانہ اور تعلق کے طور پر ہو، اور اُس کے بعد بھیجنے والا خوشی سے اُس کے اہل و عیال کا نفقہ بھی ادا کر دے، تو یہ جائز ہے۔^(۳)

^۱ = البدن ، و هما أعظم ما يتمتع به الإنسان من نعم الدنيا ، ففي الحج شكر هاتين نعمتين العظيمةين حيث يجهد الإنسان نفسه وينفق ماله في طاعة ربه والتقرب إليه سبحانه .

(۲۶/۱۷۷، حج، فضل الحج)

ما في ”بدائع الصنائع“ : والحج عبادة لا تقوم إلا بالبدن والمال ، ولهذا لا يجب إلا عند وجود المال وصحة البدن ، فكان فيه شكر نعمتين ، وشكر النعمة ليس إلا استعمالها في طاعة المنعم ، وشكر النعمة واجب عقلاً وشرعاً . (۲/۲۹۱، کتاب الحج، في بيان فرضيته)

(۲) ما في ”صحيح البخاري“ : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : سمعت النبي ﷺ : ” من حج فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه “ . (۱/۲۰۶، کتاب المناسك ، باب فضل الحج المبرور) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۰۳۳۸) =

قرض لے کر عمرہ کرنا

مسئلہ (۱۱۰): اگر کسی شخص کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو، مگر عمرے کا شوق ہو، اور وہ کسی سے قرض لے کر عمرہ کر لے، تو اس کا عمرہ درست ہوگا^(۱)، لیکن قرض اسی وقت لینا چاہیے، جب کہ ادائیگی کی صورت بھی ممکن ہو، ورنہ اس سے بچنا چاہیے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : المأمور بالحج ينفق من مال الأمر ذاهبا وجائيا . كذا في السراجية . (۲۵۸ / ۱ ، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)
ما في ” الدر المختار “ : وبقي من الشرائط النفقة من مال الأمر كلها أو أكثرها .

(۱۷ / ۳) ، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : بل المصرح به في عامة متون المذهب أنه لا يجوز الاستئجار على الحج بل قال العلامة الشرنبلالي في رسالته ” بلوغ الأدب “ أنه لم يذكر أحد من مشايخنا جواز الاستئجار على الحج . (۱۹ / ۳) ، الحج ، مطلب في الاستئجار على الحج)
ما في ” حاشية ارشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري “ : الخامس : عدم اشتراط الأجرة فإن شرط وقع الحج عن الحاج دون الأمر ، وهذا الشرط أعني عدم جواز الاستئجار عليه مذکور في عامة الكتب ك ” الهداية “ و ” القُدوري “ وصرح في ” المنهاج “ فقال : ولا يجوز الاستئجار على الحج عنه . (ص / ۶۱۳)

(۳) ما في ” البحر الرائق “ : فإن أعطاه زائدا على كفايته فلا يحل للمأمور ما زاد بل يجب عليه رده إلى صاحبه إلا إذا قال : وكتك أن تهب الفضل من نفسك وتقضه لنفسك .

(۱۱۳ / ۳ ، ۱۱۴ ، باب الحج عن الغير) (امداد الاحكام : ۱۹۱ / ۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : وأما ركنها فالطواف ، وأما واجباتها فالسعي بين الصفا والمرورة والحلق أو التقصير . كذا في محيط السرخسي . وأما شرائطها فشرائط الحج =

= إلا الحج . هكذا في البدائع . (۱ / ۲۳۷) ، كتاب الحج ، الباب السادس في العمرة ، تبين الحقائق : ۲ / ۴۱۷ ، كتاب الحج ، باب الفوات)

ما في ” التتوير مع الدر والرد “ : (وهي إحرام وطواف وسعي) وحلق أو تقصير ، فالإحرام شرط ، ومعظم الطواف ركن ، وغيرهما واجب هو المختار ، ويفعل فيها كفعل الحاج .

(۳ / ۴۷۶) ، كتاب الحج ، مطلب في أحكام العمرة)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : للحنبالة والحنفية في القول المعتمد والشافعية في الأصح : وهو أن المقرض إنما يملك المال المقرض بالقبض .

(۳۳ / ۱۲۲) ، قرض ، أحكام القرض من حيث أثره)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما حكم القرض : فهو ثبوت الملك للمستقرض في المقرض للحال ، وثبوت مثله في ذمة المقرض للمقرض للحال ، وهذا جواب ظاهر الرواية .. وجه ظاهر الرواية : أن المقرض بنفس القبض صار بسبيل من التصرف في القرض من غير إذن المقرض بيعة وهبة وصدقة وسائر التصرفات ، وإذا تصرف ينفذ تصرفه .

(۱۰ / ۶۰۰ ، ۶۰۱) ، كتاب القرض ، فصل في حكم القرض)

(۲) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : أما في حق المقرض ، فالأصل فيه الإباحة ، وذلك لمن علم من نفسه الوفاء ، بأن كان له مال مرتجى ، وعزم على الوفاء منه وإلا لم يجز ، ما لم يكن مضطراً ، فإن كان كذلك وجب في حقه لدفع الضرر عن نفسه .

(۳۳ / ۱۱۳) ، قرض ، الحكم التكليفي للقرض) (فتاوى بنوري ، رقم الفتوى : ۱۶۵۶۹)

حج سے واپسی پر دعوت کا اہتمام

مسئلہ (۱۱۱): حج سے واپسی پر دعوت کا اہتمام کرنا ثابت نہیں، نیز اس میں نام و نمود پایا جاتا ہے، اس لیے حاجی کو ایسی رسمی دعوت کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، اور جن لوگوں کو دعوت دی گئی، انہیں شرکت نہیں کرنی چاہیے^(۱)، البتہ اگر دعوت، حج سے واپسی کے جشن میں نہ ہو، اور نہ رسم کی پابندی کی بنا پر ہو، اور نہ اس میں کوئی منکر اور خلاف شرع بات ہو، تو ایسی دعوت کرنا اور اس میں شریک ہونا، دونوں باتیں ممنوع نہیں ہیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” كنز العمال “ : خيار أمتي من يطعم الطعام وليس فيه رياء وسمعة ، ومن أطعم طعاما فيه رياء وسمعة جعله الله تعالى نارا في بطنه يوم القيامة حتى يفرغ الحساب .
(الدليمي عن عائشة) . (۱۰۸/۹ ، كتاب الضيافة ، الرقم : ۲۵۸۳۵)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : سد النرائع أصل من أصول الشريعة الإسلامية ، وحقيقته منع المباحات التي يتوصل بها إلى مفساد أو محظورات . (۵۲۵۸/۷ ، القرارات والتوصيات الصادرة عن مجلس مجمع الفقه الإسلامي في دورة مؤتمره التاسع في أبو ظهي)

ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن محمود بن لبيد أن النبي ﷺ قال : إن أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر ، قالوا : يا رسول الله ! وما الشرك الأصغر ؟ قال : ” الرياء “ . رواه أحمد . (ص / ۲۵۶ ، كتاب الرقاق ، باب الرياء والسمعة ، الفصل الثالث ، الرقم : ۵۳۳۴)

ما في ” مجموعة رسائل اللكنوي “ : فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها ، كما صرح به ملا علي القاري في شرح المشكوة والحصكفي في الدر المختار وغيرهما .

(۳ / ۲۹۰ ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر ، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر) =

کتاب الاضحیۃ

قربانی سے متعلق مسائل مقروض شخص پر قربانی

مسئلہ (۱۱۲): اگر کسی آدمی کے اوپر قرض ہو، لیکن اس کے پاس کچھ مال بھی ہو، تو اگر یہ مال اتنا ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد بھی اس کے پاس بنیادی ضرورت سے زائد، نصاب کے بقدر یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر مال بچ رہتا ہے، تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہوگی، اور اگر قرض ادا کرنے کے بعد نصاب سے کم مال بچے، تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔^(۱)

(۲) ما فی ”صحیح البخاری“ : عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما : أن رسول اللہ ﷺ لما قدم المدينة نحر جزوراً أو بقرة . (۱/۳۳۳ ، کتاب الجہاد والسیر ، باب الطعام عند القدم ، الرقم : ۳۰۸۹ ، سنن أبي داود : ص/۵۲۶ ، کتاب الأطعمة ، باب الإطعام عند القدم من السفر ، الرقم : ۳۷۷۷ ، قديمي)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۵۸، کراچی، ۱۵/۵۳۳، میرٹھ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۹۹۲۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ” الفتاویٰ الہندیۃ “ : ولو كان عليه دين بحيث لو صرف فيه نقص لا تجب .

(۵/۲۹۲ ، کتاب الاضحیۃ ، الباب الأول الخ)

ما فی ” بدائع الصنائع “ : ولو كان عليه دين بحيث لو صرف إليه بعض نصابه لا ينقص نصابه لا تجب ، لأن الدين يمنع وجوب الزكاة ، فلأن يمنع وجوب الاضحیۃ أولى ، لأن الزكاة فرض والاضحیۃ واجبة والفرض فوق الواجب .

(۳/۱۹۶ ، کتاب الاضحیۃ ، فصل في شرائط الاضحیۃ) =

قرض لے کر قربانی

مسئلہ (۱۱۳): اگر کسی شخص کی ملکیت میں اس کی ضرورت سے زائد، نصاب کے بقدر مال ہو، یا نقد روپیہ ہو، لیکن وہ کہیں غائب ہو، یا کسی کو قرض دے رکھا ہو، اور قربانی کے دنوں میں اس کی وصولی اور ملنا ممکن نہ ہو، اور اس کے پاس اتنا بھی مال نہ ہو، جس سے وہ قربانی کا جانور خرید سکے، تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی، اور نہ ہی اس پر قرض لے کر قربانی کرنا لازم ہوگا، کیوں کہ مال کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہ فقیر کے حکم میں ہے۔^(۱)

= ما في " البحر الرائق " : (تجب على حر مسلم موسر مقيم على نفسه الخ) وفي الخانية : الموسر في ظاهر الرواية من له مائتا درهم أو عشرون دينار أو ما بلغ ذلك سوى سكنه ومتاعه ومركبته وخادمه الذي في حاجته . (۳۱۹/۸ ، كتاب الأضحیة)
(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۳۲۵/۵، تخریج شدہ، مسائل قربانی: ص/۶۴، مولانا محمد عبدالمجید، مکتبہ القاسم اکیڈمی، نوشہرہ پاکستان، کتاب الفتاویٰ: ۱۳۳/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : سئل علي بن أحمد عن رجل له دين مؤجل ، أو غير مؤجل على رجل وهو مقر حتى جاء يوم النحر ، وليس في يد رب الدين شيء يمكنه شراء الأضحية هل عليه أن يستقرض ، ويشترى أضحية يضحي بها فقال : لا ، قيل له : هل يجب عليه قيمة الأضحية إذا وصل إليه الدين بعد فوات الوقت ، قال : لا ، قيل : هل يجب على رب الدين أن يسأل منه عن الدين إذا غلب على ظنه لو سأل منه ثمن الأضحية يعطيه فيلزمه منه ، وإن كان مؤجلا فقال : نعم . (۳۶۳/۱۷) ، كتاب الأضحية ، الفصل التاسع في المتفرقات ، رقم المسئلة : ۲۷۸۴۶ ، الفتاوى الهندية : ۳۰۷/۵ ، كتاب الأضحية ، الباب التاسع في المتفرقات) =

قربانی کے لیے بڑا جانور ضروری نہیں

مسئلہ (۱۱۴): اگر کسی شخص کی ملکیت میں ضرورت سے زائد اتنا مال ہے، جس سے اُس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے، لیکن اُس کے پاس نقد رقم نہیں ہے، تو اُس پر واجب ہے کہ قرض لے کر قربانی کرے، جیسا کہ اپنی دوسری ضروریات کے لیے قرض لیتا ہے، البتہ سودی قرض لینے سے اجتناب کرے، نیز یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیے کہ واجب قربانی کے اپنے ذمہ سے ساقط ہونے کے لیے پورا ایک بڑا جانور خریدنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس میں سے ایک حصہ لے لینے سے بھی یہ واجب ادا ہو جاتا ہے۔^(۱)

=ما في "بدائع الصنائع": وكذا لو كان مال غائب لا يصل إليه في أيام النحر ، لأنه فقير وقت غيبة المال حتى تحل له الصدقة بخلاف الزكاة فإنها تجب عليه ، لأن جميع العمر وقت الزكاة وهذه قرينة مؤقته فيعتبر الغنى في وقتها . (۱۹۶/۴ ، كتاب الأضحية ، فصل شرائط الوجوب ، الفتاوى الهندية: ۲۹۲/۵ ، كتاب الأضحية ، الباب الأول الخ)

(مسائل قربانی: ص/۶۴، ۶۵، مولانا عبدالمعجود صاحب)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "سنن الدار قطني" : عن عائشة قالت : قلت : يا رسول الله ! أستدين وأضحى ؟ قال : " نعم ، فإنه دينٌ مقضي " . (۱۸۸/۴ ، كتاب الأشربة وغيرها ، باب الصيد والذبائح الخ ، الرقم : ۴۷۱۰ ، دار الايمان ، نصب الراية للزبيعي : ۴/۲۹۹ ، كتاب الأضحية) ما في "رد المحتار" : له مال كثير غائب في يد مضاربه أو شريكه ومعه مه الحجرين أو متاع البيت ما يضحى به تلزم . (۴۵۳/۹ ، كتاب الأضحية ، الفتاوى الهندية : ۳۰۷/۵ ، كتاب الأضحية ، الباب التاسع في المتفرقات) (كتاب الفتاوى: ۱۳۳/۴)

وکیل نے قربانی کی رقم نہیں پہنچایا

مسئلہ (۱۱۵): اگر کوئی شخص اپنی قربانی کی رقم کسی شخص کو یہ کہہ کر دے کہ میری یہ رقم فلاں شخص یا فلاں ادارے کے ذمے دار کو دیدو، اور وہ شخص قربانی کی یہ رقم فلاں شخص یا ادارے کے ذمے دار کو دینا بھول گیا، یہاں تک کہ قربانی کے ایام گزر گئے، اور پھر اسے یاد آیا، تو اب اس پر واجب ہے کہ یہ رقم اس کے اصل مالک کو واپس لوٹا دے، اس لیے کہ ایام قربانی گزر جانے کے بعد یہ رقم مذکورہ شخص یا ادارے کے ذمے دار کو دینا جائز نہیں ہے، خواہ یہ رقم واجب قربانی کے واسطے تھی، یا نفل کے لیے، کیوں کہ یہ شخص وکیل ہے، اور جس غرض سے اسے وکیل بنایا گیا تھا، اب وہ فوت ہوگئی، اس لیے توکیل بھی ختم ہوگئی^(۱)، اور اس پر اس رقم کا لوٹانا واجب ہوا، اس لیے کہ یہ رقم اس کے پاس امانت ہے، اور امین پر رد امانت لازم ہوتی ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : وينزل الوكيل بلا عزل بنهاية الشيء المؤكل فيه وينزل بعجز مؤكله . (۸ / ۲۸۰ ، ۲۸۲ ، كتاب الوكالة ، باب عزل الوكيل)
 ما في ” الموسوعة الفقهية “ : تبطل الوكالة بتلف ما تعلق به ، فلو تلف العين التي وكل في التصرف فيها بالبيع أو غيره بطلت الوكالة ... فالتصرف في المحل لا يتصور بعد هلاكه والوكالة بالتصرف في ما لا يحتمل التصرف محال فبطل .

(۱۵ / ۱۴) ، وكالة ، انتهاء الوكالة ، الثاني عشر تلف ما تعلق بالوكالة به)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ ان الله يأمرکم ان تؤدوا الامنت الی اهلها ﴾ . (النساء : ۵۸)
 ما في ” التفسیر المظہری “ : لكن الآية بعموم لفظها يفيد وجوب أداء كل أمانة إلى أهلها .
 عن أنس قال : قلما خطبنا رسول الله ﷺ إلا قال : ” لا إيمان لمن لا أمانة له ، ولا دين =

وکیل بن کر قربانی کرنے والے احتیاط برتیں!

مسئلہ (۱۱۶): آج کل مختلف اداروں، تحریکوں، تنظیموں اور انجمنوں کی طرف سے اخباروں، چوراہوں اور ماہناموں وغیرہ میں قربانی کے حصوں اور اس کی کھالوں کی اپیل کے اشتہارات بکثرت نظر سے گزر رہے ہیں، کہ ہمارے یہاں قربانی کا ایک حصہ اتنے روپے میں ہے، ہمیں قربانی کی کھالیں دے کر ممنون و مشکور فرمائیں! وغیرہ۔

جاننا چاہیے کہ قربانی ایک واجب شرعی ہے^(۱)، اس کے کرنے کی بڑی فضیلت^(۲)، اور نہ کرنے پر وعید وارد ہوئی ہے^(۳)، فقہائے کرام نے اس واجب کی ادائیگی صحیح ہونے کے لیے بہت سے مسائل بیان فرمائے ہیں، جن پر مشتمل، مستقل کتابیں دستیاب ہیں، اور ان کی کھالوں کی قیمت کے بابت بھی شرعی مصرف و غربا و فقرا کو

=لمن لا عهد له . رواه البيهقي في شعب الإيمان . فائدة : ليس أداء الأمانة منحصرًا في مال الودیعة ونحوه ذلك بل كل حق لأحد أمانة يجب أداءه لأهله كما يدل عليه سب نزول هذه الآية . (۲/۳۶۳، ۳۶۴، التفسیر المنیر: ۱۲۷/۳)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” أدّ الأمانة إلى من ائتمنك ولا تخن من خانك “ .

(ص/۴۹۸، کتاب البیوع، باب فی الرجل يأخذ حقه من تحت يده، الرقم: ۳۵۳۵)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : اتفق الفقهاء على أن المقبوض في يد الوكيل يعتبر أمانة بمنزلة الودیعة .

(۵/۴۱۰۹، کتاب الوكالة، المبحث الثالث، ثالثا حال المقبوض في يد الوكيل)=

ذکر کیا ہے^(۴)، ان مسائل کو جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا جس طرح ہر قربانی کرنے والے پر ضروری ہے، اسی طرح ان افراد اور اداروں کے ذمے داران کے لیے بھی ضروری ہے، جو وکیل بن کر دوسروں کی طرف سے قربانی کرتے (انجام دیتے) ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ مسائل سے واقفیت نہ ہونے کی بنا پر، یا واقفیت کے باوجود غلط طریقے اپنانے کی وجہ سے لوگوں کی قربانیاں صحیح نہ ہوں، اور آخرت میں ان وکیل افراد وغیرہ کی پکڑ ہو، اور وہ ”نیکی برباد گناہ لازم“ کا مصداق بن جائیں، لہذا اس سلسلے میں بہت ڈرنے کی ضرورت ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

= (۱) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿فصل لربک وانحر﴾ . (سورة الکوتر : ۲)

ما فی ” مجمع الأنهر “ : الأضحیة هی واجبة علی حرّ مسلم مقیم موسر عن نفسه .

(۴/۱۶۶، کتاب الأضحیة ، کذا فی البحر الرائق : ۳۱۸/۸ ، کتاب الأضحیة)

ما فی ” الفتاویٰ الہندیة “ : وأما شروط الوجوب منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة

الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزکاة . (۵/۲۹۲)

ما فی ” رد المحتار “ : ذبح حیوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص وشرائطها

الإسلام واليسار الذي يتعلق به صدقة الفطر . (۹/۳۷۸ ، کتاب الأضحیة)

(۲) ما فی ” کنز العمال “ : قوله عليه السلام : ” الأضحی سنة أبیکم إبراهیم ، بكل شعرة

حسنة وبكل شعرة من الصوف حسنة “ . (۵/۳۹ ، الحدیث : ۱۲۲۲۹ ، ابن ماجه : ص/۲۲۶)

ما فی ” جامع الترمذی “ : قوله عليه السلام : ” فی الأضحیة لصاحبها بكل شعرة حسنة “ .

(۱/۲۷۵ ، باب ماجاء فی فضل الأضحی)

ما فی ” سنن ابن ماجه “ : عن عائشة أن النبي ﷺ قال : ” ما عمل ابن آدم يوم النحر عملا

أحب إلى الله عز وجل من هراقة دم ، وإنه لیأتی يوم القيامة بقرونها وأظلافها وأشعارها ، وإن

الدم ليقع من الله عز وجل بمكان قبل أن يقع على الأرض فطيبوا بها نفسا “ . =

کتاب النکاح

نکاح سے متعلق مسائل

نکاح عفت و پاکدامنی اور تکمیل نصف ایمان کا ذریعہ

مسئلہ (۱۱۷): اسلام میں نکاح محض جنسی لذت کا ذریعہ یا حصول مال و دولت کا طریقہ نہیں، بلکہ عفت و عصمت، پاکیزگی و پاک دامنی اور تکمیل نصف ایمان کا ذریعہ ہے^(۱)؛ بعض حالات میں نکاح کا حکم تاکیدی^(۲) اور بعض حالات میں ترغیبی و استجابی ہے^(۳)، اور اس پر ثواب کا وعدہ بھی کیا گیا، اور جس امر کی یہ شان ہو وہ عبادت ہوتا ہے، لہذا نکاح عبادت ہے۔

= (ص/۲۲۶، أبواب الأضاحی، باب ثواب الأضحیة، قدیمی، الرقم: ۳۱۲۶)

(۳) ما فی ”سنن ابن ماجہ“ : قوله علیه السلام : ” من وجد سعة فلم یضح فلا یقرّب مصلانا“ . (ص/۲۲۶)

وما فی ”الترغیب والترہیب“ : قوله علیه السلام : ” من وجد سعة فلم یضح فلا یحضر مصلانا“ . (۲/۱۰۳، سنن الدار قطنی: ۳/۱۸۵، کتاب الأشربة وغیرها، باب الصيد والذبائح الخ، الرقم: ۳۶۹۸)

(۴) ما فی ”رد المحتار“ : ولا یعطى أجر الجزار منها لأنه کبیع وکره جز صوفها قبل الذبح لیتنفع به فإن جزه تصدق به . (۹/۳۹۸، البحر الرائق: ۸/۳۲۷، کتاب الأضحیة)

ما فی ”الفتاویٰ الہندیة“ : ولا أن یعطى أجر الجزار والذبائح منها فإن باع شیتنا من ذلك بما ذکرنا نفذ عند أبي حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ وعند أبي یوسف رحمه الله تعالیٰ لا ینفذ ویصدق بثنه کذا فی البدائع .

= (۵/۳۰۱، الباب السادس فی بیان ما یتستحب فی الأضحیة والانتفاع بها)

نکاح کے لیے عورت کا انتخاب دین داری کی بنیاد پر ہونا چاہیے^(۴)، مال و دولت، حسن و جمال اور حسب و نسب کی بنیاد پر نہیں، کیوں کہ جو نکاح عورت کی عزت و حیثیت، اس کی مال داری اور حسب و نسب کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، شوہر کو اس نکاح سے فائدے کی بجائے نقصان ہی پہنچتا ہے، یعنی ذلت و رسوائی، فقر و تنگدستی اور دنائت و کمینگی ہی ہاتھ آتی ہے۔^(۵)

نکاح میں خرچ کم سے کم ہونا چاہیے، کہ ایسا ہی نکاح بابرکت^(۶) اور زوجین کے مابین باعثِ محبت و موَدّت ہوتا ہے، نکاح میں مہر اتنا مقرر ہونا چاہیے جسے شوہر سہولت کے ساتھ ادا کر سکے^(۷)، البتہ دس درہم یعنی موجودہ وزن کے اعتبار سے ۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت سے کم نہیں ہونا چاہیے^(۸)، اگر کسی کی حیثیت ہو تو مہرِ فاطمی بہتر ہے، یعنی ایک کلو ۵۳۰ گرام چاندی یا اس کی قیمت۔^(۹)

بہر حال! محض ایک دوسرے پر فخر کے لیے لمبے چوڑے مہر جسطروں میں لکھ دینا، جس کی ادائیگی کی کوئی صورت نہ بن سکے، اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے، اس سے بچنا چاہیے۔^(۱۰)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في "مشکوٰۃ المصابیح" : عن أنس رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "إذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدين فليترك الله في النصف الباقي" .

(ص/۲۶۸، کتاب النکاح) =

= (۲) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (ويكون واجبا عند التوقان) وإن تيقن الرنا إلا به فرض. (۵۵/۳، كتاب النکاح)

(۳) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (و) يكون (سنة) مؤكدة في الأصح فيأثم بتركه ويثاب إن نوى تحصيلها وولدا. (۵۶/۳، كتاب النکاح)

(۴) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” تنكح المرأة لأربع : لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها ، فاظفر بذات الدين تربت يداك “ . متفق عليه . (ص/ ۲۶۷، كتاب النکاح)

(۵) ما في ” المعجم الأوسط للطبراني “ : ” من تزوج امرأة لعزها لم يزد الله إلا ذلا ، ومن تزوجها لمالها لم يزد الله إلا فقرا ، ومن تزوجها لحسبها لم يزد الله إلا دناءة ، ومن تزوج امرأة لم يتزوجها إلا ليغض بصره أو ليحصن فرجه أو يصل رحمه ، بارك الله له فيها وبارك لها فيه “ . (۱۹/۲، الرقم: ۲۳۳۲، بيروت، و ۲۱/۳، باب من اسمه إبراهيم ، دار الحرمين - القاهرة ، رد المحتار)

(۶) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال النبي ﷺ : ” إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة “ . رواه البيهقي . (ص/ ۲۶۸، كتاب النکاح)

(۷) ما في ” المستدرک علی الصحیحین للحاکم “ : ” خير الصداق أيسره “ .

(۸/۲، ۱۹۸، الرقم: ۲۷۳۲، كتاب النکاح ، دار الكتب العلمية بيروت)

(۸) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : أقله عشرة دراهم لحديث البيهقي وغيره ” لا مهر أقل من عشرة دراهم “ . (۱۶۸/۳، باب المهر)

(۹) ما في ” رد المحتار “ : ومعلوم أن الصداق كان أربع مائة درهم وفي فضة . (۱۶۸/۳)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : ثم ذكر السيد جمال الدين المحدث في روضة الأحياب أن صداق فاطمة رضي الله عنها كان أربع مائة مثقال فضة . (۳۳۰/۶، باب الصداق)

(۱۰) ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي العجفاء السلمي قال : خطبنا عمر فقال : ” ألا ! لا تغالوا بصدق النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا أو تقوى عند الله كان أولاكم بها النبي ﷺ ، ما أصدق رسول الله امرأة من نسائه ولا أصدقت امرأة من بناته أكثر من ثنتي عشرة أوقية “ . (ص/ ۲۸۷، كتاب النکاح ، الرقم: ۲۱۰۸) (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۶۲۰۵)

کم سنی میں نکاح

مسئلہ (۱۱۸): نکاح کے بارے میں اسلامی تعلیم اور شرعی ہدایت یہ ہے کہ بلوغ کے بعد بچہ اور بچی کی شادی میں تاخیر نہ کی جائے، کیوں کہ اس سے جسمانی، روحانی اور سماجی نقصانات پیدا ہوتے ہیں^(۱)، بعض مصالِح کی وجہ سے کم سنی میں نکاح کا جواز ہے^(۲)، لیکن بہتر اور پسندیدہ بلوغ کے بعد کا نکاح ہی ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن أبي حاتم المزني قال : قال رسول الله ﷺ : ” إذا جاء كم من ترضون دينه وخلقه فأنكحوه إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد .“

(۱/ ۲۰۷ ، أبواب النكاح ، باب ما جاء في من ترضون دينه فزوجوه)

ما في ”مشكوة المصابيح“ : عن أبي سعيد وابن عباس قالا : قال رسول الله ﷺ : ” من وُلد له ولدٌ فليُحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه ، فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثمًا فإنما إثمه على أبيه .“ (ص / ۲۷۱ ، النكاح ، باب الولي في النكاح واستيذان المرأة ، الفصل الثالث)

ما في ”جامع الترمذي“ : عن علي بن أبي طالب أن النبي ﷺ قال له : ” يا علي ! ثلاث لا تؤخرها ؛ الصلوة إذا آنت ، والجنزة إذا حضرت ، والأيم إذا وجدت لها كفوا .“

(۱/ ۳۳ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل ، مشكوة المصابيح

ص / ۶۱ ، كتاب الصلاة ، باب تعجيل الصلاة ، الفصل الثاني)

ما في ”مرقاة المفاتيح“ : قال الطيبي : الأيم من لا زوج له رجلا كان أو امرأة ثيبًا كان أو بكرًا . (۲/ ۲۸۹ ، كتاب الصلاة ، باب تعجيل الصلاة ، الفصل الثاني ، تحت الرقم : ۶۰۵)

ما في ”رد المحتار“ : فإن خطبها الكفء لا يؤخرها وهو كل مسلم تقي .

(۳/ ۶۸ ، كتاب النكاح ، مطلب كثير أيتساهل في إطلاق المستحب على السنة)

(۲) ما في ”التنوير مع الدر والرد“ : (وللولي إنكاح الصغير والصغيرة) جبرا (ولو ثيبا ولزم النكاح ولو بغين فاحش أو بغير كفء إن كان الولي أبا أو جدا) . (۳/ ۱۶۹ - ۱۷۱ ، كتاب =

نکاح میں کفایت یعنی برابری کا اعتبار

مسئلہ (۱۱۹): اسلام میں حسب و نسب کی وجہ سے کسی کو، کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، ہاں! تقویٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے بڑھ سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے صاف اور واضح لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا ہے: ”لا فضل لعربی علی عجمی ، ولا لعجمی علی عربی ، ولا لأسود علی أحمر ، ولا لأحمر علی أسود ، إلا بالتقوی“۔ یعنی کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ و سفید کو کسی سیاہ و کالے پر، اور کسی سیاہ و کالے کو کسی سرخ و سفید پر، کوئی فضیلت نہیں ہے، ہاں! مگر تقویٰ کی وجہ سے۔

نیز ایک اور حدیث میں ہے: ”من بطأ به عمله لم يسرع به نسبه“۔ یعنی اگر کسی کو اس کا عمل پیچھے کر دے، تو اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔ البتہ شادی میں کفایت۔ یعنی عاقدین کا برادری اور پیشے وغیرہ میں ایک دوسرے کے مانند ہونا۔ معتبر ہے، اور وہ بھی اس وجہ سے ہے کہ بالعموم ہم کفو لوگوں کے عادات و اطوار ایک دوسرے کے مماثل ہوتے ہیں، اور اس سے شادی میں پائیداری حاصل ہوتی ہے، جو کہ نکاح کے اہم مقاصد میں سے ہے، لیکن یہ شرط لازم اور ضروری نہیں ہے، اگر لڑکی کے اولیاء غیر برادری میں نکاح کر دیں، تو اس کی اجازت ہے، البتہ لڑکے اور لڑکی کا خود نکاح پر اقدام کرنا خواہ اپنی برادری میں ہی کیوں نہ ہو، ناپسندیدہ عمل ہے۔^(۱)

= النکاح ، باب الولي

(۳) ما في ” مشکوة المصابيح “ : عن أبي سعيد وابن عباس قالا : قال رسول الله ﷺ : ” من وُلد له ولدٌ فليُحسن اسمه وأديه فإذا بلغ فليزوجه ، فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثمًا فإنما إثمه على أبيه “ . (ص / ۲۷۱ ، كتاب النکاح ، باب الولي في النکاح واستيدان المرأة ، الفصل الثالث) (اسلامک فقہا کی ریٹری انڈیا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المنثور “ : عن جابر بن عبد الله قال : خطبنا رسول الله ﷺ في وسط أيام التشريق خطبة الوداع فقال : ” يا أيها الناس ! ألا ! إن ربكم واحد ، ألا ! إن أباكم واحد ، ألا ! لا فضل لعربي على عجمي ، ولا لعجمي على عربي ، ولا لأسود على أحمر ، ولا لأحمر على أسود ، إلا بالتقوى ، إن أكرمكم عند الله أتقكم “ . (۱۰۸/۶)

ما في ” مشکوة المصابيح “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” ومن بطأ به عمله لم يسرع به نسبه “ . رواه مسلم . (ص / ۳۳)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : الكفاءة في اصطلاح الفقهاء : المماثلة بين الزوجين دفعا للعار في أمور مخصوصة ويراد منها تحقيق المساواة في أمور اجتماعية من أجل توفير استقرار الحياة الزوجية ، وتحقيق السعادة بين الزوجين بحيث لا تعير المرأة أو أولياؤها بالزوج بحسب العرف . (۶۷۳۶/۹ ، الكفاءة في الزواج)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ووجه اعتبارها عندهم ان انتظام المصالح يكون عادة بين المتكافئين ، والنكاح شرع لانتظامها ، ولا تنتظم المصالح بين غير المتكافئين ، فالشريعة تأتي أن تكون مستفرشة للخسيس ، وتعير بذلك ، ولأن النكاح وضع لتأسيس القربات الصهرية ليصير البعيد قريبا عضدا وساعدا ، يسره ما يسرك ، وذلك لا يكون إلا بالموافقة والتقارب ، ولا مقارنة للنفس عند مباحة الأنساب .

(۲۶۹/۳۳ ، كفاءة ، بدائع الصنائع : ۲/۲۲۳)

لڑکی دیکھنے کے لیے دوستوں کو ساتھ لے جانا

مسئلہ (۱۲۰): اگر نکاح کا ارادہ ہو تو لڑکے کے لیے، لڑکی کو دیکھنے کی اجازت ہے، بلکہ آپ ﷺ نے اس کی تلقین فرمائی ہے، کیوں کہ اس کی وجہ سے رشتہ نکاح میں استحکام پیدا ہوتا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”فإنه أحرى أن يؤدمَ بينكما“^(۱)۔ چنانچہ فقہائے کرام نے منگیتر کو دیکھنے کی اجازت دی ہے، اور اگر اس کے لیے دیکھنا دشوار ہو، تو پھر کسی عورت کو بھیجے کہ وہ دیکھ لے، اور اس کے بارے میں بتائے^(۲)، اس لڑکے کے بھائی، بہنوئی، ماموں، پھوپھا اور چچا زاد بھائی وغیرہ کا، لڑکی کو دیکھنا درست نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ باپ کے لیے گنجائش ہو سکتی ہے، کیوں کہ اس کے دیکھنے میں عام طور پر فتنے کا اندیشہ نہیں ہوتا، آج کل عام طور پر لڑکی دیکھنے کے لیے، لڑکے کے ساتھ اس کے دیگر رشتہ دار، دوست و احباب وغیرہ سب جاتے ہیں، اور سب اُس لڑکی کو دیکھتے ہیں، یہ فعل غیر شرعی ہے، اور بہت سے مفاسد کا ذریعہ ہے، لہذا اس سے بچنا ضروری ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن المغيرة بن شعبة أنه خطب امرأة فقال النبي ﷺ : ” انظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم بينكما“ . (۱/۲۰۷ ، أبواب النكاح ، في النظر إلى المخطوبة)
 ما في ”سنن أبي داود“ : عن جابر بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : ” إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل“ قال : فخطبت جارية فكنت أتخبأ لها حتى رأيت منها ما دعاني إلى نكاحها وتزوجها فتزوجتها .

(ص/ ۲۸۴ ، كتاب النكاح ، باب الرجل ينظر إلى المرأة وهو يريد تزويجها) =

شادی کے دن لڑکی والوں کی طرف سے کھانا

مسئلہ (۱۲۱): لڑکی کی شادی کے دن باراتی اگر دور سے آئے ہیں، یا نظام کے مطابق وہ کھانے کے وقت آئیں، تو ان کے لیے کھانے کا انتظام کرنے میں کچھ حرج نہیں، یہ کھانا حق ضیافت کے طور پر جائز اور مباح ہے، مسنون نہیں، کیوں کہ حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: ”ہم حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی شادی میں حاضر ہوئے، ہم نے اس شادی سے بہتر کوئی شادی نہیں دیکھی، آپ ﷺ نے اس موقع پر کشمش اور چھوہارے مہیا فرمائے، جسے ہم نے تناول کیا۔“^(۱)

اسی روایت کو بنیاد بنا کر، جانشین حضرت شیخ، محدث عصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جو نیپوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ”اس روایت سے لڑکی والوں کی طرف سے ثبوتِ دعوتِ طعام کی تائید تو ہوتی ہے،..... لیکن سنیّت کا اثبات مشکل ہے، بظاہر یہ ”من باب ضیافة الأضياف الحاضرين“ ہے۔ واللہ اعلم^(۲)

= (۲) ما فی ”رد المحتار“ : ویظہر من کلامہم أنه إذا لم یمكنہ النظر یجوز إرسال نحو امرأة تصف له حلالها بطریق الأولى .

(۹/۴۵۱، ۴۵۲، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس)

(۳) ما فی ”التنوير مع الدر والرد“ : (وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لأنه عورة بل (لخوف الفتنة) .

(۲/۷۹، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب فی ستر العورة) =

اس موقع پر دیگر رشتے داروں اور محلہ والوں کو دعوت دینا بھی مباح ہے (۳)؛ لیکن آج کل لوگوں نے لڑکی کے یہاں کھانے کو لازم و ضروری سمجھ لیا ہے (۴)؛ اور جو دعوت نہ دے اُسے طعن و تشنیع بھی کرتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں باتیں شرعاً جائز نہیں ہیں، مسلمانوں کو ان سے بچنا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مجمع الزوائد ومنبع الفوائد“ : عن جابر بن عبد الله قال : ” حضرنا عرس علي بن أبي طالب وفاطمة بنت رسول الله ﷺ فما رأينا عرساً كان أحسن منه حسناً ، هيأ لنا رسول الله ﷺ زيبياً وتمراً فأكلنا ، وكان فراشها ليلة عرسها إهاب كبش “ . رواه الطبراني في الأوسط وفيه مسلم بن خالد الزنجي وهو ضعيف وقد وثق . (۵۲/۴) ، كتاب الصيد والذبائح ، باب ما يجري في الوليمة ، رقم : ۶۱۴۷ ، دار الكتب العلمية بيروت ، المعجم الأوسط للطبراني : ۱۶/۵ ، رقم : ۶۴۴۱ ، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ما في ”نواهد الفقه“ : ”بیٹی والوں کی طرف سے دعوت کا مسنون ہونا اگرچہ بعض اہل فتویٰ نے لکھ دیا ہے اور مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت پر جس میں حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے نکاح کا مفصل تذکرہ ہے اعتماد کیا ہے، جو امام عبدالرزاق نے (۴۸۷/۵) پر درج کی ہے، لیکن اس کا راوی یحییٰ بن العلاء الجلی ہے: وهو متروک قاله الدار قطني وقال أحمد بن حنبل : كذاب يضع الحديث . نکاح فاطمہ کے سلسلے میں اسی انداز کی ایک روایت ابن حبان (ص/۵۵۰) نے نقل کی ہے، جس میں دعوت کا مضمون نہیں، حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب (۱۱/۳۴۰) میں اس پر نکارت کا حکم لگا دیا ہے، اور حاشیہ موارد الظمان میں لکھا ہے: ووالحدیث ظاہر علیہ الإفتعال . میرے خیال میں یہ حدیث بھی موضوع ہے متروک راوی کی روایت سے مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا ہے جب کہ وہ متہم بھی ہو۔ اس کے بعد ایک روایت ملی جس سے فی الجملہ اس کی تائید ہوتی ہے: عن جابر بن عبد الله قال : حضرنا عرس علي بن أبي طالب وفاطمة بنت رسول الله ﷺ فما رأينا عرساً كان أحسن منه حسناً هيأ رسول الله ﷺ زيبياً وتمراً فأكلنا وكان فراشها ليلة عرسها إهاب كبش . رواه الطبراني في الأوسط وفيه مسلم بن خالد الزنجي وهو ضعيف وقد وثق . كذا في مجمع الزوائد (۵۰/۴) . لیکن سنیت کا اثبات مشکل ہے، بظاہر یہ من باب ضیافة الأضياف =

دولہے سے گلے ملنا اور ہار پہنانا

مسئلہ (۱۲۲): شادی طے ہونے کے بعد یا عقد نکاح کے بعد لوگ دولہے سے گلے ملتے ہیں، جب کہ اس خاص موقع پر گلے ملنے کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں، لہذا یہ رسم غلط ہے۔ اسی طرح شادی کے موقع پر پھولوں کا ہار بنا کر شادیوں میں پہننا سلف صالحین سے کہیں ثابت نہیں، لہذا مسلمانوں کو ان دونوں رسموں سے احتیاط کرنی چاہیے^(۱)، ہاں! اس موقع پر دولہا کو ”بَارَكَ اللَّهُ لَكَ ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي الْخَيْرِ“ کی دعا دینا ثابت ہے^(۲)، اسے اپنانا چاہیے۔

=الحاضرین ہے۔ واللہ اعلم۔“ بندہ محمد یونس عفی عنہ۔ (ص/۱۰۷، شادی میں لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کرنے والی موضوع حدیث، ادارہ افادات اشرفیہ دوہگ، ہر دوئی روڈ لکھنؤ)

(۳) ما فی ”کفایت المفتی“: ”لڑکی والوں کی طرف سے براتیوں کو یا برادری کو کھانا دینا لازم یا مسنون اور مستحب نہیں ہے، اگر بغیر التزام کے وہ اپنی مرضی سے کھانا دے دیں، تو مباح ہے، نہ دیں تو کوئی الزام نہیں۔“

(۵/۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، نکاح کے بعد لڑکی والوں کا برادری کو کھانا کھانا، مکتبہ دارالاشاعت کراچی)

ما فی ”کتاب الفتاوی“: ”نکاح کے موقع پر بغیر کسی جبر و باؤ کے لڑکی والوں کی طرف سے بھی ضیافت کی گنجائش ہے،..... پس یہ دعوت طعام سنت تو نہیں ہے، نہ عہد صحابہ میں اس کا عمومی رواج تھا، اس لیے اس کو رواج دینا بھی مناسب نہیں، البتہ اس کی گنجائش ہے۔“ (۴/۳۱۷، لہجہ والوں کی طرف سے ضیافت)

(۴) ما فی ”رد المحتار“: وکل جائز إذا أدى إلى اعتقاد ذلك کرہ .

(۲/۳۰، کتاب الصلاة، مطلب بشرط العلم بدخول الوقت، دار الکتب العلمیہ بیروت، و ۱/۳۷۱، مکتبہ سعید کراچی، و دار الفکر بیروت)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”صحیح البخاری“: عن عائشة رضي الله عنهما قالت: قال النبي ﷺ: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ . (۱/۳۷۱، کتاب الصلح، باب إذا اصطالحوا =

شادی کے موقع پر بہنوں کے مطالبات

مسئلہ (۱۲۳): جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو لوگوں کو خوشی ہوتی ہے، عموماً ایسے موقع پر بہنیں وغیرہ کچھ مطالبات کرتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ ہمارا حق دو، حق کا مطلب یہ ہے کہ خوشی ہونے پر ہمیں خوش کرو، جیسا کہ مٹھائی یا ہدیہ و تحفہ وغیرہ کا لوگ مطالبہ کرتے ہیں، یہ مطالبات شرعی مطالبات نہیں ہیں، البتہ خدمت گار امیدوار رہتے ہیں، اور دعا گو بھی ہوتے ہیں، اور احباب کا تقاضا بھی بر بنائے تعلق و محبت ہوتا ہے، لہذا اگر جبر و اکراہ اور التزام مالا یلزم نہ ہو، اور ان کے مطالبات کو پورا کر دیا جائے، تو اس کی گنجائش ہے۔^(۱)

= علی صلح جور فهو مردود ، صحیح مسلم : ۷۷/۲ ، کتاب الأفضیة ، باب نقض الأحكام الباطلة ومحدثات الأمور ، مشکوة المصابیح : ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، الفصل الأول ، الرقم : ۱۲۰)

(۲) ما في ” جامع الترمذي “ : عن أبي هريرة ، أن النبي ﷺ كان إذا رفا الإنسان إذا تزوج قال : ” بارک الله لک وبارک علیک ، وجمع بینکما فی الخیر “ . (۱ / ۲۰۷ ، کتاب النکاح ، باب ما جاء فیما یقال للمتزوج ، الرقم : ۱۰۹۱ ، سنن ابن ماجة : ص/۱۳۷ ، کتاب النکاح ، باب تهنئة النکاح ، الرقم : ۱۹۰۵ ، مشکوة المصابیح : کتاب الدعوات ، باب الدعوات فی الأوقات ، الفصل الثاني ، الرقم : ۲۴۴۵) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ، رقم : ۵۳۴۱۳)
الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” مشکوة المصابیح “ : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : ” ألا ! لا تظلموا ، ألا ! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه “ . رواه البيهقي في شعب الإيمان والدار قطني في المجتبى . (ص/۲۵۵ ، کتاب البيوع ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني ، شعب الإيمان للبيهقي : ۳۸۷/۲ ، الباب الثامن والثلاثون ، باب في قبض =

دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کا علیحدہ انتظام

مسئلہ (۱۲۴): شادی بیاہ کے موقع پر دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کو کھانا کھلانے کا انتظام علیحدہ علیحدہ جگہوں پر ہونا چاہیے، یا ایک ہی جگہ ہو، مگر دونوں کے اوقات مختلف ہوں، نیز عورتوں کو کھلانے کے لیے عورتیں ہی متعین کی جانی چاہیے، مرد یا مراہق اور بالغ لڑکے نہیں، کیوں کہ اس میں بے پردگی ہوتی ہے، جو شرعاً منع ہے^(۱)، آج کل شادی ہالوں میں شادیوں کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، جہاں رنگ برنگ کی روشنیاں ہوتی ہیں، عورتیں بناؤسنگار کے ساتھ شادیوں میں پہنچتی ہیں، اور مردوں کے ساتھ ان کا اختلاط ہوتا ہے، ہنسی اور خوش طبعی کی باتیں بھی ہوتی ہیں^(۲)، حالاں کہ جن تقریبات اور پروگراموں میں مرد و عورت کا اختلاط ہوتا ہو، وہاں عورتوں کے لیے جانا جائز نہیں ہے، اگر عورتیں شوہروں کی اجازت سے جاتی ہیں، تو عورتوں کے ساتھ شوہر بھی گناہ گار ہوں گے۔^(۳)

= الید عن الأموال المحرمة، الرقم: ۵۴۹۲)

ما في ”مراة المفاتيح“ : من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال .

(۲۶/۳، کتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، تحت الرقم: ۹۴۶)

ما في ”مجموعۃ رسائل اللکنوی“ : فکم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير مخصص مکروها . (۳/۳۹۰، سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول، تحت الثاني والأربعون، السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ۲/۲۶۵، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة) (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۳۷۹، میرٹھ)

سنت پر عمل کے لیے حرام کی اجازت نہیں دی جاسکتی

مسئلہ (۱۲۵): شادی کے بعد جب بیوی سے ملاقات ہو جائے، تو اس نعمت پر اظہارِ مسرت کے لیے شریعت نے ولیمہ کو مسنون قرار دیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی متعدد بیویوں کے نکاح میں خود بھی ولیمہ کیا^(۱)، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ولیمہ کی ترغیب دی^(۲)، ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بلا تکلف و بلا تفاخر اختصار کے ساتھ جس قدر میسر ہو جائے، اپنے خاص لوگوں کو خالصتاً لوجہ اللہ

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” المقاصد الشرعية للخادمي “ : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

ما في ” اعلام المؤقنين “ : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود . (۳/۷۵۱)

(۲) ما في ” سنن أبي داود “ : عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري عن أبيه ، أنه سمع رسول الله ﷺ يقول وهو خارج من المسجد فاختلفت الرجال مع النساء فقال رسول الله ﷺ للنساء : ” استأخرن فإنه ليس لكن أن تحقن الطريق ، عليكن بحافات الطريق “ . الحديث .

(ص/۷۱۴، كتاب الأدب ، باب في مشي النساء في الطريق)

وفيه أيضاً : عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ، أن النبي ﷺ ” نهى أن يمشي يعني الرجل بين المرأتين “ . (ص/۷۱۵)

(۳) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : فلا تخرج إلا لحق لها أو عليها أو لزيارة أبيها كل جمعة مرة أو المحارم كل سنة أو لكونها قابلة أو غاسلة لا فيما عدا ذلك ، وإن أذن كانا عاصيين . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (لا فيما عدا ذلك) عبارة الفتح : وما عدا ذلك من زيارة الأجانب وعبادتهم والوليمة لا يأذن لها ولا تخرج . (۸/۲۸۵، ۲۸۶)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۰۸۹۴)=

کھانا کھلا دے، اس میں غریبوں کو بھی مدعو کیا جائے، صرف امیروں ہی کو دعوت دینے پر اکتفا نہ کیا جائے^(۳)، نیز اس کے لیے سودی قرض وغیرہ نہ لیا جائے، کیوں کہ سودی قرض کا لین دین حرام ہے، اور ولیمہ کی دعوت دینا سنت ہے، اور کسی سنت پر عمل کے لیے حرام کام کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أنس قال : ” ما أولم النبي - ﷺ - على شيء من نسائه ما أولم على زينب أولم بشاة “ . (۷۷۷/۲ ، باب الوليمة ولو بشاة ، الرقم : ۵۱۶۸)
 ما في ” الفتاوى الهندية “ : ووليمة العرس سنة وفيها مثنوية عظيمة وهي إذا بنى الرجل بامرأته ينبغي أن يدعو الجيران والأقرباء والأصدقاء ويذبح لهم ويصنع لهم طعامًا .
 (۳۳۳/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)
 ما في ” رد المحتار “ : وفي الاختيار : ووليمة العرس سنة قديمة إن لم يجها أثم .

(۳۲۲/۹) ، كتاب الحظر والإباحة)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : الوليمة : وهي سنة مستحبة مؤكدة عند جماهير العلماء .

(۶۶۱۹/۹ ، المبحث الخامس ، مندوبات عقد الزواج أو ما يستحب له)

(۲) ما في ” صحيح البخاري “ : (عن أنس) قال : سأل النبي ﷺ عبد الرحمن بن عوف وتزوج امرأة من الأنصار ، كم أصدقته؟ قال : وزن نواة من ذهب ، وعن حميد ، سمعت أنسا قال : لما قدموا المدينة نزل المهاجرون على الأنصار ، فنزل عبد الرحمن بن عوف على سعد بن الربيع فقال : أقاسمك مالي وأنزل لك عن إحدى امرأتي ، قال : بارك الله لك في أهلك ومالك ، فخرج إلى السوق فباع واشترى ، فأصاب شيئاً من أقط وسمن فتزوج فقال النبي ﷺ : ” أولم ولو بشاة “ . (۷۷۷/۲ ، باب الوليمة ولو بشاة ، الرقم : ۵۱۶۷)

(۳) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ :
 ” شر الطعام طعام الوليمة يدعى لها الأغنياء ويترك الفقراء “ . متفق عليه .

(ص / ۲۷۸ ، باب الوليمة) =

والدین جہیز میں ضروری چیزیں دینے پر اکتفا کریں!

مسئلہ (۱۲۶): والدین کی طرف سے اپنی بیٹی، لختِ جگر، نورِ نظر، راحتِ قلب و آرامِ جاں۔ کو رخصتی کے وقت جو سامان اور تحائف دیئے جاتے ہیں، اُسے ”جہاز“ یعنی سامانِ جہیز کہا جاتا ہے^(۱)، ہمارے عُرف و رواج میں والدین اپنی وسعت و حیثیت کے مطابق بیٹی کو کچھ نہ کچھ سامانِ جہیز دیتے ہیں، پس اگر یہ نام و نمود اور نمائش کے بغیر اور اپنی حیثیت کے مطابق ہو، تو بلاشبہ مباح ہے^(۲)؛ لیکن لڑکے والوں کی طرف سے اس کا مطالبہ قطعاً حرام ہے، اور بہت سے مفاسد و خرابیوں کا باعث ہے، کہ جب لڑکے کی طرف سے اس کا مطالبہ ہوتا ہے، اور وہ باپ جس نے بڑی محنت و مشقت برداشت کر کے، رات دن کے آرام کو تہِ دے کر، دوسروں کی غلامی و مزدوری کو قبول کر کے، اپنی اس لختِ جگر کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے، جوانی کی دہلیز تک پہنچایا، اور جب نکاح کا وقت قریب آیا، تو لڑکے نے سامانِ جہیز کی ایک ایسی طویل فہرست پیش کر دی، جس کی تکمیل اُس کے بس سے باہر ہے، تو اس کا دل بیٹھ جاتا ہے، نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے، مگر پھر بھی وہ اپنے اس بیٹھے دل اور نگاہوں کے سامنے چھائے اندھیروں کے باوجود، اپنے ہونے والے داماد کے مطالبات کو پورا

(۲) ما فی ”الأشباہ والنظائر لابن نجيم“ : فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً ، لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمأمورات . (ص/ ۷۸ ، بیروت ، و ۱/ ۳۲۲ ، مکتبہ فقیہہ الأمت دیوبند) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/ ۲۲۸ ، کتاب الفتاویٰ: ۳/ ۲۲۳) =

کرنے اور اپنی عزت و آبرو بچانے کے لیے سعی و کوشش میں لگ جاتا ہے، جس کے لیے اُسے کبھی سود و زکوٰۃ کی رقم لینی پڑتی ہے، اور کبھی تو سودی قرض بھی (۳)، اس لیے علمائے کرام مروجہ جہیز سے گریز کا حکم دیتے ہیں، یہ وہ لعنت ہے جس نے ہماری بہت سی بیٹیوں کو لباسِ عروسی پہننے سے پہلے لباسِ کفن پہننے پر مجبور کر دیا، اس لیے نکاح کے موقع پر والدین اپنی خوش دلی و حیثیت کے مطابق ضروری ضروری چیزیں دینے پر اکتفا کریں (۴)، صلہ رحمی کے لیے آئندہ بھی زندگی باقی ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” التعریفات الفقہیة مع قواعد الفقہ “ : الجہاز : ما زُت المرأة بها إلى زوجها من الأمتعة . (ص/ ۲۵۵ ، الجہاز)

(۲) ما فی ” سنن النسائي “ : عن علي رضي الله قال : ” جهز رسول الله ﷺ فاطمة في خميل وقربة ووسادة حشوها اذخر “ . (۲/ ۷۷ ، باب جهاز الرجل ابنته)

(۳) ما فی ” القرآن الكريم “ : ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَخْبِطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكِ بَانْتِهَامِ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلَ الرِّبَا وَإِحْلَاءَ اللَّهِ الْبَيْعَ وَحَرَمَ الرِّبَا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۸)

ما فی ” التفسیر المنیر “ : ومن عاد إلى أخذ الرِّبَا بعد تحريم فقد استوجب العقوبة . (۱/ ۲۷۵)

ما فی ” فیض القدیر “ : ” كل قرض جرّ منفعة فهو ربا “ . (۵/ ۲۸ ، الرقم : ۶۳۳۶)

ما فی ” سنن ابن ماجه “ : عن عبد الله بن مسعود ، أن رسول الله ﷺ ” لعن آكل الرِّبَا وموكله وشاهديه وكتابه “ . (ص/ ۱۶۵ ، صحيح مسلم : ۲/ ۲۷)

(۴) ما فی ” مشکوة المصابيح “ : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : ” ألا لا تظلموا ، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه “ .

(ص/ ۲۵۵ ، سنن الدارقطني : ۳/ ۲۲ ، السنن الكبرى للبيهقي : ۶/ ۱۶۶ ، مسند أحمد

۵ : ۱۵ / ۲۰۰ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۴/ ۳۸۷) (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى : ۵۰۶۵۰)

رخصتی میں بلاوجہ تاخیر

مسئلہ (۱۲۷): جب کسی لڑکے کا کسی لڑکی سے شرعی طریقہ پر، شرعی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کے ذریعے نکاح ہو جائے، تو وہ دونوں اسی وقت باہم میاں بیوی بن جاتے ہیں، اور دونوں کے لیے آپس میں میاں بیوی والے تمام تعلقات و روابط وغیرہ حلال و جائز ہو جاتے ہیں، البتہ چوں کہ رخصتی سے پہلے دونوں کی باہمی خفیہ ملاقاتیں معاشرے میں اچھی نہیں سمجھی جاتی ہیں، بلکہ اس طرح کے اقدامات کو لڑکا اور لڑکی دونوں کے حق میں معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لیے ایسی صورت میں بلاوجہ رخصتی کو مزید مؤخر نہ کر کے جلد از جلد رخصتی کرا لینی چاہیے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الهداية “ : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي ولا ينعقد نكاح المسلمین إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمین رجلین أو رجل وامرأتین .

(۲/۳۰۵، ۳۰۶، کتاب النکاح)

ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : وينعقد ملتبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معا .

(۲۸/۹۱ - ۹۱، کتاب النکاح، شرح الوقایة : ۲/۳ - ۵، کتاب النکاح)

ما في ” البحر الرائق “ : ينعقد بالإيجاب والقبول حتى يتم حقيقته في الوجود والانعقاد هو ارتباط أحد الكلامين بالآخر على وجه يسمى باعتباره عقدا شرعا ويستعقب الأحكام . (۳/۱۳۳، کتاب النکاح)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : وأما أحكامه (النکاح) فحل استمتاع كل منهما بالآخر على الوجه المأذون فيه شرعاً . كذا في فتح القدير . وملك الحبس وهو صيرورتها ممنوعة عن الخروج والبروز ووجوب المهر والنفقة والكسوة عليه وحرمة المصاهرة والإرث من الجانبين . اهـ .

(۱/۲۷۰، کتاب النکاح، قبیل الباب الثاني فيما ينعقد به النکاح وما لا ينعقد به)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۶/۸۶، ۸۷، جدید، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ : ۵۰۸۹۵)

بیوی شوہر کو تکلیف دینے والی چیزوں سے پرہیز کرے

مسئلہ (۱۲۸): جب کوئی عورت کسی مرد کے نکاح میں آتی ہے، تو شریعت اسلامیہ کی جانب سے اس کے اوپر خاوند کے چند حقوق واجب ہوتے ہیں، مثلاً؛ خاوند کی فرمانبرداری کرنا، کوئی مانع نہ ہو تو شوہر کی خواہش کو پورا کرنا، اپنی عصمت و عزت، اور شوہر کے مال و جائیداد کی حفاظت کرنا، اور ضروری اخراجات میں اعتدال اختیار کرنا، خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا، خاوند جس کو ناپسند کرے اُس سے نہ ملنا، خاوند کی شکرگذاری کرنا، حسن معاشرت یعنی اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا، شوہر کو تکلیف دینے والی چیزوں سے پرہیز کرنا وغیرہ۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿الرَّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا انْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالْصُّلْحَاتُ كُنْتُمْ حَافِظَاتٍ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ﴾ . (سورة النساء: ۳۴) ما في ” سنن ابن ماجة “ : عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال : ” لو أمرت أحدا أن يسجد لأحد ، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها ، ولو أن رجلا أمر امرأته أن تنقل من جبل أحمر إلى جبل أسود ، ومن جبل أسود إلى جبل أحمر ، لكان نولها أن تفعل “ .

(ص/ ۱۳۳، کتاب النکاح ، باب حق الزوج علی المرأة ، الرقم : ۱۸۵۲)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن طلق بن علي قال : قال رسول الله ﷺ : ” إذا الرجل دعا زوجته لحاجته فلنأته وإن كانت على التّنور “ . (۱/ ۲۱۹، أبواب الرضاع والطلاق ، باب ما جاء في حق الزوج علی المرأة ، الرقم : ۱۱۶۰)

وفيه أيضًا : عن سلمان بن عمرو بن الأحوص قال : حدثني أبي أنه شهد حجة الوداع مع رسول الله ﷺ ، فحمد الله وأثنى عليه ووعظ فذكر في الحديث قصة فقال : ” ألا ! واستوصوا بالنساء خيرا فإنما هن عوان عندكم ألا ! ان لكم على نساءكم حقا =

= ولنسائکم علیکم حقاً ، فأما حقکم علی نسائکم فلا یوطئن فرشکم من تکرهون ولا یأذن فی بیوتکم لمن تکرهون “ . الحدیث . (۱ / ۲۲۰ ، الرقم : ۱۱۶۳ ، سنن ابن ماجة : ص / ۱۳۳ ، أبواب النکاح ، باب حق المرأة علی الزوج ، الرقم : ۱۸۵۱)

ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿ ولهنّ مثل الذی علیهنّ بالمعروف وللرجال علیهنّ درجة واللّه عزیز حکیم ﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۸)

ما فی ” صحیح مسلم “ : عن أبی هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فلم تأتّه ، فبات غضبان علیها لعنتها الملائكة حتى تصبح “ .

(۱ / ۴۶۳ ، کتاب النکاح ، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها)

ما فی ” أحكام القرآن للجصاص “ : ومما بیّن الله من حق الزوج علی المرأة قوله تعالى : ﴿ فالصلّحت قنّت حفظت للغیب بما حفظ الله ﴾ فقيل فیہ : ” حفظ مائه فی رحمها ولا تحتال فی اسقاطه “ ویحتمل : حفظ فراشها علیہ ، ویحتمل : حافظات لما فی بیوتهنّ من مال أزواجهنّ ولأنفسهنّ وجائز أن یکون المراد جمیع ذلك لاحتمال اللفظ له ، وقال تعالى : ﴿ الرجال قوامون علی النساء ﴾ قد أفاد ذلك لزومها طاعته ، لأن وصفه بالقیام علیها یقتضی ذلك . (۱ / ۴۵۳ ، ۴۵۴ ، سورة البقرة : ۲۲۸ ، باب حق الزوج علی المرأة وحق المرأة علی الزوج)

ما فی ” أحكام القرآن لابن العربي “ : المسألة الحادية عشرة : قوله تعالى : ﴿ وللرجال علیهنّ درجة ﴾ هذا نصّ فی أنه مفضل علیها مقدم فی حقوق النکاح فوقها لكن الدرجة هاهنا مجملة غیر مبیّن ما المراد بها فتعین أن یطلب ذلك بالحق فی تقدّمهنّ فی النکاح فوجدناها علی سبعة أوجه : الأول : وجوب الطاعة ، هو حق عام ، الثاني : حق الخدمة ، وهو حق خاص ، الثالث : حجر التصرف إلا بإذنه ، الرابع : أن تقدم طاعته علی طاعة الله فی النوافل فلا تصوم إلا بإذنه ولا تحج إلا معه ، الخامس : بذل الصداق ، السادس : إدرار الانفاق ، السابع : جواز الأدب له فیها ، وهذا مبیّن فی قوله تعالى : ﴿ الرجال قوامون علی النساء ﴾ . (۱ / ۱۸۸ ، ۱۸۹ ، سورة البقرة : ۲۲۸)

ما فی ” الموسوعة الفقهية “ : حق الزوج علی الزوجة من أعظم الحقوق ، بل إن حقه =

علیہا أعظم من حقها عليه لقول الله تعالى : ﴿ولهنّ مثل الذي عليهنّ بالمعروف وللرجال عليهنّ درجة﴾ ومن حقوق الزوج تسليم المرأة نفسها ، إذا استوفى عقد النكاح شروطه ووقع صحيحاً فإنه يجب على المرأة تسليم نفسها إلى الزوج وتمكينه من الاستمتاع بها يجوز للمرأة أن تمنع عن تسليم نفسها في الحالات الآتية . [۱] عدم استيفائها للمهر المعجل . [۲] الصغر . [۳] المرض . يجب على المرأة طاعة زوجها من حق الزوج على زوجته تأديبها عند النشوز والخروج على طاعته من حق الزوج على زوجته ألا تأذن في بيته لأحد إلا بإذنه من حق الزوج على زوجته ألا تخرج من البيت إلا بإذنه .

(۳۰/۱۲۱-۱۲۶، عشرة ، حقوق الزوج ، و ۲۴/۵۷-۵۹ ، زوج ، حقوق الزوج على زوجته) (خزينة الفقه في مسائل النكاح: ص/ ۲۵۰، عورتوں پر مردوں کے حقوق)

ما في ”صحيح البخاري“ : عن أبي سعيد الخدري قال : خرج رسول الله ﷺ في أضحى أو فطر إلى المصلى فمرّ على السناء فقال : ” يا معشر النساء ! تصدقن ، فإني أريتنكُن أكثر أهل النار “ فقلن : وبم يارسول الله ؟ قال : ” تكثرن اللعن وتكفرن العشير “ ... الحديث .

(۴۴/۱ ، كتاب الحيض ، باب ترك الحائض الصوم ، الرقم : ۳۰۴)

(هدية العروس: ص/ ۲۸۵-۲۹۵، خاوند کے حقوق)

شوہر بیوی کو تکلیف دینے والی چیزوں سے پرہیز کرے

مسئلہ (۱۲۹): ایک مرد جب کسی عورت سے نکاح کرتا ہے، تو شریعت اسلامیہ کی طرف سے اس کے اوپر بیوی کے چند حقوق واجب ہوتے ہیں، مہر، نفقہ، سگنی؛ یعنی خوراک، پوشاک اور رہائش کا انتظام، ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان برابری کرنا، اور حسن معاشرت؛ یعنی بیوی کے دین و ایمان، عفت و عصمت، عزت و آبرو کی حفاظت کرنا، اس کے کھانے پینے، اور رہنے سہنے میں عمدگی کو ملحوظ رکھنا، کوئی ناگوار بات پیش آجائے، تو نرمی، شفقت اور حکمت سے اس کو سمجھانا، اس کے والدین، بھائی بہن، اور دیگر اعزاء کی تعظیم و تکریم کرنا، اگر مرد ان حقوق کو ادا کرتا ہے، تو اس کی ازدواجی زندگی، اختلاف و انتشار سے بچ جاتی ہے، اور گھر چین و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿واتوا النساء صدقتهن نحلة﴾ . (سورة النساء : ۴) وفيه أيضًا : ﴿لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله﴾ . (الطلاق : ۷) ﴿فان خفتن الا تعدلوا فواحدة او ما ملكت ايمانكم﴾ . (النساء : ۱۹) ﴿وعاشروهن بالمعروف﴾ . (سورة النساء : ۱۹)

ما في ” صحيح مسلم “ : عن جابر بن عبد الله فسأل عن القوم حتى انتهى إلى فاتقوا الله في النساء فإنكم أخذتموهن بأمان الله واستحلتم فروجهن بكلمة الله ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه فإن فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح ، ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف “ . الحديث .

(۱/۳۹۷، کتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ)

= ما في "التنوير مع الدر والرد": النفقة هي الطعام والكسوة والسكنى .

(۲۷۸/۵، كتاب الطلاق، باب النفقة)

ما في "القرآن الكريم": ﴿ولهنّ مثل الذي عليهنّ بالمعروف﴾ . (سورة البقرة: ۲۲۸)

ما في "جامع الترمذي": عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: "إذا كان عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط".

(۲۱۷/۱، أبواب النكاح، باب ما جاء في التسوية بين الضرائر، الرقم: ۱۱۴۱)

وفيه أيضاً: عن سليمان بن عمرو بن الأحوص قال: حدثني أبي أنه شهد حجة الوداع مع رسول الله ﷺ فحمد الله وأثنى عليه وذكر ووعظ فذكر في الحديث قصة، فقال: "ألا! واستوصوا بالنساء خيراً، فإنما هنّ عوان عندكم ليس تملكون منهنّ شيئاً غير ذلك إلا أن يأتين بفاحشة مبينة.... ألا! وحقهنّ عليكم أن تحسنوا إليهنّ في كسوتهنّ وطعامهنّ".

(۲۲۰/۱، كتاب الرضاع، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، الرقم: ۱۱۶۳)

ما في "الموسوعة الفقهية": إذا وقع العقد صحيحاً نافذا ترتب عليه آثاره وتشابه حقوق وهي ثلاثة أقسام: [۱] حقوق واجبة للزوجة على زوجها. [۲] حقوق مشتركة بينهما. [۳] وحقوق واجبة للزوج على زوجته. ۱۲ - للزوجة على زوجها حقوق مالية وهي: المهر والنفقة والسكنى، وحقوق غير مالية؛ كالعدل في القسم بين الزوجات، وعدم الإضرار بالزوجة. (۶۳/۲۳، زوجة، حقوق الزوجة)

وفيه أيضاً: من حقوق المرأة على زوجها المهر... ومن حقوق المرأة على زوجها النفقة... ومن حق الزوجة على زوجها أن يقوم بإعفافها وذلك بأن يطأها، وقد ذهب جمهور الفقهاء - الحنفية والمالكية والحنابلة إلى أنه يجب على الزوج أن يطأ زوجته.

(۱۲۶/۳۰، ۱۲۷، عشرة، حقوق الزوجة)

ما في "الموسوعة الفقهية": على الزوج إكرام زوجته وحسن معاشرتها ومعاملتها لها بالمعروف وتقديم ما يمكن تقديمه إليها مما يؤلف قلبها، قال تعالى: ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ ومن مظاهر إكمال الخلق ونمو الإيمان أن يكون المرء رقيقاً مع أهله، يقول الرسول ﷺ: "أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً، وخياركم خياركم لنسائهم خلقاً، =

بیوی پر ساس سُسر کی خدمت

مسئلہ (۱۳۰): شوہر کی وجہ سے عورت کے ساس سُسر والدین کے حکم میں ہوتے ہیں، اور بہو بیٹی کے درجے میں ہوتی ہے، اس لیے عورت کو چاہیے کہ حسبِ ہمت و طاقت اپنے حقیقی ماں باپ اور شوہر کی طرح ساس سُسر کی بھی خدمت کرے، یہ درحقیقت شوہر کی خدمت کا حصہ ہے، اور اخلاقی تقاضا ہے، البتہ شرعی اعتبار سے عورت پر ساس سُسر کی خدمت نہ قضاءً واجب ہے اور نہ دیانۃً، صرف شوہر کی خدمت دیانۃً واجب ہے، لہذا اگر وہ ساس سُسر کی خدمت کے لیے راضی نہ ہو، تو شوہر اسے اس پر مجبور نہیں کر سکتا، اور اگر وہ اپنی مرضی و خوشی سے ساس سُسر کی خدمت کرے، تو سُسر کی کوئی جسمانی خدمت نہ کرے، ورنہ

= وإكرام المرأة دليل على تكامل شخصية الرجل ، وإهانتها علامة الخسة واللؤم ، ومن إكرامها التلطف معها ومداعبتها ومن إكراهها أن يتجنب أذاها بالكلمة النابية .
(۵۹/۲۴) زوج ، ما ينبغي للزوج في معاملة زوجته (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۳۹۸۸)
ما في ” سنن ابن ماجة “ : عن حكيم بن معاوية عن أبيه أن رجلا سأل النبي ﷺ : ما حق المرأة على الزوج ؟ قال : ” أن يطعمها إذا طعم ، وأن يكسوها إذا اكتسى ، ولا يضرب الوجه ولا يقبح ولا يهجر إلا في البيت “ .

(ص/ ۱۳۳ ، أبواب النكاح ، باب حق المرأة على الزوج ، الرقم : ۱۸۵۰)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : معنى العشرة بالمعروف التي أمر الله تعالى بها الأزواج في قوله تعالى : ﴿وعاشروهن بالمعروف﴾ هو : أداء الحقوق كاملة للمرأة مع حسن الخلق في المصاحبة ، وقال الجصاص : ومن المعروف أن يوفيهما حقها من المهر والنفقة والقسم ، وترك أذاها بالكلام الغليظ والإعراض عنها والميل إلى غيرها وترك العبوس والقطوب في وجهها بغير ذنب . (۳۰/۱۲۰ ، ۱۲۱ ، عشرة ، معنى العشرة بالمعروف) =

شوہر سے اس کا رشتہ خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے، اور ساس سُسر کو بھی چاہیے کہ بہو کو بیٹی کی طرح رکھیں، اور اس کی معمولی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا کریں، اور اگر کسی بات پر تنبیہ کرنا ہو، تو محبت و شفقت کے ساتھ تنبیہ کریں، اگر وہ ایسا کریں گے، تو ان شاء اللہ گھر کا ماحول عمدہ ہوگا، اور ساس بہو کے جھگڑوں سے گھر محفوظ رہے گا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” فتاوى قاضى خان “ : وليس عليها أن تعمل ببيديها شيئاً لزوجه قضاء من الخبز والطبخ وكس البيت وغير ذلك .

(۱/۲۰۳، كتاب النكاح ، فصل في حقوق الزوجة)

ما في ” البحر الرائق “ : لو فرض ما يحتاج إليه من الدقيق والدهن واللحم والإدام فقالت : لا أعجن ولا أخبز ولا أعالج شيئاً من ذلك لا تجبر عليه وعلى الزوج أن يأتيها بمن يكفيها عمل ذلك . (۲/۳۱۱ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، تحت قوله : ولخادم لو موسراً ، الفتاوى الهندية : ۱/۵۲۸ ، الباب السابع عشر في النفقات ، الفصل الأول في نفقة الزوجة)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : لا خلاف بين الفقهاء في أن الزوجة يجوز لها أن تخدم زوجها في البيت سواء أكانت ممن تخدم نفسها أو ممن لا تخدم نفسها إلا أنهم اختلفوا في وجوب هذه الخدمة وذهب الحنفية إلى وجوب خدمة المرأة لزوجه ديانة لا قضاء .

(۱۹/۴۴ ، خدمة ، خدمة الزوج لزوجه وعكسه)

(فتاوى دارالعلوم دیوبند، رقم الفتوی: ۵۲۸۲۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۳۱۱)

(کتاب الفتاوی: ۴/۴۰۹، ۴۱۰)

ولیمہ یا عقیقہ وغیرہ میں ہدیہ کالین دین

مسئلہ (۱۳۱): آج کل ولیمہ، عقیقہ وغیرہ کی دعوتوں میں یہ رواج ہے کہ جن لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے، وہ داعی کو ہدیہ یا تحفہ دیتے ہیں، اور جو شخص داعی ہوتا ہے وہ دعوت کے اخیر میں تمام ہدایا کا جائزہ لیتا ہے، پھر اس کو قلم بند کرتا ہے، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب ہدیہ دینے والے کے یہاں دعوت دی جائے گی، تو اسے بھی اتنا ہی دینا ہوگا، اور جو شخص ہدیہ دیتا ہے، اس کے ذہن میں بھی یہ ہوتا ہے کہ جب میری باری آئے گی، تو مجھ کو بھی اتنا ہدیہ ملنا چاہیے، یہ لازمی طور پر ہدایا و تحائف وغیرہ کالین دین بلا وجہ زیر بار کرنے والی رسم ہے، اور ایک طرح کا خاندانی دباؤ ہے، اس میں زیادہ تر لین دین کی خوشی کے ساتھ نہیں ہوتا، بلکہ عزت بچانے کی خاطر ہوتا ہے، اور بہت سے کم وسعت والے لوگ ان رسوم کی ادائیگی میں مجبوراً مقروض بھی ہو جاتے ہیں، اس لیے ایسی رسومات و رواج شرعاً درست نہیں، بلکہ قابل ترک ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وما آتيتم من ربا ليربو في اموال الناس فلا يربو عند الله﴾ .
(سورة الروم : ۳۹)

ما في ” سنن الدار قطنی “ : قوله عليه السلام : ” لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه “ .
(۲۲/۳) ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۲۸۶۲ ، مشكوة المصابيح : ص/ ۲۵۵ ، كتاب الغصب والعارية ، جمع الجوامع : ۹/۷ ، تنمة حرف اللام الألف ، رقم الحديث : ۲۶۷۵۹ ، السنن الكبرى للبيهقي : ۱/۲۶۶ ، كتاب الغصب ، مشكوة المصابيح : ص ۲۵۵ =

دعوتوں میں مدعوین کو بے مقصد انتظار کی کوفت برداشت کروانا

مسئلہ (۱۳۲): آج کل ولیمہ، عقیقہ، و نکاح کی اکثر و بیشتر تقریبات کا حال یہ

ہے کہ دعوت نامے پر لکھے ہوئے اوقات قطعی طور پر بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں، جب

کہ دنیا کا کوئی نظام فکر ایسا نہیں ہے جس میں وقت کو انسان کی سب سے بڑی دولت

قرار دے کر، اس کی اہمیت پر زور نہ دیا گیا ہو، انسان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی

ہے، اور جو قومیں وقت کی قدر پہچان کر اسے ٹھیک ٹھیک استعمال کرتی ہیں، وہی دنیا

میں ترقی کی منزلیں طے کرتی ہیں، ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ ہم وقت کی یہ ناقدری

اس دین اسلام کے نام لیوا ہونے کے باوجود کرتے ہیں، جس نے ہمیں یہ تعلیم دی

ہے کہ ہر شخص کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب، آخرت میں دینا ہوگا^(۱)، نیز

دین اسلام نے دن بھر میں پنج وقتہ نماز باجماعت مقرر کر کے، دن کو پانچ حصوں میں

تقسیم کر دیا، شب و روز کا بہترین نظام الاوقات طے کرنا آسان بنا دیا۔^(۲)

یوں تو وقت ضائع کرنے کے مظاہرے ہم زندگی کے ہر شعبے میں کرتے ہیں،

لیکن موجودہ دور میں تقریبات اور دعوتوں میں وقت مقررہ و طے شدہ کی پابندی نہ

= المسند للإمام أحمد بن حنبل: ۴۰۰/۱۵، رقم الحدیث: ۲۰۹۸۰، شعب الإيمان

للبيهقي: ۳۸۷/۳، رقم الحدیث: ۵۴۹۲

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي .

كذا في البحر الرائق . (۲ / ۱۶۷ ، فصل في التعزير)

(فتاوى دارالعلوم زکریا : ۵۵۹ / ۵ ، کفایت المفتی : ۷۰ / ۹ ، اصلاح الرسوم : ص / ۴۳) =

کر کے، ہم اپنا بھی اور سینکڑوں مدعوین کا بھی وقت برباد کرتے ہیں^(۳)، لوگوں کو دعوت میں بلا کر انہیں غیر محدود مدت تک انتظار کی قید میں رکھنا (زحمت دینا) ان کے ساتھ ایسی زیادتی ہے، جس کے خلاف ایسے خوشی کے مواقع پر کوئی احتجاج کرنا آسان نہیں ہوتا، جب کہ مدعو حضرات میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کا وقت بچتا ہو، تو ملک و ملت کے کسی مفید کام میں خرچ ہوتا، ایسے لوگوں کا وقت ضائع کر کے انہیں گھنٹوں بے مقصد بٹھائے رکھنا صرف ان پر ہی نہیں، بلکہ ملک و ملت بھی پر ظلم ہے، یہ حقیقت میں دعوت نہیں، عداوت ہے۔^(۴)

۷ کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : ”لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما أفناه ، وعن عمله فيما فعل ، وعن ماله من أين اكتسبه ، وفيما أنفقه ، وعن جسمه فيما أبلاه“ .

(۲/۶۷، أبواب صفة القيامة)

(۲) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿فإذا اطمانتم فأقيموا الصلوة ان الصلوة كانت على المؤمنين كتباً موقوتاً﴾ . (سورة النساء : ۱۰۳) (ذکر وکفر/ص/ ۲۰۸-۲۱۲)

ما في ”الموسوعة الفقهية“ : الوقت في اللغة : مقدار من الزمن مفروض لأمر ما ، أو نهاية الزمان المفروض للعمل ، وكل شيء قدر له حيناً فقد وقته توقيتاً ، وكذلك ما قدر له غاية ، ومنه قول الله تعالى : ﴿فإذا اطمانتم فأقيموا الصلوة ان الصلوة كانت على المؤمنين كتباً موقوتاً﴾ . والوقت اصطلاحاً - كما عرفه البرکي : المقدار من الدهر ، وقيل : هو مقدار من الزمن المفروض لأمر ما ، وقيل للعمل . (۱۰۲/۴۴، وقت)

(۳) ما في ”صحيح البخاري“ : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : قال النبي ﷺ : ”نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس ؛ الصحة والفراغ“ . (ص/ ۱۱۴۴، الرقم : ۶۴۱۲ =

= کتاب الرقاق ، باب ما جاء في الرقاق وأن لا عيش إلا عيش الآخرة ، بيروت ، جامع الترمذي : ۵۶/۲ ، كتاب الزهد ، رقم الحديث : ۲۳۰۴ ، تحفة الأملعي : ۹۱/۶ ، ۹۲ ، كتاب الزهد ، باب الصحة والفراغ : نعمتان مغبون الخ ، الرقم : ۲۲۹۷

ما في ” شرح ابن بطلال “ : قال المؤلف : قال بعض العلماء : إنما أراد صلی اللہ علیہ وسلم بقوله : ” الصحة والفراغ نعمتان “ ، تشبيه أمته على مقدار عظيم نعمة الله على عباده في الصحة والكفاية ؛ لأن المرء لا يكون فارغاً حتى يكون مكيفاً مؤنة العيش في الدنيا ، فمن أنعم الله عليه بهما فليحذر أن يغبنهما ، ومما يستعان به على دفع الغبن أن يعلم العبد أن الله تعالى خلق الخلق من غير ضرورة إليهم ، وبدأهم بالنعم الجليلة من غير استحقاق منهم لها ، فمن عليهم بصحة الأجسام وسلامة العقول ، وتضمن أرزاقهم وضاعف لهم الحسنات ولم يضاعف عليهم السيئات ، وأمرهم أن يعبدوه ويعتبروا بما ابتدأهم به من النعم الظاهرة والباطنة ، ويشكروه عليها بأحرف يسيرة ، وجعل مدة طاعتهم في الدنيا منقضية بانقضاء أعمارهم ، وجعل جزاء هم على ذلك خلوداً دائماً في جنات لا انقضاء لها مع ما ذكر لمن أطاعه مما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر ، فمن أنعم النظر في هذا كان حرياً ألا يذهب عنه وقت من صحته وفراغه إلا وينفقه في طاعة ربه ، ويشكروه على عظيم مواهبه والاعتراف بالتقصير عن بلوغ كنه تأدية ذلك ، فمن لم يكن هكذا وغفل وسها عن التزام ما ذكرنا ، ومرت أيامه عنه في سهو ولهو وعجز عن القيام بما لزمه لربه تعالى فقد غبن أيامه ، وسوف يندم حيث لا ينفعه الندم .

(۱۰ / ۱۳۹ ، ۱۵۰ ، كتاب الرقاق ، باب لا عيش إلا عيش الآخرة ، ۳۵۲۵ / ۱ - بيروت)

ما في ” الألعاب الرياضية لعلي حسين أمين يونس “ : يقول الشيخ الدكتور يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفة في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفة في إنفاق الأموال لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص / ۳۲۰ ، مكتبة دار الفنائس ، اردن)

(۲) ما في ” جمع الجوامع “ : قوله صلی اللہ علیہ وسلم : ” من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه “ .

(۶ / ۳۹۳ ، رقم الحديث : ۲۰۰۰۷)

ما في ” مجمع الزوائد “ : قوله صلی اللہ علیہ وسلم : ” لا ضرر ولا ضرار في الإسلام “ . (۳ / ۱۳۸ ، كتاب البيوع ، باب لا ضرر ولا ضرار ، سنن ابن ماجه : ص / ۱۵۹ ، أبواب الأحكام ، التمهيد : ۲ / ۲۸۳)

کتاب الرضاع

شیرخوارگی سے متعلق مسائل

بچہ کو کافرہ غیر مسلم عورت کا دودھ پلانا

مسئلہ (۱۳۳): کافرہ غیر مسلمہ عورت کا دودھ پاک ہے، اُس کا دودھ کسی بچے کو پلانا گناہ نہیں، بلکہ جائز ہے، لیکن جہاں تک ہو سکے مسلمان دین دار عورت کا دودھ پلایا جائے، کیوں کہ غیر مسلمہ کا دودھ پلانے کی وجہ سے اُس کے بُرے اخلاق و عادات بچے کے اندر سرائت کر سکتے ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” البحر الرائق “ : وفي المحيط : ولا ينبغي للرجل أن يدخل ولده إلى الحمقاء لترضعه ، لأن النبي ﷺ نهى عن لبن الحمقاء وقال : اللبن يُعدي ، وإنما نهى لأن الدفع إلى الحمقاء يُعرض ولده للهلاك بسبب قلة حفظها له وتعهدتها أو لسوء الأدب فإنها لا تُحسن تأديبه فينشأ الولد سيء الأدب . (۳ / ۲۳۸ ، كتاب الرضاع ، دار المعرفة بيروت ، ۳ / ۳۸۷ ، كتاب الرضاع ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : قال أحمد بن حنبل : يكره الارتضاع بلبن الفجور ولبن المشركات ؛ لأنه ربما أفضى إلى شبه المرضعة في الفجور ، ويجعلها أما لولده فيتغير بها ، ويتضرر طبعا وتعبرا ، والارتضاع من المشركة يجعلها ، أما لها حرمة الأم مع شركها ، وربما مال إليها المرتضع وأحب دينها ، وروي عن عمر بن الخطاب وعمر بن عبد العزيز أنهما قالوا : اللبن يشبهه ، فلا تستق من يهودية ولا نصرانية ولا زانية ، ويكره بلبن الحمقاء كي لا يشبهها الطفل في الحمق .

(۲۲ / ۲۵۵ ، الارتضاع بلبن الفجور ، إرضاع ، المغني لابن قدامة : ۸ / ۱۹۳ ، مكتبة القاهرة)

ما في ” المبسوط للسرخسي “ : ثم بدأ الباب بحديث زيد بن علي قال رسول الله ﷺ : =

کتاب الطلاق

طلاق سے متعلق مسائل

بلا معقول وجہ کے طلاق دینا سخت گناہ ہے

مسئلہ (۱۳۴): نکاح سے پہلے میاں بیوی میں سے کسی ایک کے، یا دونوں کے کسی مرد و عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے، مگر نکاح کے بعد دونوں کا کردار صحیح ہو جائے، تو اب مرد کے لیے جائز نہیں کہ بیوی کے سابقہ ناجائز تعلقات کی بنیاد پر اُسے طلاق دیدے، کیوں کہ بلا معقول وجہ کے طلاق دینا سخت گناہ ہے^(۱)، اسی طرح شوہر کے سابقہ ناجائز تعلقات کو بنیاد بنا کر عورت کے لیے اُس سے طلاق کا مطالبہ کرنا بھی درست نہیں ہے، کیوں کہ بلا معقول وجہ کے طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورت کے سلسلے میں بڑی سخت وعید آئی ہے کہ اس طرح کی عورت پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔^(۲)

= ”لا ترضع لكم الحمقاء فإن اللبن يفسد“ . وهو كما قال رسول الله ﷺ : فإن اللبن في حكم جزء من عينها ؛ لأنه يتولد منها فتؤثر فيه حماقتها ويظهر أثر في ذلك الرضيع لما للغذاء من الأثر ونظيره ما روي عن النبي ﷺ أنه قال : ” لا ترضع لكم سيئة الخلق “ .

(۱۵ / ۱۳۲ ، كتاب الإجارة ، باب إجارة الظئر ، دار الكتب العلمية بيروت)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۵۴۷۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا﴾ . (النساء : ۳۴)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : ” أبغض الحلال إلى الله عزّ =

= وجلّ الطلاق“ . (ص/ ۲۹۶، کتاب الطلاق ، باب في كراهية الطلاق)

ما في ”رد المحتار“ : فحيث تجرد عن الحاجة المبيحة له شرعاً يبقى على أصله من الحظر، ولهذا قال تعالى : ﴿فإن اطعنكم فلا تبغوا عليهنّ سبيلاً﴾ . [النساء : ۳۴] أي لا تطلبوا الفراق، وعليه حديث ”أبغض الحلال إلى الله الطلاق“ . قال في الفتح : ويحمل لفظ المباح على ما أبيح في بعض الأوقات : أعني أوقات تحقق الحاجة المبيحة . اهـ . وإذا وجدت الحاجة المذكورة أبيح ، وعليها يحمل ما وقع منه صلّى الله عليه وآله ومن أصحابه وغيرهم من الأئمة صوّناً لهم عن العبث والإيذاء بلا سبب ، فقوله في البحر : إن الحق إباحته لغير حاجة طلباً للخلاص منها ، إن أراد بالخلاص منها الخلاص بلا سبب كما هو المتبادر منه فهو ممنوع لمخالفته لقولهم : إن إباحته للحاجة إلى الخلاص ، فلم يبيحوه إلا عند الحاجة إليه لا عند مجرد إرادة الخلاص . اهـ . (ص/ ۴۲۸، کتاب الطلاق ، بيروت)

ما في ”الموسوعة الفقهية“ : ويكون مكروها إذا لم يكن ثمة من دأع إليه مما تقدم وقيل : هو حرام في هذه الحالة ، لما فيه من الإضرار بالزوجة من غير دأع إليه .

(۹/ ۲۹، طلاق ، الحكم التكليفي للطلاق)

(۲) ما في ”مشكوة المصابيح“ : عن ثوبان قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وآله : ”أيما امرأة سألت زوجها طلاقاً في غير ما بأس فحرام عليها رائحة الجنة“ . (ص/ ۲۸۳، كتاب النكاح ، باب الخلع والطلاق ، سنن أبي داود ، ص/ ۳۰۳ ، باب الخلع ، جامع الترمذي : ۲۲۶/ ۱ ، أبواب الطلاق واللعان ، باب ما جاء في المختلعات ، الرقم : ۱۱۸۷ ، قديمي)

ما في ”مرقاة المفاتيح“ : أما ما روي (لعن الله كل ذواق مطلق) فمحملة الطلاق لغير حاجة بدليل ما روي من قوله صلّى الله عليه وآله ”أيما امرأة اختلعت من زوجها بغير نشوز فعليها لعنة الله والملائكة والناس أجمعين“ . ولا يخفى أن كلامهم فيما سيأتي من التعليل يصرح بأنه محظور لما فيه من كفران نعمة النكاح . (ص/ ۳۸۷/ ۶ ، باب الخلع والطلاق)

(فتاوى اشاعت العلوم اكل كو غير مطبوعه ، ۲۱۷ ، ر.ج ، ۳ ، فتاوى دارالعلوم ديوبند ، تم الفتوى : ۵۵۶۸۹)

طلاق غصہ نکالنے کا ذریعہ نہیں

مسئلہ (۱۳۵): آج کل لوگوں نے طلاق کو غصہ نکالنے کا ایک ذریعہ سمجھ لیا ہے، جہاں میاں بیوی میں کوئی اختلاف پیش آیا، اور نوبت غصہ اور اشتعال تک پہنچی، شوہر نے فوراً طلاق کے الفاظ زبان سے نکال دیئے، حالاں کہ طلاق کوئی گالی گلوچ نہیں ہے، جو غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے دے دی جائے، یہ رشتہ نکاح ختم کرنے کا وہ انتہائی اقدام ہے جس کے نتائج بڑے سنگین ہیں، اس سے صرف نکاح کا رشتہ ہی ختم نہیں ہوتا، بلکہ خاندانی زندگی کے بہت سے مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں، میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں، بچوں کی پرورش کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، املاک کی تقسیم میں پیچیدگی پیدا ہوتی ہے، مہر، نفقہ اور عدت کے معاملات پر اس کا اثر پڑتا ہے، غرض کہ نہ صرف میاں بیوی، بلکہ ان کی اولاد، پورے خاندان پر اس کے دور رس اثرات پڑتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جہاں ضرورۃً طلاق کی اجازت دی ہے، وہاں اسے ”الْبَغْضُ الْمُبَاحَات“ یعنی جائز کاموں میں اللہ کو سب سے زیادہ مبغوض و ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔^(۱)

اس لیے اگر اصلاح و نباہ کی تمام کوششیں بالکل ناکام ہو جائیں، اور طلاق دینا ناگزیر ہو جائے، تو قرآن کریم میں یہ حکم دیا گیا کہ شوہر اپنی بیوی کو ایسے طہر (پاکی) میں صرف ایک طلاق دے، جس میں دونوں کے درمیان وظیفہ زوجیت ادا کرنے کی نوبت نہ آئی ہو۔^(۲)

ہمارے معاشرے میں طلاق کے بارے میں انتہائی سنگین غلط فہمی پھیل گئی ہے، کہ تین طلاق سے کم طلاق کو، طلاق ہی نہیں سمجھا جاتا، حالانکہ طلاق کا صحیح اور احسن طریقہ یہی ہے کہ صرف ایک مرتبہ طلاق کا لفظ کہا یا لکھا جائے، اس طرح طلاق ہو جاتی ہے، اور عدت کے اندر رجوع، اور عدت کے بعد بغیر حلالہ کے نکاح ممکن باقی رہتا ہے، جب کہ تین مرتبہ طلاق کا لفظ استعمال کرنا شرعاً گناہ ہے، اور اس کے بعد رجوع یا بغیر حلالہ کے نکاح کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا^(۳)، اس لیے اس بات کو عام کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر طلاق کی نوبت آجائے، تو صرف ایک طلاق دی جائے، عدت گزر جانے پر نکاح کا رشتہ شرافت کے ساتھ خود بخود ختم ہو جائے گا، اور میاں بیوی دونوں اپنے مستقبل کے لیے کوئی فیصلہ کرنے میں آزاد ہوں گے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً﴾ . (النساء : ۳۴)
 ما في ” سنن أبي داود “ : عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : ” أبغض الحلال إلى الله عز وجل الطلاق “ . (ص ۲۹۶ ، كتاب الطلاق ، باب في كراهية الطلاق)
 ما في ” رد المحتار “ : فحيث تجرد عن الحاجة المبيحة له شرعاً يبقى على أصله من الحظر، ولهذا قال تعالى : ﴿فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً﴾ . [النساء : ۳۴] أي لا تطلبوا الفراق، وعليه حديث ” أبغض الحلال إلى الله الطلاق “ . قال في الفتح : ويحمل لفظ المباح على ما أبيح في بعض الأوقات : أعني أوقات تحقق الحاجة المبيحة . اهـ . وإذا وجدت الحاجة المذكورة أبيح ، وعليها يحمل ما وقع منه ﷺ ومن أصحابه وغيرهم من الأئمة صوناً لهم عن العبث والإيذاء بلا سبب ، فقوله في البحر : إن الحق بإباحته لغير حاجة طلباً للخلاص منها ، إن أراد بالخلاص منها الخلاص بلا سبب كما هو المتبادر منه فهو ممنوع لمخالفته لقولهم : إن إباحته للحاجة إلى الخلاص ، فلم يبيحوه إلا عند الحاجة إليه =

= لا عند مجرد إرادة الخلاص . اهـ . (۳۲۸/۳ ، کتاب الطلاق ، بیروت)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ويكون مكروها إذا لم يكن ثمة من داعٍ إليه مما تقدم وقيل : هو حرام في هذه الحالة ، لما فيه من الإضرار بالزوجة من غير داعٍ إليه .

(۹/۲۹ ، طلاق ، الحكم التكليفي للطلاق)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسريحاً باحسان ﴾ .

(سورة البقرة : ۲۲۹)

ما في ” اللباب في شرح الكتاب [شرح القدوري] “ : الطلاق على ثلاثة أوجه : أحسن الطلاق ، وطلاق السنة ، وطلاق البدعة ، فأحسن الطلاق : أن يطلق الرجل امرأته تطليقة واحدة في طهر لم يجامعها فيه ويتركها حتى تنقضي عدتها .

(۱/۱۶۷ ، ۱۶۸ ، کتاب الطلاق ، قديمي کتب خانہ کراچی)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الطلاق الرجعي هو : ما يجوز معه للزوج رد زوجته في عدتها من غير استئناف عقد . (۲۹/۲۹ ، الطلاق ، ثانيا : الرجعي والباطن)

(۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره ﴾ .

(سورة البقرة : ۲۳۰)

ما في ” التفسير المظهر “ : ﴿ فان طلقها فلا تحل له من بعد ﴾ لأن قوله تعالى : ﴿ الطلاق ﴾ على هذا التأويل يشتمل الطلقات الثلاث أيضاً ، وعلى كلا التأويلين يظهر أن جمع التطلقيتين أو ثلاث تطليقات بلفظ واحد ، أو بألفاظ مختلفة في طهر واحد حرام بدعة مؤتم ، خلافاً للشافعي ، فإنه يقول : لا بأس به ، لكنهم أجمعوا على أنه من قال لامرأته : أنت طالق ثلاثاً ، يقع ثلاثاً بالإجماع . (۱/۳۳۳)

ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن عائشة قالت : جاءت امرأة رفاعة القرظي إلى رسول الله ﷺ فقالت : إني كنت عند رفاعة فطلقني فبئت طلاقاً فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبير وما معه إلا مثل هدية الثوب فقال : أتريدن أن ترجعي إلى رفاعة قالت : نعم ، قال : لا ، حتى تدوقي عسيلته ويدوق عسيلتك . متفق عليه .

(ص / ۲۸۳ ، کتاب الطلاق ، باب المطلقة ثلاثاً ، المبسوط للسرخسي : ۱۰/۶) =

موبائل پر میسیج کے ذریعے طلاق

مسئلہ (۱۳۶): اگر شوہر اپنی بیوی کو مخاطب بنا کر موبائل پر میسیج کے ذریعے تین طلاق لکھ کر بیوی کے پاس بھیج دے، اور شوہر میسیج بھیجنے کا اقرار کرتا ہو، تو اس سے بہر حال طلاق پڑ جائے گی، خواہ طلاق کی نیت کرے یا نہ کرے، جتنی طلاق لکھی ہوگی اتنی پڑے گی۔^(۱)

= ما في "بدائع الصنائع": وأما الطلقات الثلاث: فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حلّ المحليّة أيضاً حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزواج آخر لقول عزّ وجلّ: ﴿فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره﴾. [البقرة: ۲۳۰] وسواء طلقها ثلاثا متفرقا أو جملة واحدة. (۴/۳۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، بيروت) ما في "الهداية": إن كان الطلاق ثلاثا في الحرّة..... لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (۱/۳۷۹، باب الرجعة، الفتاوى الهنّدية: ۱/۴۷۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به) (ذکر و فکر ص/۳۱۹-۳۲۲) الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "الفتاوى الهنّدية": ثم المرسومة - أما إن أرسل الطلاق بأن كتب أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا يقع الطلاق.

(۱/۳۷۸، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة)

ما في "الدر المختار مع الشامية": ولو كتب على وجه الرسالة والخطاب كأن يكتب: يا فلانة! إذا أتاك كتابي هذا فأنت طالق، طلقت بوصول الكتاب. جوهره. (الدر). وفي الشامية: وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو، ثم المرسومة لا تخلو أما إن أرسل الطلاق بأن كتب أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا يقع الطلاق.

(۴/۵۶، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، بيروت)

ما في "الموسوعة الفقهيّة": قال الحنفيّة: الكتابة إذا كانت مستيننة ومرسومة يقع =

ایک مجلس میں تین طلاق

مسئلہ (۱۳۷): جمہور علمائے سلف و خلف کا مسلک یہ ہے کہ ایک مجلس میں تین مرتبہ طلاق دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں^(۱)، اور بیوی مغلظہ بانسہ ہو کر شوہر پر حرام ہو جاتی ہے، اور شوہر کے لیے رجعت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، اب بغیر حلالہ شرعی میاں بیوی کا ایک ساتھ رہنا حرام ہوگا، عورت کو چاہیے کہ عدت گزارے، عدت گزار کر اگر وہ کسی مرد سے نکاح کر لے، اور وہ مرد اس سے صحبت کے بعد اُس کو طلاق دیدے، یا اپنی طبعی موت مر جائے، پھر عورت عدت طلاق یا وفات گزار کر۔ اگر اپنے سابق شوہر سے نکاح کرنا چاہے، تو کر سکتی ہے، اس کے علاوہ دوبارہ نکاح کرنے کی کوئی اور صورت نہیں ہے۔^(۲)

= الطلاق بها ، نوى أو لم ينو والكتابة المستبينة هي : ما يكتب على الصحيفة والحائط والأرض على وجه يمكن فهمه وقراءته .

(ص/ ۲۹، ۲۵، طلاق، شروط الكتابة، الشرط الثاني أن تكون مرسومة)

ما في ”الأصول والقواعد للفقہ الإسلامي“ : ”الكتاب كالحطاب“ .

(ص/ ۲۱۹، قاعدة: ۲۳۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۶۳۰۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح باحسان﴾ .

(سورة البقرة: ۲۲۹)

ما في ”التفسير المظهری“ : ﴿فان طلقها فلا تحل له من بعد﴾ لأن قوله تعالى : ﴿الطلاق﴾ على هذا التأويل يشتمل الطلقات الثلاث أيضًا ، وعلى كلا التأويلين يظهر أن جمع التطبيقات أو ثلاث تطبيقات بلفظ واحد ، أو بألفاظ مختلفة في طهر واحد حرام بدعة =

بغیر ارادہ کے اپنی بیوی کو بہن کہہ دینا

مسئلہ (۱۳۸): اگر کوئی شخص بغیر ارادے کے اپنی بیوی کو بہن کہہ دے، تو اس کا یہ کہنا اگرچہ ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، اس سے بچنا چاہیے، مگر اس سے اس کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔^(۱)

= مؤثم ، خلافاً للشافعي ، فإنه يقول : لا بأس به ، لكنهم أجمعوا على أنه من قال لامرأته : أنت طالق ثلاثا ، يقع ثلاثا بالإجماع . (۳۳۴/۱)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما الطلقات الثلاث : فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حلّ المحلّية أيضاً حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزواج آخر لقول عزّ وجلّ : ﴿فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره﴾ . [البقرة : ۲۳۰] وسواء طلقها ثلاثا متفرقا أو جملة واحدة . (۴۰۳/۳ ، كتاب الطلاق ، فصل في حكم الطلاق البائن ، بيروت)

ما في ” الهداية “ : إن كان الطلاق ثلاثا في الحرّة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها . (۳۷۹/۱ ، باب الرجعة ، الفتاوى الهندية : ۴۷۳/۱ ، كتاب الطلاق ، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره﴾ .

(سورة البقرة : ۲۳۰)

ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن عائشة قالت : جاءت امرأة رفاعة القرظي إلى رسول الله ﷺ فقالت : اني كنت عند رفاعة فطلقني فبّت طلاقي فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبير وما معه إلا مثل هدبة الثوب فقال : أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة قالت : نعم ، قال : لا ، حتى تذوق عسيلته ويذوق عسيلتك “ . متفق عليه . (ص / ۲۸۴ ، كتاب الطلاق ، باب المطلقة ثلاثا ، المبسوط للسرخسي : ۱۰/۶) (فتاوى دارالعلوم ديوبند، قم الفتوى : ۵۵۹۴۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي تميمه الهجيمي أن رجلا قال لامرأته : يا أختي ! فقال رسول الله ﷺ : ” أحتك هي ؟ فكره ذلك ونهى عنه “ . (ص / ۳۰۱ ، كتاب الطلاق ، =

باب في الرجل يقول لامرأته يا أختي ، الرقم : (۲۲۱۰)

ما في ” بذل المجهود “ : وإنما كره ذلك لأن قرابة الأخوة محرمة ، فكونها أختاً له مظنة التحريم ، ويحتمل أن يكون النهي عنه والكره سداً للباب ، فإنه يحتمل أنه إذا لم يبنه على ذلك يعتدون فيه ، ويمكن أن يتكلموا بلفظ يؤدي إلى الظهار فتحرم عليه ، وتجب الكفارة أو الفراق إذا نوى الظهار . قلت : وينبغي أن يعتاد ذلك ، ولا يتكلم بها إلا بضرورة دعت إليه ، وأما من غير ضرورة فيكره التكلم بذلك .

(۲۱۷/۸ ، ۲۱۸ ، دار البشائر الإسلامية بيروت)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ويكره قوله : أنت أُمِّي ويا بنتي ويا أختي ونحوه . در مختار . وفي الشامية : فقد صرحوا بأن قوله لزوجته : يا أختية مكروه ، وفيه حديث رواه أبو داود ” ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلاً يقول لامرأته يا أختية ، فكره ذلك ونهى عنه “ ، ومعنى النهي قرابة من لفظ التشبيه ، ولو لا هذا الحديث لأمكن أن يقول : هو ظهار ، لأن التشبيه في أنت أُمِّي أقوى منه مع ذكر الأداة ، ولفظ يا أختية استعارة بلا شك ، وهي مبنية على التشبيه ، لكن الحديث أفاد كونه ليس ظهاراً حيث لم يبين فيه حكماً سوى الكراهة والنهي . (۱۳۱/۵) ، كتاب الطلاق ، باب الظهار ، مطلب بلاغات محمد رحمه الله مسندة ، البحر الرائق : ۱۶۵/۳ ، ۱۶۶ ، كتاب الطلاق ، باب الظهار ، النهي الفائق : ۲/۳۵۲ ، ۳۵۳ ، كتاب الطلاق ، باب الظهار (فتاوى محمودية : ۱۹/۳۵۵ ، ۳۵۶ ، فتاوى بنوري ، رقم الفتوى : ۱۵۲۷۸)

کتاب النفقة والحضانة

نان و نفقہ اور پرورش سے متعلق مسائل
شادی سے قبل عورت کا نان و نفقہ

مسئلہ (۱۳۹): عورت کا نان و نفقہ شادی سے قبل والد اور بھائیوں کے ذمہ لازم ہوتا ہے، اور شادی کے بعد یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، اس لیے بلا ضرورت شدیدہ خواتین کے لیے گھر سے باہر نکلنا اور اس پُرفتن دور میں ملازمت کرنا مناسب نہیں^(۱)، تاہم اگر ملازمت کی جگہ اور آمد و رفت کے راستے محفوظ ہوں، اور اس میں کسی طرح بے پردگی، غیر محرم سے اختلاط نہ ہوتا ہو، تو ایسی جگہ ملازمت کی گنجائش ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير و شرحه مع الشامية “ : وكذا تجب لولده الكبير العاجر عن الكسب كأنثى مطلقاً . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قال رحمه الله تعالى : قوله : (كأنثى مطلقاً) أي ولو لم يكن بها زمانة تمنعها عن الكسب ، فمجرد الأنوثة عجز ، إلا إذا كان لها زوج فنفتها عليه ما دامت زوجة وتقدم أنه ليس للأب أن يؤجرها في عمل أو خدمة .

(۵/ ۳۴۱ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلب : الكلام على نفقة الأقارب ، بيروت)

ما في ” البحر الرائق “ : فنفقة المرأة الصحيحة الفقيرة على محرما .

(۳/ ۳۵۶ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية ﴾ .

(سورة الأحزاب : ۳۲)

ما في ” حجة الله البالغة “ : ولما كانت الحاجات متنازعة محوجة إلى المخالطة وجب أن =

بچے کی پرورش شرعاً واجب ہے

مسئلہ (۱۴۰): بچے کی حضانت یعنی پرورش شرعاً واجب ہے، اور یہ فریضہ اصلاً ماں کا ہے، اس کو یہ کام انجام دینا چاہیے، اگر ماں نہ ہو، اور حضانت کی حق دار اگر ایک ہی عورت موجود ہو، تو بچے کی پرورش اس پر واجب عینی، اور متعدد ہوں تو واجب کفائی ہے۔^(۱)

= يجعل ذلك على مراتب بحسب الحاجات ، فشرع النبي ﷺ وجوهاً من السنن ، أحدها : ألا تخرج المرأة من بيتها إلا لحاجة لا تجد منها بدا . (۲ / ۹۲ ، من أبواب تدبير المنزل ، ذكر العورات) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۸۲۷۸، اٹھارہواں فقہی سمینار [مدورائی] بتاریخ: ۲-۳، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۸ فروری-۲ مارچ ۲۰۰۹ء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : تربية الولد (ثبتت للأم) النسبية (ولو بعد الفرقة)
 ولو لم يوجد غيرها أجبرت بلا خلاف . فتح . (تنوير مع الدر) وفي الشامية : قوله : (أجبرت بلا خلاف) ولو وجد غيرها لم تجبر بلا خلاف أيضاً على ما ذكرناه قلت : ويؤخذ من هذا التوفيق بين القولين ، وذلك أن ما في المحيط يدل على أن لكل من الحاضنة والمحضون حقاً في الحضانة ، ومثله ما قدمناه عن المفتي أبي السعود ، فقول من قال : إنها حق الحاضنة فلا تجبر ، محمول على ما إذا لم تعين لها ، واقتصر على أنها حقها ، لأن المحضون حينئذ لا يضيع حقه لوجود من يحضنه غيرها ، ومن قال : إنها حق المحضون فتجبر ، محمول على ما إذا تعينت واقتصر على أنها حقه لعدم من يحضنه غيرها .
 (۵/۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۹، كتاب الطلاق ، باب الحضانة)

ما في ” البحر الرائق “ : (أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها ثم أم الأم ثم أم الأب ، ثم الأخت لأب وأم) واختلّفوا في وجوب الحضانة على الأم ونحوها من النساء وفي جبرها إذا امتنعت فصرح في الهداية بأنها لا تجبر لأنها عست أن تعجز عن الحضانة وصححه في التبيين =

حق پرورش کب ساقط ہوگا؟

مسئلہ (۱۴۱): پرورش کے لیے بچہ ماں کے پاس اس وقت تک رہے گا، جب تک اپنی بنیادی ضروریات، مثلاً کھانا پینا اور استنجا کے لائق نہ ہو جائے، لڑکے میں یہ عمر سات سال ہے، کیوں کہ عام طور پر وہ سات سال میں ان چیزوں پر قادر ہو جاتا ہے، اور لڑکی بالغہ یا قریب البلوغ ہونے تک ماں کے پاس رہے گی^(۱)، پرورش کرنے والے کا عاقل، بالغ، امانت دار اور پرورش پر قدرت رکھنے والا ہونا ضروری ہے^(۲)، اور پرورش کرنے والی عورت ہو، تو یہ بات بھی ضروری ہے کہ وہ جس شخص کے نکاح میں ہو، وہ زیر پرورش بچے کا غیر محرم نہ

= وفي الولوالجية : وعليه الفتوى ، وفي الواقعات : والفتوى على عدم الجبر لوجهين : أحدهما أنها ربما لا تقدر على الحضانة ، والثاني أن الحضانة حق الأم والمولى ولا يجبر على استيفاء حقه . اهـ . وفي الخلاصة : وقال مشايخنا : ولا تجبر الأم عليها وكذلك الخالة إذا لم يكن لها زوج لأنها ربما تعجز عن ذلك . اهـ . فأفاد أن غير الأم كالأم في عدم الجبر بل هو بالأولى كما في الولوالجية لكن قيده في الظهيرية بأن لا يكون للصغير ذو رحم محرم فحينئذ تجبر الأم كيلا يضيع الولد ، أما إذا كان له جدة مثلا وامتنعت الأم من إمساكه ورضيت الجدة بإمساكه فإنه يدفع إلى الجدة لأن الحضانة كانت حقا لها . (۲۷۹/۴ - ۲۸۱ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، تبين الحقائق : ۲۹۲/۳ ، كتاب النكاح ، الفصل الخامس فيمن أحق بالولد والنكاح بغير ولي الخ ، مجمع الأنهر : ۱۶۶/۲ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، الفتاوى الهندية : ۵۴۱/۱ ، كتاب الطلاق ، الباب السادس عشر في الحضانة) (تجاویز برائے چوبیسواں فقہی سیمینار، اسلامک فٹہ اکیڈمی انڈیا، مؤرخہ: ۲۰۱۰-۱۱، مارچ ۲۰۱۵ء مطابق ۹-۱۱، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ، منعقدہ بمقام دارالعلوم الاسلامیہ اوجیرہ، کولم، کیرلا)=

ہو (۳)، جن صورتوں میں بچے کو تعلیمی، تربیتی، جسمانی یا نفسانی پہلو سے مضرت کا اندیشہ ہو، تو ان صورتوں میں پرورش کے حق دار کا، حق پرورش ساقط ہو جائے گا۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (والحاضنة) أما أو غيرها (أحق به) أي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لأنه الغالب ، ولو اختلفا في سنه ، فإن أكل وشرب ولبس واستنجد وحده دفع إليه جبراً ، وإلا لا ، (والأم والجدة) لأم وأب (أحق بها) الصغيرة (حتى تحيض) أي تبلغ في ظاهر الرواية . (۵/۲۶۷ ، ۲۶۸ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، مطلب لو كانت الأخوة أو الأعمام غير مأمونين لا تسلم الخ)

ما في ” البحر الرائق “ : قوله : (والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغني وقدر بسبع) لأنه إذا استغنى يحتاج إلى التأديب والتخلق بآداب الرجال وأخلاقهم والأب أقدر على التأديب والتعنيف ، وما ذكره المصنف من التقدير بسبع قول الخصاص اعتباراً للغالب لأن الظاهر أن الصغير إذا بلغ السبع يهتدي بنفسه إلى الأكل والشرب واللبس والاستنجد وحده فلا حاجة إلى الحضانة . قوله : (وبها حتى تحيض) أي الأم والجدة أحق بالصغيرة حتى تحيض لأن بعد الاستغناء تحتاج إلى معرفة آداب النساء والمرأة على ذلك أقدر وبعد البلوغ تحتاج إلى التحصين والحفظ والأب فيه أقوى وأهدى ، وبه علم أنه لو قال حتى تبلغ لكان أولى .

(۲/۲۸۷ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، تبين الحقائق : ۳/۲۹۵ ، ۲۹۶ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، الفتاوى الولولوجية : ۱/۳۸۳ ، كتاب النكاح ، الفصل الخامس فيمن أحق بالولد والنكاح بغير ولي الخ ، الفتاوى التاتارخانية : ۳/۱۸۷ ، كتاب الطلاق ، الفصل الثلاثون في حكم الولد عند افتراق الزوجين ، مجمع الأنهر : ۲/۱۶۸ ، ۱۶۹ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : قال الرملي : ويشترط في الحاضنة أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة ، وأن تخلو من زوج أجنبي ، وكذا في الحاضن الذي سوى الشرط الأخير .

(۵/۲۵۳ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، مطلب شروط الحاضنة ، منحة الخالق على البحر الرائق : ۲/۲۷۹ ، ۲۸۰ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة)=

کتاب الایمان والندور

قسم سے متعلق مسائل

تین مرتبہ قسم کھا کر توڑ دے تو کتنے کفارے لازم ہیں؟

مسئلہ (۱۳۲): اگر کسی آدمی نے تین مرتبہ قسم کھا کر ہر مرتبہ اس کو توڑ دیا، تو کفارہ کے سلسلے میں دو قول ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ - ایک ہی کفارہ کافی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ - ایک کفارہ کافی نہیں، بلکہ تین کفارے لازم ہیں۔ دوسرا قول ارنج واشہر ہونے کے ساتھ احوط بھی ہے، اس لیے اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، البتہ دشواری کے وقت پہلے قول پر بھی عمل کرنے کی گنجائش ہوگی، لیکن اگر قسم ایک ہی مرتبہ کھائی ہے اور اس کے خلاف عمل تین بار کیا ہے، تو پھر بلا اختلاف ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔^(۱)

(۳) ما فی "تبیین الحقائق": قال رحمہ اللہ: (ومن نکحت غیر محرمة سقط حقها) أي من تزوج ممن له حق الحضانة بغير محرم للصغير سقط حقها لما روينا ولأن زوج الأم يعطيه نزرا وينظر إليه شزرا فلا نظر في الدفع إليه. (۳/۲۹۴، کتاب الطلاق، باب الحضانة، مجمع الأنهر ۲/۱۶۸، کتاب الطلاق، باب الحضانة، الفتاوی التاتاریخانیة ۳/۱۸۹، کتاب الطلاق، الفصل الثلاثون فی حکم الولد عند افتراق الزوجین)

(۴) ما فی "الفتاوی الہندیة": وکذا لو كانت سارقة أو مغیبة أو نائحة فلا حق لها. کذا فی النهر الفائق. (۱/۵۴۱، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر فی الحضانة)

ما فی "التنوير مع الدر والرد": (ثبت للأُم) النسبية (ولو) کتابیة أو مجوسیة أو (بعد الفرقة إلا أن تكون مرتدة) فحتى تسلم لأنها تحس (أو فاجرة) فجورا یضیع الولد به، کزنا وغناء=

= وسرقة ونياحة كما في البحر والنهر بحثاً . (۲۵۳/۵ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة)

ما في ” مجمع الأنهر “ : ومن لا يؤمن على صبي وصبية ليس له حق الإمساك . تدبر .

(۱۷۱/۲ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة) (اسلامك فقهاً كيترى انثيا)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اختلف الفقهاء فيما يجب بالحِث في الحلف بأيمان متعدّدة على أمور شتى نحو أن يقول : والله لا أدخل دارَ فلان والله لا أكلم فلانا ففعل ذلك كله على قولين : القول الأول : أنه يجب على الحالف لكل يمين كفارة ، وإليه ذهب الحنفية والمالكية والشافعية ، وهو ظاهر كلام الخِرَقِي ، ورواية المَرُوزِي عن أحمد ، والقول الثاني : أنه يجب على الحالف كفارة واحدة ، وبه قال أحمد في رواية ابن منصور ، قال القاضي : وهي الصحيحة ، وهو قول محمد من الحنفية .

(۲۸/۳۵ ، كفارة ، الحلف بأيمان متعددة على أمور شتى)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وفي البحر عن الخلاصة والتجريد : وتعدد الكفارة لتعدد اليمين ، والمجلس والمجالس سواء . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (وتعدد الكفارة لتعدد اليمين) وفي البغية : كفارات الأيمان إذا كثرت تداخلت ويخرج بالكفارة الواحدة عن عهدة الجميع . وقال شهاب الأئمة : هذا قول محمد . قال صاحب الأصل : هو المختار عندي . اهـ . مقدسي . ومثله في القهستاني عن المنية . (۲۸۶/۵ ، كتاب الأيمان ، مطلب تعدد الكفارة لتعدد اليمين ، دار الكتب العلمية بيروت ، و ۷۱۴/۳ ، دار الفكر بيروت)

ما في ” البحر الرائق “ : قال في الظهيرية : ولو قال : والله والرحمن والرحيم لا أفعل كذا ففعل ، ففي الروايات الظاهرة يلزمه ثلاث كفارات ، ويتعدد اليمين بتعدد الإسم لكن يشترط تخلل حرف القسم ، وروى الحسن عن أبي حنيفة أن عليه كفارة واحدة ، وبه أخذ مشايخ سمرقند وأكثر المشايخ على ظاهر الرواية وفي التجريد عن أبي حنيفة : إذا حلف بأيمان فعليه لكل يمين كفارة ، والمجلس والمجالس سواء . (۳۱۶/۴ ، كتاب الأيمان ، دار الكتاب الإسلامي بيروت ، و ۲۸۹/۴ ، ۲۹۰ ، دار الكتب العلمية بيروت)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۷۲۷)

بکرا صدقہ کرنے کی نذر اور اس کا گوشت

مسئلہ (۱۴۳): اگر کوئی شخص بکرے کو متعین کیے بغیر مطلق بکرے کے صدقہ کرنے کی نذر و منت مانے، تو اس پر پورے ایک سال کا بکرا صدقہ کرنا لازم ہوگا^(۱)، اور اگر کسی متعین بکرے کی طرف اشارہ کر کے، اسے صدقہ کرنے کی نذر و منت مانے، تو پھر اس بکرے کا ایک سال کا ہونا ضروری نہیں، وہ بکرا جس عمر کا بھی ہو، اسے صدقہ کرنے سے نذر و منت پوری ہو جائے گی^(۲)، نیز نذر و منت مانے ہوئے بکرے کا گوشت، نذر و منت ماننے والا شخص، اس کے گھر والے، اور مالدار لوگ نہیں کھا سکتے، بلکہ اس کا پورا گوشت، فقرا وغیر با پر صدقہ کرنا لازم اور ضروری ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”بدائع الصنائع“ : ولا يجوز فيهما إلا ما يجوز في الأضاحي ، وهو الشيء من الإبل والبقر والجدع من الضأن إذا كان ضحماً . (۳۳۲/۶ ، كتاب النذر ، فصل في شرائط ركن النذر)

(۲) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على أن نذر التضحية يوجبها سواء أكان الناذر غنياً أم فقيراً ، وهو إما أن يكون نذر المعينة نحو : لله عليّ أن أضحي بهذه الشاة ، وإما أن يكون نذراً في الذمة لغير معينة لمضمونة ، كأن يقول : لله عليّ أن أضحي ، أو يقول : لله عليّ أن أضحي بشاة ، فمن نذر التضحية بمعينة لزمه التضحية بها في الوقت .

(۵/۷۸ ، ۷۹ ، أضحية ، الأضحية المنذورة) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰/۲۲۵)

(۳) ما في ”رد المحتار“ : وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني . (۲۸۳/۳ ، كتاب الزكاة ، باب المصروف)

ما في ”تبيين الحقائق“ : وإن وجبت بالنذر فليس لصاحبها أن يأكل منها شيئاً ولا أن يطعم =

بکرے کی بجائے اس کی قیمت کا صدقہ

مسئلہ (۱۴۴): اگر کوئی شخص بکرہ کا صدقہ کرنے کی نیت کرے، پھر وہ بکرے کی بجائے اس کی قیمت یا اتنی مالیت کی کوئی دوسری چیز صدقہ کرنا چاہے، تو یہ بھی جائز اور درست ہے، موقع محل کے اعتبار سے جس امر کی زیادہ ضرورت محسوس ہو رہی ہو، اسے اختیار کرنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔^(۱)

غیرہ من الأغنیاء سواء كان النادر غنياً أو فقيراً ، لأن سبيلها التصدق وليس للمتصدق أن يأكل من صدقته ولا أن يطعم الأغنياء . (۲۸۶/۶ ، كتاب الأضحیة)
 ما في ” البحر الرائق “ : لا يجوز الدفع إلى أبيه وجده وإن علا ولا إلى ولده وولد ولده وإن سفلى وهذا الحكم لا يختص الزكاة بل كل صدقة واجبة لا يجوز دفعها لهم كأحد الزوجين كالكفارات والذکور وصدقۃ الفطر فلا يجوز صرفها للغني لعموم قوله عليه السلام ” لا تحل صدقة لغني “ . (۲۲۵/۲ - ۲۲۷ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)
 (آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۲۰۸/۵ ، جدید ایڈیشن)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” فتاوی قاضی خان “ : رجل قال : إن نجوت من هذا الغم فليله علي أن أن تصدق بهذه الدراهم خبزاً ، ثم أراد أن يتصدق بالقيمة لا بالخبز جاز .

(۱۲۹/۱ ، كتاب الزكاة ، فصل في النذر)

ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (نذر أن يتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغيره جاز إن ساوى العشرة) كتصدقته بتمنه . (۵۲۵/۵ ، كتاب الایمان ، مطلب النذر غير المعلق لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير ، الفتاوى التاتارخانية : ۵۳۹/۳ ، كتاب الایمان ، الفصل السادس والعشرون في النذور) (فتاویٰ بنوریہ ، رقم الفتویٰ : ۱۶۹۶۳)

کتاب البيوع

خرید و فروخت سے متعلق مسائل

خنزیر کے بالوں کے برش کا استعمال اور خرید و فروخت

مسئلہ (۱۴۵): خنزیر نجس العین ہے، اس کے کسی جز سے انتفاع (فائدہ اٹھانا) جائز نہیں ہے^(۱)، اس لیے اگر کسی برش کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ وہ خنزیر کے بالوں سے بنایا گیا ہے، یا اس میں خنزیر کے بال زیادہ ہیں، تو اس کا استعمال اور خرید و فروخت شرعاً جائز نہیں، اس کے علاوہ بازار میں پلاسٹک وغیرہ کے برش دستیاب ہیں، انہیں استعمال کرنا چاہیے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : أما الخنزير فجميع أجزائه نجسة . كذا في الاختيار شرح المختار . (۲۴ / ۱ ، الطهارة ، الباب الثالث في المياه ، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضؤ) ما في ” النهر الفائق “ : (وشعر الإنسان) الميت (والميتة) غير الخنزير إذ جميع أجزائه نجسة . (۸۳ / ۱ ، كتاب الطهارة ، مطلب في طهارة الجلود وداغتها ، فرع ، مجمع الأنهر : ۵ / ۱ ، كتاب الطهارة ، فصل ، الهداية : ۴ / ۱ ، كتاب الطهارة ، باب الماء الذي يجوز به الوضوء وما لا يجوز) (۲) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (وشعر الخنزير) لنجاسة عينه فيبطل بيعه .

(۴ / ۲۶۲ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب في التداوي بلبن البنت للرمد قولان) ما في ” البحر الرائق “ : قوله : (وشعر الخنزير) أي لم يجز بيعه إهانة له لكونه نجس العين كأصله فالبيع لو جاز لكان اكراما وكان ابن سيرين لا يلبس خفا حرز بشعر الخنزير فعلى هذا لا يجوز بيعه ولا الانتفاع به ، ولذا روي عن أبي يوسف كراهة الانتفاع به . (۶ / ۱۳۲ ، ۱۳۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد) (فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۵۴۷۳۷ ، فتاوى محمودية : ۲۴ / ۸۱)

شکاری کتابا لانا اور اس کی خرید و فروخت

مسئلہ (۱۴۶): اگر کتابا شکاری ہو، یا کھیتی وغیرہ کی حفاظت کے لیے رکھا جائے، تو شرعاً اس کی اجازت ہے، اور اس مقصد کے لیے اُس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے، اور اگر کتابا ان مقاصد کے لیے نہ ہو، تو چوں کہ کتابا ایک نجس جانور ہے، اس لیے اس کو گھر میں رکھنا، اس کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا، اس کو اپنے ساتھ گھمانا پھرانا، جیسا کہ مغرب زدہ طبقے میں رائج ہے، شرعاً ممنوع ہے، اور اس مقصد کے لیے کتے کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہے، اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”صحيح البخاري“ : عن أبي طلحة رضي الله عنهم قال : قال النبي ﷺ : ” لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا تصاوير“ .

(۲/۸۸۰ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، الرقم : ۵۹۴۹)

ما في ”مشکوٰۃ المصابيح“ : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ” من اقتنى كلبا إلا كلب ماشية أو ضار نقص من عمله كل يوم قيراطان “ . متفق عليه .

(ص/۳۵۹ ، كتاب الصيد والذبائح ، باب ذكر الكلب)

ما في ”تكملة فتح الملهم“ : وقال الحنفية : الكلاب التي ينتفع بها يجوز بيعها ويباح أثمانها وبه قال عطاء بن أبي رباح و ابراهيم النخعي وأبو يوسف ومحمد وابن كنانة وسحنون من المالكية ومالك في رواية ، وروي عن أبي حنيفة أن الكلب العقور لا يجوز بيعه ولا يباح ثمنه ، هذا ملخص ما في عمدة القاري [۵: ۶۱۰] والمغني لابن قدامة [۴: ۲۵۱ و ۲۵۲] .

(۴/۲۹۳ ، ۲۹۴ ، كتاب المساقاة ، باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن ومهر البغي الخ)

ما في ”شرح معاني الآثار“ : قال أبو جعفر : فلما ثبتت الإباحة بعد النهي وأباح الله عز وجل في كتابه ما أباح بقوله : ﴿وما علمتم من الجوارح مكلبين﴾ اعتبرنا حكم ما ينتفع به هل =

بیع تعاطی کی ایک صورت

مسئلہ (۱۳۷): بھیتی کے موقع پر کسان فصل کے لیے جو سامان لیتے ہیں، وہ پانچ ماہ کی اُدھار پر ہوتا ہے، جس میں بائع و بیوپاری ۵۰۰ روپے کی چیز کے ۶۰۰ روپے لیتا ہے، جس کا دونوں کو پتا ہوتا ہے، معاملہ کرتے وقت ایک دوسرے سے کوئی بات نہ پوچھتے ہیں، نہ بتاتے ہیں، اور بل میں ۶۰۰ کے حساب سے ہی ریٹ لکھا جاتا ہے، معاملے کی یہ صورت شرعاً درست ہے، بشرطیکہ معاملے کے وقت اُدھار والی قیمت طے ہو جاتی ہو، چاہے ایسا کرنا تعاطی کے طریقے پر ہی ہو، یعنی بغیر پوچھے بتائے ۵۰۰ کی چیز کا لین دین ۶۰۰ میں آپسی رضامندی سے ہوتا ہو۔^(۱)

= يجوز بيعه ويحل ثمنه أم لا ؟ فرأينا الحمار الأهلي قد نهى عن أكله وأبيح كسبه والانفعا
به فكان بيعه إذ كان هذا حكمه حالاً و ثمنه حالاً ، وكان يجيء في النظر أيضاً أن يكون
كذلك الكلاب لما أبيع الانفعا بها حل بيعها وأكل ثمنها ويكون ما روي في حرمة أثمانها
كانت وقت حرمة الانفعا بها ، وما روي في إباحة الانفعا بها دليل على حل أثمانها ، وهذا
قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى .

(۲/۲۰۱، کتاب البيوع، باب ثمن الكلب)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما بيع كل ذي ناب من السباع سوى الخنزير كالكلب والفهد
والأسد والنمر والذئب والهر ونحوها فحائز عند أصحابنا .

(۲/۳۳۴، کتاب البيوع، حکم عظم الخنزير والآدمي، دار الكتاب ديوبند)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۳۱۵۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” جامع الترمذي “ : عن أبي هريرة قال : ” نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين في
بيعة“ وقد فسر بعض أهل العلم قالوا : بيعتين في بيعة أن يقول : أبيعك هذا الثوب =

بنقد بعشرة وبنسيئة بعشرين ولا يفارقه على أحد البيعتين فإذا فارقه على أحدهما فلا بأس به إذا كانت العقدة على أحد منهما . (۱ / ۲۳۳ ، أبواب البيوع ، باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة ، اعلاء السنن : ۲۰۵ / ۱۳ ، كتاب البيوع ، باب النهي عن بيعتين في بيعة)

ما في ” المبسوط للسرخسي “ : وإذا عقد العقد على أنه إلى أجل كذا بكذا وبالنقد بكذا أو قال : إلى شهر بكذا ، أو إلى شهرين بكذا ، فهو فاسد ، لأنه لم يعاطه على ثمن معلوم ولنهي النبي ﷺ عن شرطين في البيع وهذا هو التفسير للشرطين في بيع ، وهذا إذا افترقا على هذا فإن كان يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعه على ثمن معلوم وأما العقد عليه فهو جائز ، لأنهما افترقا إلا بعد تمام شرط صحة العقد . (۱۳ / ۹ ، كتاب البيوع ، باب البيوع الفاسدة)

ما في ” موسوعة الفقه الإسلامي والقضايا المعاصرة “ : بيع المعاطاة : المعاطاة : أن يتفق العاقدان على ثمن ومثمن ويعطيان من غير إيجاب ولا قبول ، وقد يوجد لفظ من أحدهما ، وهو بيع صحيح عند الجمهور ، لأن البيع ينعقد بكل ما يدل على الرضا بتبادل الملك في الأموال سواء بالصيغة المعبرة عن الإرادة صراحة من إيجاب وقبول أم بما يدل على الرضا عرفا ، اعتبارا بعرف الناس واحتراما لعاداتهم السائدة فيما بينهم ، ما لم تصادم نصا من نصوص الشرع ، فيصح البيع باللفظ أو الإشارة أو بغيرهما ، ما دام يدل على المقصود من العلم بتراضي العاقدين ، ولم يثبت اشتراط لفظ ، فيرجع للعرف كسائر الألفاظ المطلقة .

(۲ / ۷۰ ، عقد البيع)

ما في ” الهداية “ : ألا يرى أنه يزداد في الثمن لأجل الأجل . (۳ / ۵۸ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، البحر الرائق : ۱۹۰ / ۶ ، كتاب البيع ، باب المرابحة والتولية)

ما في ” بحوث في قضايا فقهية معاصرة “ : أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد بشرط أن يبيت العاقدان بأنه بيع مؤجل بأجل معلوم وبثمن متفق عليه عند العقد . (۱ / ۷ ، زيادة الثمن من أجل التأجيل)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۵۶۳۶۲)

خرید و فروخت میں ڈسکاؤنٹ (Discount)

مسئلہ (۱۲۸): آج کل عموماً بڑے مارکیٹس میں تجارت کے فروغ و عروج کے لیے ”ڈسکاؤنٹ“ (Discount) کا طریقہ رائج ہے، مثلاً دکان میں ہر سامان پر کچھ ڈسکاؤنٹ ہوتا ہے، یعنی اگر کسی سامان کی قیمت ایک ہزار (1000) ہے، تو اس پر پچیس فیصد (25%) ڈسکاؤنٹ، یعنی وہ سامان اب گاہک کو صرف سات سو چھتر (775) میں دیا جائے گا، خرید و فروخت کی یہ مرّوجہ صورت شرعاً درست ہے۔^(۱)

خریدنے سے پہلے کوئی چیز چکھ کر دیکھنا

مسئلہ (۱۲۹): بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی پھل فروٹ کی لاری یا دکان کے پاس سے گزرتے ہیں، تو خریدنے کا قصد و ارادہ نہ ہونے کے باوجود کوئی چیز چکھ کر دیکھتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ وہ ہوتے ہیں، جو خریدنے کے عزم کے ساتھ کسی چیز کو چکھ کر دیکھتے ہیں، پھر پسند آجانے کے باوجود ارادہ بدل جاتا ہے، تو نہیں خریدتے، اور بعضے وہ ہوتے ہیں جو خریدنے کے ارادہ سے چکھتے ہیں، مگر وہ چیز پسند نہیں آتی، تو چھوڑ دیتے ہیں، خریدتے نہیں،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”المختصر القدوري“ : ويجوز للمشتري أن يزيد للبائع في الثمن ويجوز للبائع أن يزيد للمشتري في المبيع ، ويجوز أن يحط من الثمن . (ص ۸۱ / كتاب البيوع ، الهداية : ۵۹ / ۳ ، التنوير و شرحه مع الشامية : ۲۸۵ / ۷ ، البحر الرائق : ۱۹۸ / ۶) (جدید فقہی مسائل : ۱ / ۲۱۷ ، قدیمی)

اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھیں کہ - کھانے کی چیزیں مثلاً: آم، تربوز، خربوز وغیرہ چکھنے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) اگر خریدنے کا ارادہ نہ ہو، اور چکھے تو یہ منع اور مکروہ ہے، نقصان کا بدلہ دینا ہوگا۔

(۲) خریدنے کا عزم تھا، چکھنے کے بعد پسند آئی، پھر ارادہ بدل گیا، تو نقصان کا بدلہ دے، یا مالک سے معافی چاہے۔

(۳) خریدنے کا ارادہ تھا، لیکن چکھنے کے بعد پسند نہیں آئی، تو اب نہ خریدنے میں کوئی حرج نہیں، اور اس صورت میں نہ نقصان کا بدلہ لازم ہوتا ہے، اور نہ مالک سے معافی چاہنا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (أو كان) المبيع (طعاماً فأكله أو بعضه) أو أطعمه عبده أو مدبره أو أم ولده أو لبس الثوب حتى تخرق فإنه يرجع بالنقصان استحساناً عندهما، وعليه الفتوى . بحر . وعنهما يرد ما بقي ويرجع بنقصان ما أكل ، وعليه الفتوى . (در مختار) . (۱۹۲/۷) ، باب خيار العيب، مطلب فيما لو أكل بعض الطعام)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو اشترى طعاماً فوجد به عيباً وقد أكل بعضه يرجع بنقصان عيب ما أكل ويرد ما بقي بحصته ، وهذا قول محمد رحمه الله تعالى ، وبه كان يفتي الفقيه أبو جعفر ، وبه أخذ الفقيه أبو الليث . (۸۲/۳) ، الفصل الثالث فيما يمنع الرد بالعيب وما لا يمنع الخ . البحر الرائق : ۸۸/۶ ، باب خيار العيب ، تبين الحقائق : ۳۴۵/۴ ، باب خيار العيب ، خلاصة الفتاوى : ۱۰۷/۳ ، الجنس الثاني فيما يمنع الرد بالعيب ، الهداية : ۴۳/۳ ، باب خيار العيب (فتاوى رحيمية : ۲۱۷/۹ ، فتاوى دار العلوم ديوبند، رقم الفتوى : ۵۱۸۱۶ ، محقق و مدلل جدید مسائل : ۳۲۲/۱ ، مسئلہ نمبر : ۲۶۰ ، ایڈیشن ثانی)

کتاب الربوا

سود سے متعلق مسائل

قرض یا رہن کی رقم پر فائدہ حاصل کرنا

مسئلہ (۱۵۰): اگر کوئی شخص کسی سے کوئی مکان یا دکان بلا کرایہ استعمال کے لیے لے، اور بدلے میں مالک مکان یا دکان کو ایک بڑی رقم بطور قرض یا رہن کے دے، تو یہ معاملہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ایک بڑی رقم قرض یا رہن کے طور پر دے کر، برائے نام کرایہ دے کر کسی کے مکان یا دکان کو استعمال کرنا یہ بھی جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ قرض کی بنیاد پر بلا عوض یا برائے نام کرایہ دے کر فائدہ اٹھانا ہے، جو سراسر ناجائز اور سود ہے، حدیث شریف میں اس پر ممانعت وارد ہوئی ہے، ہاں! البتہ اگر کوئی مکان یا دکان کا ضرورت مند، مالک مکان یا دکان کو بطور ڈپازٹ کوئی رقم دے، اور اس کے مکان یا دکان کو مروجہ کرایہ پر لے کر استعمال کرے، تو شرعاً یہ جائز ہے، اور ڈپازٹ کی رقم پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی تجویز کے مطابق قرض کے احکام جاری ہوں گے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "كنز العمال" : " كل قرضٍ جرّ منفعة فهو رباً " .

(۱۹۹/۶) ، کتاب الدین والسلم ، فصل فی لواحق کتاب الدین ، الرقم : ۱۵۵۱۲ ، اراء

العلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل : ۲۳۵/۵ ، الرقم : (۱۳۹۸)

ما في "السنن الكبرى للبيهقي" : عن فضالة بن عبيد صاحب النبي ﷺ أنه قال : " كل =

=قرض جرّ منفعة فهو وجه من وجوه الربا“. موقوف .

(۵/۵۷۳، کتاب البيوع، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا، الرقم: ۱۰۹۳۳)

ما في ” الدر المختار مع الشامية“: وفي الخلاصة: القرض بالشرط حرام، والشرط لغو... وفي الأشباه: كل قرض جرّ نفعاً حرام .

(۷/۳۹۴، ۳۹۵، باب المرابحة والتولية، مطلب كل قرض جرّ نفعاً حرام)

ما في ” الموسوعة الفقهية“: وإن شرط أن يؤجره داره بأقل من أجرتها، أو أن يستأجر داراً لمقرض بأكثر من أجرتها كان أبلغ في التحريم .

(۳۳/۱۳۴، قرض، اشتراط عقد آخر في القرض)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۳۹۶۵۳)

ما في ” رد المحتار“: وفي الخانية: رجل استقرض دراهم وأسكن المقرض في داره، قالوا: يجب أجر المثل على المقرض، لأن المستقرض انما أسكنه في داره عوضاً عن منفعة القرض لا مجاناً، وكذا لو أخذ المقرض من المستقرض حماراً ليستعمله إلى أن يرد عليه الدراهم. اهـ. وهذه كثيرة الوقوع. والله تعالى اعلم .

(۹/۸۷، كتاب الإجارة، مطلب أسكن المقرض في داره يجب أجر المثل)

وما في ” رد المحتار“: **فائدة:** قال في التاترخانية ما نصه: ولو استقرض دراهم وسلم حماره إلى المقرض ليستعمله إلى شهرين حتى يوفى دينه أو داره ليسكنها فهو بمنزلة الإجارة الفاسدة، إن استعمله فعليه أجر مثله ولا يكون رهناً. (۱۰/۸۷، كتاب الرهن، الفتاوى التاترخانية: ۱۸/۶۱۳، كتاب الرهن، الفصل الثاني عشر في المتفرقات، رقم المسألة: ۳۰۲۶۶، الكافي في الفقه الحنفي: ۳/۱۲۳۶، الإجارة، فساد الإجارة)

وکیل کا دکاندار سے کمیشن وصول کرنا

مسئلہ (۱۵۱): اگر کوئی شخص کسی کمپنی یا ادارہ کا ملازم ہے، اور اس کے ذمہ کمپنی یا ادارہ میں استعمال ہونے والی مشینیں، پارٹس اور دیگر سامان خرید کر لانا ہے، اب اگر یہ شخص کمپنی یا ادارہ کے لیے کوئی چیز خریدے، اور اس خریداری پر دکاندار اُسے بطور کمیشن کوئی رقم دے، تو اس کمیشن کا حق دار متعلقہ کمپنی یا ادارہ ہے، یہ شخص نہیں، کیوں کہ یہ شخص کمپنی یا ادارہ کی طرف سے وکیل ہے، اور وکیل کو کسی چیز کی خریداری پر ملنے والے کمیشن کا حق دار موقوف ہوتا ہے، نہ کہ وکیل، اگر وکیل یہ کمیشن خود رکھ لیتا ہے، تو یہ خیانت و دھوکہ بازی ہے، جو شرعاً ناجائز و حرام ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” درر الأحكام شرح مجلة الأحكام “ : المال الذي قبضه الوكيل والرسول من جهة الوكالة ومن جهة الرسالة أمانة في يدهما . (۲/۲۳۶ ، الكتاب السادس ؛ الأمانات ، الباب الأول في بيان بعض الأحكام العمومية المتعلقة بالأمانات ، تحت المادة : ۷۸)

ما في ” شرح المجلة “ : المال الذي قبضه الوكيل بالبيع والشراء وإيفاء الدين واستيفائه وقبض العين من جهة الوكالة في حكم الوديعة في يده . (ص / ۷۸۳ ، المادة : ۱۲۶۳ ، درر الأحكام شرح المجلة : ۳ / ۵۶۱ ، أحكام الوديعة العمومية ، المادة : ۱۲۶۳)

ما في ” مجمع الأنهر “ : (وليس للوكيل بشراء عين شراؤه لنفسه) ولا لمؤكل آخر لأنه يؤدي إلى تغيير الأمر من حيث أنه اعتمد عليه . (۳ / ۳۱۹ ، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء ، رد المحتار : ۸ / ۲۵۲ ، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء ، البحر الرائق : ۷ / ۲۶۸ ، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۵۳۲۳۲)

کمپیوٹر کی خرید و فروخت اور اس کی مرمت

مسئلہ (۱۵۲): کمپیوٹر کی خرید و فروخت اور اس کی مرمت کا کام کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے، اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی جائز ہے، البتہ جس شخص کے متعلق یقینی طور سے معلوم ہو کہ وہ اسے معاصی میں استعمال کرے گا، تو اسے فروخت کرنا اور اس کی مرمت کرنا مکروہ ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الهداية “ : ولا بأس ببيع العصير ممن يتخذ خمرًا ، لأن المعصية لا تقام بعينه بل بعد تغييره بخلاف بيع السلاح في أيام الفتنة ، لأن المعصية تقوم بعينه .

(۴/۵۶۲، کتاب الکراهية ، فصل في البيع)

ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذ خمرًا ، لأن المعصية لا تقوم بل بعد تغييره . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ممن يعلم) فيه إشارة إلى أنه لو لم يعلم لم يكره بلا خلاف . (۹/۵۶۰، الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الهندية : ۳/۱۱۶ ، البيوع ، الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز ، مطلب بيع المحرمات)

ما في ” اعلاء السنن “ : أجاز أبو حنيفة بيع العنب والعصير ممن يعلم أنه يتخذها خمرًا إذ ليس كل متسبب ملعوناً على الإطلاق ، فينبغي أن يقال : إن فيه تفصيلاً ، وهو أنه إن قصد بهذه أفعال المعصية يكون آثمًا ، وإلا لا ، فإن قلت : مباشرة البيع بعد العلم بأنه يتخطه خمرًا قصد للمعصية ، قلت : كلا ! لأن قصد المعصية هو أن يبيعه منه ليتخذ خمرًا ، لا البيع ممن يعلم أنه يتخذ خمرًا بدون قصد أن يتخذ خمرًا فلا اشكال . (۱۷/۳۷۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب بيع العصير والعنب ممن يعلم أنه يتخذ خمرًا ، الرقم : ۵۷۴۱) (فتاوى نورية، تم الفتوى: ۱۶۸۳)

ما في ” رد المحتار “ : لا يكره بيع الجارية المغنبة والكيش الطلوح والديك المقاتل والحمامة الطيارة ، لأنه ليس عينها منكرًا ، وإنما المنك في استعمالها المحظور . (۶/۴۲۰ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في كراهة بيع ما تقوم المعصية بعينه ، بيروت ، النهر الفائق : ۳/۲۶۸ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، دار الإيمان سهارنپور ، البحر الرائق : ۵/۲۴۰ ، كتاب السير ، باب البغاة)

رہنمائی پر کمیشن لینا

مسئلہ (۱۵۳): اگر کوئی شخص کسی سرکاری ہسپتال کی لیب میں کام کرتا ہے، جہاں پر مختلف امراض کی تشخیص کے ٹیسٹ کیے جاتے ہیں، مگر کچھ ٹیسٹ ایسے ہوتے ہیں، جو سرکاری ہسپتال کی لیب میں نہیں ہوتے، بلکہ باہر کی پرائیویٹ لیب میں ہوتے ہیں، تو اگر کسی شخص کو ان ٹیسٹ کی ضرورت ہو جو باہر کی لیب میں ہوتے ہیں، اور وہ یہ ٹیسٹ سرکاری لیب میں کام کرنے والے شخص کی معرفت ایسے لیب میں کراتا ہے جہاں اسے کمیشن ملتا ہے، تو اگر وہ سرکاری شخص ڈیوٹی کے اوقات کے علاوہ میں جا کر یہ کام انجام دیتا ہے، تو اس کے لیے یہ کمیشن لینا شرعاً جائز ہے^(۱)، اور اگر صرف رہنمائی کرتا ہے، خود کوئی عمل نہیں کرتا، تو پھر اس کے لیے یہ کمیشن لینا جائز نہیں ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال : أرجو أنه لا بأس به ، وإن كان في الأصل فاسدا لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز فجزوه لحاجة الناس إليه . (۵/۹) ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب في أجرة الدلال

ما في ”خلاصة الفتاوى“ : وفي الأصل أجرة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك وما لا تقدير فيه للوقت ولا مقدار لما يستحق بالعقد ، لكن للناس فيه حاجة جاز ، وإن كان في الأصل فاسدا . (۱۱۶/۳) ، كتاب الإجازات ، الفصل الثاني في صحة الإجارة وفسادها ، جنس آخر في المتفرقات الخ (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۲۲۲۲)

(۲) ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : وفي البزازية والوالجية : رجل ضلّ له شيء فقال : من دّنتي على كذا فله كذا فهو على وجهين : إن قال ذلك على سبيل العموم بأن قال : من =

چیک جاری کرنے والے سے جرمانہ لینا

مسئلہ (۱۵۴): آج کل لین دین، خرید و فروخت میں چیک کا رواج بڑھ چکا ہے، مثلاً کوئی شخص کسی سے کوئی چیز خریدتا ہے، تو اُسے قیمت میں نقد روپیہ دینے کی بجائے چیک دیتا ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بینک وہ چیک واپس کر دیتا ہے، جس کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے، مثلاً چیک جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ میں رقم نہیں تھی، یا دستخط میں غلطی تھی وغیرہ، ایسی صورت میں وہ شخص جس کو چیک جاری کیا گیا تھا، اُس چیک جاری کرنے والے کے پاس آتا ہے، اور اُس سے کہتا ہے کہ آپ نے جو چیک مثلاً دس ہزار روپے کا جاری کیا تھا، وہ کیش ہوئے بغیر واپس ہو گیا، اس لیے اب آپ مجھے دس ہزار دو سو نقد دے دو، یعنی اصل قرض پر بطور جرمانہ دو سو زائد دے دو، تو یہ زائد دو سو روپے بطور جرمانہ چیک جاری کرنے والے سے لینا شرعاً جائز نہیں ہے^(۱)، بلکہ باطل و حرام طریقے سے دوسرے کے مال کو کھانا ہے، کیوں کہ حرام مال صرف سود ہی میں منحصر نہیں، بلکہ جوا، سود، چوری، ناپ تول میں کمی اور بغیر رضامندی کے کسی کا مال لینا وغیرہ،

= دَلَّيْ، فَإِلْجَارَةٌ بَاطِلَةٌ، لِأَنَّ الدَّلَالَهَ وَالْإِشَارَةَ لَيْسَتْ بِعَمَلٍ يَسْتَحِقُّ بِهِ الْأَجْرَ، وَإِنْ قَالَ عَلِيٌّ سَبِيلَ الْخُصُوصِ بِأَنْ قَالَ لِرَجُلٍ بَعِيْنُهُ: إِنْ دَلَلْتَنِي عَلَى كَذَا فَلِكُ كَذَا، إِنْ مَشِيَ لَهُ فَدَلَّهُ فَلَهُ أَجْرُ الْمَثَلِ لِلْمَشْيِ لِأَجَلِهِ..... وَإِنْ دَلَّهُ بِغَيْرِ مَشْيٍ فَهُوَ وَالْأَوَّلُ سَوَاءٌ. (۹/۱۳۰، ۱۳۱، كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب ضل له شيء فقال من دَلَّيْ عَلَيْهِ فَلَهُ كَذَا) مافي "قواعد الفقه": استحقاق الأجرة بعمل لا بمجرد قول. (ص/۵۷، القاعدة: ۲۵) =

یہ سب حرام کی قسمیں ہیں، اس لیے گرچہ اس دوسورہ پچے کو جرمانہ کا نام دیا جا رہا ہے، لیکن یہ بھی شرعاً سود ہی کی طرح حرام ہے^(۲)، اسی طرح چیک جاری کرنے والا اگر جان بوجھ کر اس طرح کا واپس ہونے والا چیک جاری کرتا ہے، مثلاً اس کو معلوم ہے کہ اس کے اکاؤنٹ میں رقم نہیں ہے، پھر بھی وہ قرض خواہ کو مطمئن کرنے کے لیے فوری کیش ہونے والا چیک جاری کرتا ہے، تو اس کا یہ عمل بھی غیر شرعی ہے، کہ اس میں جھوٹ، دھوکہ اور تکلیف کے ممنوع عناصر موجود ہیں، لہذا اس سے بچنا واجب ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في "فيض القدير" : "كل قرض جرّ منفعة فهو ربا" . (۲۸/۵ ، الرقم : ۶۳۳۶)
- ما في "بدائع الصنائع" : وأما الذي يرجع إلى نفس القرض فهو أن لا يكون فيه جرّ منفعة ، فإن كان لم يجز . (۵۱۸/۶ ، كتاب القرض وركنه ، شرائط القرض)
- (۲) ما في "روح المعاني" : والربا في الأصل الزيادة من قولهم : ربا الشيء يربو إذا زاد ، وفي الشرع عبارة عن فضل مال لا يقابله عوض في معاوضة مال بمال .
- (۳) سورة البقرة : الآية/۲۷۴ ، رد المحتار : ۳۹۹/۷ ، كتاب البيوع ، باب الربا
- ما في "رد المحتار" : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي .
- (۷/۷۷ ، كتاب الحدود ، مطلب في التعزير بأخذ المال)
- (۳) ما في "القرآن الكريم" : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾ .
- (سورة النساء : ۲۹)
- ما في "روح المعاني" : والمراد بالباطل ما يخالف الشرع كالربوا والقمار والبخس والظلم . وعن الحسن : وهو ما كان بغير استحقاق في طريق الأعواض . (سورة النساء : ۲۲/۲)
- ما في "جامع الترمذي" : عن أبي هريرة : أن رسول الله ﷺ قال : "من غشّ فليس منّا" .
- (۲۳۵/۱ ، أبواب البيوع ، باب ما جاء في كراهية الغشّ)

کتاب الاجارۃ

اجارہ سے متعلق مسائل

ضرورت مند اور غریب لوگوں کو کم اجرت دیکر کام کروانا

مسئلہ (۱۵۵): بعض لوگ سرکاری اور نجی اداروں میں ملازمین کی تنخواہوں کے معیار و اسکیل کی بابت سوال کرتے ہیں کہ ملازمین کی تنخواہوں کا معیار کیا ہونا چاہیے؟ جواباً عرض ہے کہ زمانے اور حالات کے تغیر کے ساتھ ساتھ افراد کے پیشہ، ذمہ داری، منصب اور ان کی ضروریات اور حالات کے مختلف ہونے کی بنا پر، ان کے یومیہ یا ماہانہ مشاہرہ اور وظیفہ کی مقدار میں کمی بیشی ایک لازمی امر ہے، اس لیے شریعتِ مطہرہ نے اس سلسلے میں اگرچہ کسی خاص فرد کے لیے مقدارِ تنخواہ کی کسی خاص مقدار کو متعین نہیں کیا، کہ اس سے کم و بیش دینا گناہ ہو، البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں مناصب و مراتب اور ضرورت و حاجت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی رعایا کو بیت المال سے وظیفہ دیا کرتے تھے، مثلاً: قاضی کو پانچ سو درہم (۱۸۱) تولہ، جس کی قیمت موجودہ دور کے حساب سے ۶۰۲۰/۷۷ ہوتی ہے) اور دیگر مسلمین کو ان کی ضرورت و حاجت اور پیشہ و منصب کی بنا پر کم و بیش دیا کرتے تھے، اس لیے موجودہ دور کے اربابِ حکومت، نجی و پرائیویٹ کمپنیوں اور اداروں کے مالکان و ذمہ داران کو چاہیے کہ آئے دن کے حالات کی تبدیلی، مہنگائی، ملازمین کی واقعی ضرورت، ان کے مرتبہ و منصب اور ذمہ داریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے، کم از کم اتنی تنخواہ مقرر کریں کہ ان کے یومیہ

اخراجات اور ان کی بیماری وغیرہ میں ان کو کسی غیر کی طرف نظر نہ کرنی پڑے، اور نہ وہ مالاً یطاق قرض کے بوجھ تلے دب جائیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ويعطي بقدر الحاجة والفقه والفضل ، فإن قصر كان الله عليه حسياً . زيلعي . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (ويعطي بقدر الحاجة الخ) الذي في الزيلعي هكذا : ويجب على الإمام أن يتقي الله تعالى ويصرف إلى كل مستحق قدر حاجته من غير زيادة ، فإن قصر في ذلك كان الله تعالى عليه حسياً . اهـ . وفي البحر عن القنية : كان أبو بكر رضي تعالى عنه يسوي في العطاء من بيت المال ، وكان عمر رضي الله تعالى عنه يعطيهم على قدر الحاجة والفقه والفضل ، والأخذ بهذا في زماننا أحسن ، فتعتبر الأمور الثلاثة . اهـ . أي فله أن يعطي الأوج أكثر من غير الأوج ، وكذا الأفقه والأفضل أكثر من غيرهما ، وظاهره أنه لا تراعى الحاجة في الأفقه والأفضل ، وإلا فلا فائدة في ذكرهما ، ويؤيده أن عمر رضي الله تعالى عنه كان يعطي من كان له زيادة فضيلة من علم أو نسب أو نحو ذلك أكثر من غيره ، وفي البحر أيضاً عن المحيط : والرأي إلى الإمام من تفضيل وتسوية من غير أن يميل في ذلك إلى هوى . (۲ / ۳۵۲ ، كتاب الجهاد ، باب العشر والخراج والجزية ، مطلب : تحقيق مهم في توجيه الوظائف للإبن ، بيروت)

ما في ” إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء “ : في الاستيعاب : توفي يزيد بن سفيان واستخلف أخاه معاوية على عمله فكتب إليه عمر بعهدته على ما كان يزيد يلي من عمل الشام وورقه ألف دينار في كل شهر . اهـ . (۲ / ۷۱ ، و ۳ / ۲۶۲ ، من موقع المكتبة الشاملة)

ما في ” فتح القدير لابن الهمام “ : ويرزقه من بيت المال ، ولا بأس للقاضي أن يأخذ وإن كان غنياً مُثرباً وإن احتسب فهو أفضل ، والأصل فيه قوله تعالى في مال اليتيم إذا عمل فيه الوصي ﴿ ومن كان غنياً فليستعفف ومن كان فقيراً فليأكل بالمعروف ﴾ . [النساء : ۶] وذكر عن عمر رضي الله عنه أنه كان يرزق سليمان بن ربيعة الباهلي على القضاء كل شهر خمس مائة درهم ، لأنه فرغ نفسه للعمل للمسلمين ، فكانت كفايته وعياله عليهم ، قالوا : وكان عمر رضي الله عنه يرزق شريحا كل شهر مائة درهم وورقه على خمس مائة ، وذلك لقلّة عياله =

ملازم ذمہ داری نبھانے پر تنخواہ کا حق دار

مسئلہ (۱۵۶): اسکولوں، کالجوں، مدرسوں کے معلمین و ملازمین اجیر خاص ہیں، جب وہ ملازمت کے اوقات میں حاضر رہیں، اور مفوضہ کاموں کی انجام دہی کریں، تو متعینہ اجرت و تنخواہ کے حق دار ہوں گے، لیکن اگر وہ ملازمت کے متعینہ وقت میں محض حاضر رہیں، اور اداروں کی جانب سے مفوضہ کاموں کو انجام نہ دیں، بلکہ اپنے ذاتی کاموں، فون و موبائل یا دیگر غیر مفوضہ کاموں میں مشغول و لگے رہیں، اور وقت متعینہ کو پورا کر کے گھر کا راستہ لے لیں، تو وہ متعینہ اجرت و تنخواہ کے حق دار نہیں، اور نہ یہ اجرت و تنخواہ ان کے لیے جائز و حلال ہوگی، امانت و دیانت کا تقاضا تو یہ ہے کہ وقت ملازمت میں جتنا وقت اپنے ذاتی کاموں میں لگایا اتنے وقت کی تنخواہ خود ہی وضع کرادیں، اگر ملازمین کی طرف سے ایسا نہیں کیا جاتا، اور ادارہ خود ایسا کرتا ہے، تو اس کا یہ عمل جائز و درست ہے، ملازمین کا اس امر کے خلاف چہ میگوئیاں کرنا اور چلیں بہ جہیں ہونا غیر اخلاقی و غیر شرعی امر ہے۔^(۱)

=في زمن عمر رضي الله عنه ، أو رخص السعر و كثرة عياله في زمن علي رضي الله عنه ، أو غلاء السعر ، فرزق القاضي لا يقدر بشيء ؛ لأنه ليس بأجر لأنه لا يحل على القضاء . اهـ .

(۲۳۹/۷) ، کتاب أدب القاضي ، بيروت

(فتاویٰ نوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۵۰۲۷، فتاویٰ عثمانی: ۳/۳۸۴، ۳۸۵، - و ۳/۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : الأجراء على ضربين : مشترك و خاص ، فالأول من

يعمل لا لواحد والثاني الخاص ، وهو من يعمل لواحد عملاً مؤقناً بالتخصيص =

ایئر ویز کمپنی کی طرف سے سہولت حاصل کرنا

مسئلہ (۱۵۷): آج کل ایئر ویز کمپنیاں یہ اعلان کرتی ہیں کہ جو ہمارے ہوائی جہاز میں زیادہ سفر کرے گا، اور پھر اس سفر کی ایک خاص مقدار پوری ہو جائے گی، تو ہم انہیں مفت میں ٹکٹ دیں گے، یا کچھ اور مراعات و سہولیات فراہم کریں گے، تو ان کا اس طرح مفت میں ٹکٹ دینا اور مراعات و سہولیات فراہم کرنا تبرع مشروط کے حکم میں ہوگا، لہذا ایئر ویز کمپنیوں کی طرف سے اس قسم کی مراعات و سہولیات کو حاصل کرنا جائز و درست ہے۔^(۱)

= ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل كمن استؤجر شهرا للخدمة أو لرعي الغنم وليس للخاص أن يعمل لغيره ، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل . فتاوى النوازل . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة قال في التاترخانية : وفي فتاوى الفضلي : وإذا استأجر رجلا يوماً يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة نجار استؤجر إلى الليل فعمل لآخر دواة بدرهم وهو يعلم فهو آثم ، وإن لم يعلم فلا شيء عليه وينقص من أجر النجار بقدر ما عمل في الدواة . (۸۷/۹ ، ۹۵ ، ۹۶ ، باب ضمان الأجير ، ومبحث ؛ الأجير الخاص ، البحر الرائق : ۵۲/۸ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في ” شرح المجلة “ : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان في مدة الإجارة حاضرا للعمل ولا يشترط عمله بالفعل ، لكن ليس له أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (ص / ۲۳۹ ، المادة : ۴۲۵ ، الكتاب الثاني في الإجارة ، الباب الثاني في المسائل المتعلقة بالأجرة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن البراء قال : اشترى أبو بكر من عازب رجلا بثلاثة =

ووٹ دینے کے لیے جانے پر کرایہ وصول کرنا

مسئلہ (۱۵۸): ووٹ ایک شہادت ہے، اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص پر ادائے شہادت لازم ہو جائے، تو اس کے لیے اس پر اجرت لینا حلال نہیں ہے، کیوں کہ یہ اقامتِ فرض ہے، اور اقامتِ فرض پر اجرت لینا حلال نہیں ہے^(۱)، اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ﴾^(۲).

(اور اللہ کی خاطر سیدھی سیدھی گواہی دو)، لیکن جب کسی شخص پر ادائے شہادت لازم نہ ہو، اور وہ محتاج و غریب ہو، اور ادائے شہادت کے لیے اُسے اپنا کام کاج چھوڑنا پڑتا ہو، اور مشقت برداشت کرنی پڑتی ہو، تو اس صورت میں بھی جمہور کا مذہب تو یہی ہے کہ ادائے شہادت پر اُس کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے، البتہ محض آمد و رفت کا کرایہ لے سکتا ہے^(۳)، ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ

= عشر درهما فقال أبو بكر لعازب : مر البراء فليحمل إلى رحلي فقال عازب : لا ، حتى تحدثنا كيف صنعت أنت ورسول الله ﷺ حين خرجتما من مكة والمشركون يطلبونكم قال : ارتحلنا من مكة " الخ . الحديث . (۱ / ۵۱۵ ، باب مناقق المهاجرين)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن أنس أن جارا لرسول الله ﷺ فارسيا كان طيب المرق فصنع لرسول الله ﷺ ثم جاء يدعوه فقال : وهذه لعائشة ؟ فقال : لا ، فقال رسول الله ﷺ : لا ، فعاد يدعوه ، فقال رسول الله ﷺ : وهذه ؟ قال : لا ، قال رسول الله ﷺ : لا ، ثم عاد يدعوه ، فقال رسول الله ﷺ : وهذه ؟ قال : نعم ، في الثالثة ، فقاما يتدافعان حتى أتيا منزله " . (۱۷۶ / ۲)

ما في " تكملة فتح الملهم " : قوله : فقال : وهذه لعائشة ؟ يعني إن كنت تدعوها معي فأنا أجيئك وإلا فلا . (۳۰ / ۴) ، المكتبة الأشرفية ديوبند (فتاوى دارالعلوم زكريا : ۵ / ۵۶۱) =

ولا شهيد ﴿۴﴾. (اور نہ لکھنے والوں کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے، نہ گواہ کو)، جب کہ شواہد اور حنا بلکہ اس صورت میں اپنے کام کاج چھوڑنے کی وجہ سے ہونے والے نقصان کو لینے کے جواز کے قائل ہیں ﴿۵﴾، کیوں کہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا فرض عین ہے، اور ادائے شہادت فرض کفایہ ہے، جب شاہد (گواہ) نے آمد و رفت کے کرایہ کے ساتھ اپنا ہونے والا نقصان بھی لے لیا، تو گویا اس نے دونوں اُمروں (فرض عین و فرض کفایہ) کو جمع کر لیا، اور چوں کہ اس صورت میں شہادت اُس پر لازم بھی نہیں تھی، لہذا اُس کے لیے اپنی اجرت لینا جائز ہوگا، یہ ایسا ہی ہوا، جیسے قاضی و ثائق (دستاویز) کے لکھنے پر اجرت لیتا ہے، جو جائز ہے۔ ﴿۶﴾

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في "تفسير الكشاف" : ﴿من يشفع شفعة حسنة يكن له نصيب منها﴾ . الشفاعة الحسنة ؛ هي التي روعي بها حق مسلم ، ودفع بها شر أو جلب إليه خير وابتغى بها وجه الله ولم توخذ عليها رشوة وكانت في أمر جائز لا في حد من حدود الله ولا في حق من الحقوق وعن مسروق أنه شفع شفاعة فأهدى إليه المشفوع جارية فغضب ورددها . (۵۳۲ / ۱)

ما في "بذل المجهود" : عن أبي أمامة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " من شفع لأخيه شفاعة ، فأهدى له هدية عليها فقبلها ، فقد أتى باباً عظيماً من أبواب الربا " . وفي حاشيته : " وذلك لأن الشفاعة الحسنة مندوب إليها ، وقد تكون واجبة ، فأخذ الهدية عليها يُضيع أجرها ، كما أن الربا يضيع الحلال . (۲۹۸ / ۳) ، كتاب البيوع ، باب في الهدية بقضاء الحاجة ، ط : معهد الخليل الإسلامي كراچی ، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ : (۲۵۹ / ۱۸)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إن أهدى المشفوع له هدية لمن يشفع له عند السلطان ، ونحوه من أرباب الولاية ، فإن كانت الشفاعة لطلب محظور ، أو إسقاط حق أو معونة على ظلم ، أو تقديمه في ولاية على غيره ممن هو أولى بها منه ، فقبلها حرام بالاتفاق ، وإن =

= كانت لرفع مظلمة عن المشفوع له أو إيصال حق له أو توليته ولاية يستحقها ، فإن شرط الهدية على المشفوع له فقبولها حرام أيضاً ، وإن قال المشفوع له : هذه الهدية جزاء شفاعتك فقبولها حرام كذلك ، أما إن لم يشرط الشافع ولم يذكر المهدي أنها جزاء فإن كان يهدي له قبل الشفاعة ، فقال الشافعية : لا يكره له القبول ، وإلا كره إلا أن يكافئه عليها فإن كان كافأه عليها لم يكره والشفاعة الحسنة من المصالح العامة فيحرم أخذ شيء في مقابلها ، أما الباذل فله أن يبدل في ذلك ما يتوصل به إلى حقه ، وهو المنقول عن السلف والأئمة . (۲۶ / ۱۳۴ ، ۱۳۵ ، شفاعة ، أخذ الهدية على الشفاعة)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه : لا يحل للشاهد أخذ الأجرة على أدائه الشهادة إذا تعينت عليه ، لأن إقامتها فرض ، قال تعالى : ﴿ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ﴾ . (۲۶ / ۲۳۷ ، أخذ الأجرة على الشهادة)

ما في ” امداد الفتاوى “ : ” (سوال) رسالہ ” الامداد “ میں ونیز پارسال رمضان میں میرے سامنے یہ امر قرار پایا تھا کہ اصل وکالت جائز ہے ، کہ وہ طاعت مختص بالمسلم نہیں ، اور اجرت لینا فقہانے طاعت مختص بالمسلم پر حرام لکھا ہے ، اس لیے وکالت کی اجرت حلال ہے ، اس بنا پر تو شفاعت وغیرہ پر اجرت لینا بھی حلال معلوم ہوتا ہے ، کیوں کہ وہ بھی مختص بالمسلم نہیں ، کیوں کہ وکالت جس طرح طاعت لغیرہ ہے ، اسی طرح شفاعت بھی تو طاعت لغیرہ ہے ؟..... (الجواب) : وجہ منع صرف اجرت علی الطاعة میں منحصر نہیں ، یہ بھی احد الوجوہ ہے ، دوسری وجہ منع کی اس عمل کا غیر متقوم عند الشرع ہونا ہے ، جیسا کہ فقہاء نے اجارۃ اشجار التجفیف الثیاب کو منح کہا ہے ، پس شفاعت بھی شرعاً غیر متقوم ہے ، لآنه لم ينقل تقومه وتقوم المنافع بغير القياس فما لم ينقل لا يجوز القول بتقومه ، وأيضاً فلا تعب في الشفاعة ولا يعطون الأجر عليها من حيث أنه عمل فيه مشقة بل من أنها مؤثرة بالوجهة ، والوجهة وصف غير متقوم فجعلوا أخذ الأجرة عليها رشوة وسحتا .“

(۳ / ۳۴۱ ، ۳۴۲)

ما في ” فتاوى محموديه “ : ” اگر یہ محض سفارش کا عوض لیا ہے ، تو ناجائز ہے “ - (۱۸ / ۴۵۹ ، کراچی)

ما في ” فتاوى حقانيه “ : ” (سوال) : اگر ایک شخص اپنے کسی جائز کام کے لیے کسی سے افسران بالا کے ہاں سفارش کرائے ، تاکہ وہ اس کا کام کر دیں ، تو کیا یہ سفارش کرنے والا شخص اپنے اس عمل (سفارش) پر اجرت کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں ؟..... (الجواب) : کسی کے جائز کام کی سفارش کرنا کارِ ثواب ہے ، اس کے علاوہ وہ مال =

”غیر متقوم بھی ہے، اس لیے ان دونوں وجوہ کی بنا پر اجرت کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔ لما قال العلامة أشرف علي التهانوي: (الجواب): ومنع صرف اجرت علی الطاعة میں منحصر نہیں، یہ بھی احد الوجوہ ہے، دوسری وجہ کی اس عمل کا غیر متقوم عند الشرع ہونا ہے، جیسا کہ فقہاء نے اجارۃ اشجار تجفیف الثياب کو منع کہا ہے، پس شفاعت بھی شرعاً غیر متقوم ہے۔ [امداد الفتاویٰ: ۳/۳۴۲، کتاب الاجارۃ]“

(فتاویٰ حقانیہ: ۶/۲۸۱، کتاب الاجارۃ، سفارش پر اجرت لینے کا حکم)

(۲) (سورۃ الطلاق: ۲)

(۳) ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : أما إذا لم تتعين عليه ، وكان محتاجا ، وكان أداؤها يستدعي ترك عمله وتحمل المشقة ، فذهب جمهور الفقهاء إلى عدم جواز أخذ الأجرة عليها ، لكن له أجرة الركوب إلى موضع الأداء ، قال تعالى : ﴿ولا يضار كاتب ولا شهيد﴾ .
(۲۶/۲۳۷ ، أخذ الأجرة على الشهادة)

(۴) (سورۃ القبرۃ: ۲۸۲)

(۵) ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : وذهب بعض الشافعية والحنابلة إلى الجواز ، وذلك لأن إنفاق الإنسان على عياله فرض عين ، والشهادة فرض كفاية ، فلا يُشغَل عن فرض العين بفرض الكفاية ، فإذا أخذ الرزق جمع بين الأمرين ، ولأن الشهادة وهي لم تتعين عليه ، يجوز أن يأخذ عليها أجرة كما يجوز على كتب الوثيقة . (۲۶/۲۳۷ ، أخذ الأجرة على الشهادة)

(۶) (الموسوعة الفقهية: ۲۶/۲۳۷ ، أخذ الأجرة على الشهادة)

کتاب الہبۃ

ہبہ و بخشش سے متعلق مسائل

سامانِ جہیز ہبہ ہے حق میراث نہیں

مسئلہ (۱۵۹): والدین اپنی بیٹی کی رخصتی کے وقت اُسے جو سامانِ جہیز دیتے ہیں، وہ اُن کی طرف سے اس بیٹی کو ہبہ اور عطیہ ہوتا ہے، حق میراث نہیں، کہ اب وہ والدین کی میراث کی حق دار نہیں ہوگی، کیوں کہ والدین اپنی حیات میں اپنی اولاد کو جو کچھ دیتے ہیں، وہ ہبہ اور عطیہ ہوتا ہے^(۱)، حصہ میراث نہیں۔^(۲)

ہبہ اور عطیہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ اپنی تمام اولاد میں مساوات و برابری کو اختیار کیا جائے، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ نہ دے، مگر یہ کہ کوئی اولاد والدین کی مطیع اور فرمانبردار ہو، متقی و پرہیزگار ہو، اور اس کی وجہ سے اُسے قدرے زائد دیا جائے، دوسری اولاد کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو، تو اس کی بھی گنجائش ہے۔^(۳)

عامۃً والدین ہبہ اور عطیہ میں اپنی اولاد میں برابری قائم نہیں رکھتے، مثلاً لڑکیوں کی شادی کے موقع پر اُن کو سونا چاندی اور دیگر تحائف دیتے ہیں، اور لڑکوں کو اس موقع پر یا کسی اور موقع پر اُن کے مناسب حال چیزیں ہبہ اور عطیہ میں نہیں دیتے، جس کی وجہ سے تقسیم میراث کے وقت لڑکے اور لڑکیوں میں جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں، لڑکے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ لڑکیوں کو اُن کی شادیوں کے موقع پر بہت کچھ دیا جا چکا، جب کہ ہمیں اس سے محروم رکھا گیا، اس

لیے اب لڑکیوں کا والدین کی میراث میں کوئی حق نہیں، جب کہ لڑکیاں اپنے حق میراث کا مطالبہ کرتی ہیں، اور ان کا یہ مطالبہ جائز و درست بھی ہے، کیوں کہ انہیں جو کچھ بھی دیا گیا تھا وہ ہبہ اور عطیہ تھا، حق میراث نہیں۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنی حیات میں اپنی اولاد کو جو کچھ دیں، اس میں برابری کو قائم رکھیں، تاکہ بوقت تقسیم میراث لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو ان کا حصہ دینا دشوار معلوم نہ ہو، اور ورثہ آپسی جھگڑوں سے بچ جائیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير و شرحه مع الشامية “ : وفيه عن المبتغي : جهاز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذلك في صحته بل تختص به ، وبه يفتى . (۲۲۸/۴ ، كتاب النكاح ، مطلب أنفق على الخ)

(۲) ما في ” حاشية السراجي “ : واصطلاحا : ما بقي بعد الميت من ماله صافيا عن تعلق حق الغير بعينه . (ص / ۳ ، مقدمه)

(۳) ما في ” البحر الرائق “ : يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فضل له في الدين . (۴ / ۴۹۰ ، كتاب الهبة ، فروع)

وما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو وهب رجل شيئا لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض في ذلك روي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار . (۴ / ۳۹۱ ، كتاب الهبة ، الباب السادس في الهبة للصغير)

وما في ” شرح الطيبي على مشکوة المصابيح “ : استحباب التسوية بين الأولاد في الهبة فلا يفضل بعضهم على بعض سواء كانوا ذكورا أو إناثا . (۶ / ۱۹۳ ، كتاب البيوع ، باب العطايا)

وما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وفي الخاتمة : لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب ، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار ، وإن قصده فسوى بينهم يعطى البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوى . (۸ / ۵۰۱ ، كتاب الهبة) (فتاوى محمودية : ۲۰ / ۱۴۷ ، ۱۴۸)

کتاب اللقطۃ

لقطہ (گری پڑی چیز) سے متعلق مسائل

مدرسہ میں طلبہ کی کتابوں اور کاپیوں کا استعمال

مسئلہ (۱۶۰): بہت سے طلبہ جامعہ سال کے اختتام پر اپنی ذاتی کتابیں، کاپیاں، درس گاہوں، کمروں اور مدرسہ کی مختلف جگہوں میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اکثر انہیں ان چیزوں سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی، اور یہ بات بھی یقینی ہو کہ وہ کبھی اپنی کتاب یا کاپی لینے کے لیے واپس نہیں آئیں گے، تو ایسی صورت میں اگر کسی کتاب کا مالک معلوم ہو، اور کتاب پر اس کا نام مکتوب ہو، تو اس سے رابطہ کر کے پوچھ لیا جائے، کہ کتاب یا کاپی کے ساتھ کیا کریں؟ اس لیے کہ عموماً کتاب یا کاپی پر نام لکھا ہوا ہوتا ہے، اور اگر نام مکتوب نہ ہو، اور مالک بھی معلوم نہ ہو، تو یہ کتابیں اور کاپیاں لقطے کے حکم میں ہیں^(۱)، لہذا مالک کی تحقیق کی جائے^(۲)، اگر غالب گمان یہ ہو کہ مالک نہیں ملے گا، تو کتابیں یا کاپیاں مالکین کی طرف سے فقیر طلبہ کو صدقہ کر دی جائیں^(۳)، اور اگر واجد یعنی اٹھانے والا خود مالک نصاب نہیں، تو وہ خود بھی لے سکتا ہے^(۴)، پھر اگر مالک آجائے، تو اسے اختیار ہوگا کہ اپنی چیز واپس لے لے، یا صدقے کا اجر و ثواب حاصل کرے۔^(۵)

(۱) ما في " صحيح مسلم " : وفي حديث سفيان وزيد بن أبي أنيسة وحماد بن سلمة : " فإن جاء أحد يخبرك بعددها ووعائها ووكائنها فأعطيها إياه وإلا فاستمتع بها " .

(ص/ ۹۸۴ ، الرقم : ۱۷۲۳ ، كتاب اللقطة ، باب معرفة العفاص والوكاء وحكم ضالة الغنم والإبل ، دار السلام الرياض)

(۲) ما في " الهداية " : فإن جاء صاحبها وإلا تصدق بها إيصالا للحق إلى المستحق وهو واجب بقدر الإمكان وذلك بإيصال عينها عند الظفر بصاحبها وإيصال العوض ، وهو الثواب على اعتبار إجازه التصدق بها ، وإن شاء أمسكها رجاء الظفر بصاحبها .

(۲/ ۶۱۵ ، كتاب اللقطة)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (عرف) أي نادى عليها حيث وجدها ، وفي المجموع : (إلى أن علم أن صاحبها لا يطلبها) . [در مختار] . وفي الشامية : لم يجعل للتعريف مدة اتباعا للسرخسي ، فإنه بنى الحكم على غالب الرأي ، فيعرف القليل والكثير إلى أن يغلب على رأيه أن صاحبه لا يطلبه وصححه في الهداية وفي المصنرات والجوهرية ، وعليه الفتوى . (۶/ ۴۳۶ ، كتاب اللقطة ، ملتقى الأبحر على مجمع الأنهر : ۲/ ۵۲۵ ، كتاب اللقطة) (المسائل المهمة فيما ابتلت به العلمة : ۳/ ۱۸۶ ، ۱۸۷ ، مسألة نمبر : ۱۵۹ ، ۱۶۰ ، الإيضاح الثاني)

(۴) ما في " الهداية " : وإن كان الملتقط غنيا لم يجز له أن ينتفع بها ولنا أنه مال الغير فلا يباح الانتفاع به إلا برضاه لإطلاق النصوص والإباحة للفقير ، لما رويناه أو بالإجماع فيبقى ما وراءه على الأصل وإن كان الملتقط فقيرا فلا بأس بأن ينتفع بها لما فيه من تحقيق النظر من الجانبين ، ولهذا جاز الدفع إلى فقير غيره . (۲/ ۶۱۷ ، كتاب اللقطة)

(۵) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فينتفع الرافع بها لو فقيرا ، وإلا تصدق بها على فقير ولو على أصله وفرعه وعمره فإن جاء مالكها بعد التصدق خير بين إجازة فعله ، ولو بعد هلاكها وله ثوابها أو تضمينه . [در مختار] . (۶/ ۴۳۷ - ۴۳۹ ، كتاب اللقطة)

(فتاوى دارالعلوم زكريا : ۶/ ۱۰۴)

کتاب الحظر والاباحۃ

ممنوع و مباح چیزوں سے متعلق مسائل
مکروہ تنزیہی و مکروہ تحریمی کے مابین فرق

مسئلہ (۱۶۱): جب علمائے کرام کسی چیز کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے، تو بعض لوگوں کی طرف سے یہ سوال ہوتا ہے کہ مکروہ کسے کہتے ہیں؟ جواباً عرض ہے کہ۔ مکروہ اُس کو کہتے ہیں۔ جس کا ترک کرنا یعنی چھوڑنا راجح و بہتر ہوتا ہے۔ پھر مکروہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مکروہ تنزیہی، (۲) مکروہ تحریمی۔

مکروہ تنزیہی: وہ ہے جو حلال سے قریب ہو، اس کا کرنے والا مستحق عتاب نہ ہو، اور اس کا ترک کرنے والا ادنیٰ ثواب کا مستحق ہو۔

مکروہ تحریمی: وہ ہے جو حرام سے قریب ہو، اور اس کا کرنے والا عتاب (اللہ اور اس کے رسول کے غصہ و ناراضگی) کا مستحق ہو۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” قواعد الفقه “ : المكروه : ما هو راجح الترك ، فإن كان إلى الحرام أقرب تكون كراهة تحريمية ، وإن كان إلى الحل أقرب تكون تنزيهية ، ومعنى القرب إلى الحرمة أنه يستحق فاعله العتاب ، ومعنى القرب إلى الحل أنه لا يستحق فاعله العتاب بل يستحق تاركه أدنى الثواب . (ص/ ۵۰۳، الرسالة الرابعة : التعريفات الفقهية)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : فقسم الحنفية المكروه إلى قسمين : القسم الأول : المكروه كراهة تنزيه : وهو ما كان إلى الحل أقرب ، بمعنى أنه لا يعاقب فاعله أصلاً ، لكن يثاب تاركه أدنى ثواب . القسم الثاني : المكروه كراهة تحريم : وهو إلى الحرمة أقرب ، بمعنى أنه =

ورلڈ کپ ٹورنامنٹ کرکٹ میں دلچسپی لینا

مسئلہ (۱۶۲): آج کل ہمارے جامعہ اور کالج کے طلباء اسٹوڈینٹ کے مابین صرف اور صرف ایک ہی چرچا ہے، وہ ہے کرکٹ، بلکہ جدھر دیکھو ادھر طلباء اسٹوڈینٹ کرکٹ ہی کو موضوع بحث بنائے ہوئے ہیں، (اور بعض لوگ تو شدت سے ۱۵ فروری کے منتظر ہیں)، بعض ریڈیو پر کنٹری سننے کی تیاری میں ہیں، بعض اپنے موبائل پر کرکٹ اسکور کا ایس ایم ایس جاری کرنے والے ہیں، اور بعض تو ٹی وی پر لائیو کرکٹ میچ دیکھنے کا پروگرام بنا رہے ہیں، بلکہ وہ ٹی وی پر میچ دیکھنے کو جائز بھی سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ بے شمار منکرات و مفسد اور برائیوں پر مشتمل ہے، مثلاً؛ نیم عریاں عورتوں کا اسکرین پر دکھائی دینا^(۱)، اُس میں

= يتعلق به محذور دون استحقاق العقوبة بالنار ، كحرمان الشفاعة ، لقوله عليه السلام :

”من ترك سنتي لم ينل شفاعتي“ . (۳۷۳/۳۸، مکروہ ، أقسام المکرهه)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وأما المکرهه كراهة تنزيه فإلى الحل أقرب اتفاقا (وعندهما) وهو الصحيح المختار ، ومثله البدعة والشبهة (إلى الحرام أقرب) فالمکرهه تحريما (نسبته إلى الحرام كنسبة الواجب إلى الفرض) فيثبت بما يثبت به الواجب : يعني بظني الثبوت ، ويأثم بارتكابه كما يأثم بترك الواجب ، ومثله السنة المؤكدة . (در مع التنوير) . وفي الشامية : قوله : (فإلى الحل أقرب) بمعنى أنه لا يعاقب فاعله أصلا ، لكن يتأثم تاركه أدنى ثواب . تلويح . قوله : (يأثم بارتكابه الخ) وما في الزيلعي موافق لما في التلويح حيث قال : معنى القرب إلى الحرمة أنه يتعلق به محذور دون استحقاق العقوبة بالنار .

(۲۸۷/۹) ، کتاب الحظر والإباحة ، البحر الرائق : ۳۳۰/۸ ، کتاب الکراهية)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱/۲۳۸، ۲۳۹) =

مشغولیت کی وجہ سے نماز باجماعت کا فوت یا قضا ہو جانا^(۲)، ملازمین کے فرائض و واجبات میں کوتاہی و خلل کا واقع ہونا^(۳)، مدارس، اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں طلباء اسٹوڈینٹس کی تعلیم کا متاثر ہونا^(۴)، نیز مدارس و مساجد جو پڑھنے لکھنے اور عبادت کی جگہیں ہیں، اُن میں اسی عنوان پر گفت و شنید، بحث و مباحثہ اور تذکرہ و تبصرہ کا ہونا^(۵)، کھیل کے دنوں میں سرکاری و نیم سرکاری، شخصی و نجی اداروں کا معطل ہو کر رہ جانا^(۶)، وغیرہ، یہ سب ناجائز امور ہیں۔ اور ہر ایسا کھیل کھیلنا و دیکھنا، جو انسان کو اُس پر واجب حقوق - خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد - سے غافل کر دے، یا منکرات و منہیات شرعیہ پر مشتمل ہو، یا اس کے نقصانات اس کے فوائد سے زیادہ ہوں، ناجائز و مکروہ تحریمی ہے، شریعت اسلامیہ اپنے ماننے والوں کو اس طرح کا کھیل کھیلنے و دیکھنے سے منع کرتی ہے۔ لہذا کرکٹ کھیلنا، کھانا، میدان یا ٹی وی پر دیکھنا دکھانا، اسی طرح ریڈیو پر اس کی کمٹری سننا سنانا، موبائل پر کرکٹ اسکور کا ایس ایم ایس منگوانا، اور اس پر بحث و مباحثہ کرنا، یہ سب معصیت اور گناہ کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرنا، اور زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع کرنا ہے، اور یہ دونوں چیزیں شرعاً حرام ہیں۔

خاص طور پر طلبہ مدارس کے لیے اس میں دلچسپی لینا کسی صورت میں درست نہیں، کیوں کہ وہ مستقبل میں مسلمانوں کے مقتدی اور دینی پیشوا ہوں گے، انہیں حرام تو کیا، مکروہات سے بھی بچنے کی کوشش کرنا چاہیے، اس لیے کہ رہنماؤں کے لیے

بہت سی ایسی چیزوں کا ارتکاب بھی مناسب نہیں ہوتا، جو عام لوگوں کے لیے مباح ہو^(۷)، چہ جائیکہ وہ حرام اور ناجائز کاموں میں دلچسپی لیں۔

اللہ ہمارے دینی طبقے کو اس فتنہ کرکٹ سے محفوظ رکھے! آمین

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يٰۤاٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا يُّوَارِي سَوْآتَكَمْ وَرِيْشًا﴾ .
(سورة الأعراف : ۲۶)

وقال تعالى : ﴿والله جعل لكم مما خلق ظللاً وجعل لكم من الجبال أكنناً وجعل لكم سراويل تقيكم الحر وسراويل تقيكم بأسكم﴾ . (سورة النحل : ۸۱)

ما في ” شرح النووي على هامش مسلم “ : وأما أحكام الباب ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل والمرأة إلى عورة المرأة وهذا لا خلاف فيه وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۱/۱۵۳)

(۲) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : والجماعة سنة مؤكدة للرجال ، قال الزاهدي : أرادوا بالتأكيد الوجوب . درمختار . وفي الشامية : وفي النهر عن المفيد : الجماعة واجبة وسنة لوجوبها بالسنة . (۲/۲۸۷ ، باب الإمامة)

(۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ويل للمطففين﴾ . (سورة التطفيف)
(معارف القرآن : ۶۹۳/۸ ، التفسير المظهر ص : ۱۰/۱۸۹)

(۴) ما في ” المعجم الأوسط للطبراني “ : عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ :
” طلب العلم واجب على كل مسلم “ . (۶/۲۳۱ ، بيروت)

(۵) ما في ” مشكاة المصابيح “ : عن الحسن مرسلًا قال : قال رسول الله ﷺ : ” يأتي على الناس زمان يكون حديثهم في مساجدهم في أمر دنياهم فلا تجالسوهم فليس لله فيهم حاجة “ . رواه البيهقي في شعب الإيمان . (ص ۷ ، باب المسجد ومواضع الصلاة)

ما في ” البحر الرائق “ : الكلام المباح في المسجد مكروه يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب . (۲/۴۷۷ ، الشامية : ۲/۴۳۶) =

= (۶) ما في ” الألعاب الرياضية “ : يقول ” د “ يوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له .

(ص/ ۳۲۰ ، مكتبة دار الفوائد أردن ، أحكام القرآن للتهانوي : ۳/ ۲۰۱)

(فتاوى اشاعت العلوم اكل كوا: رقم الفتوى: ۳۰، رج: ۱، المسائل المهمة فيما التلت به العامة: ۳/ ۲۲۹-۲۳۱)

(ل) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو دعي إلى دعوة ، فالواجب أن يجيبه إلى ذلك ، وإنما يجب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناك معصية ولا بدعة ، وإن لم يجبه كان عاصياً ، والامتناع أسلم في زماننا إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة ولا معصية ... من دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعباً أو غنا فلا بأس أن يقعد ويأكل ، فإن قدر على المنع يمنعهم وإن لم يقدر يصبر ، وهذا إذا لم يكن مقتدى به ، أما إذا كان ولم يقدر على منعهم ، فإنه يخرج ولا يقعد ، ولو كان ذلك على المائدة لا ينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدى به ، وهذا كله بعد الحضور ، وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر ، لأنه لا يلزم حق الدعوة بخلاف إذا هجم عليه ، لأنه قد لزمه .

(۵/ ۳۳۳ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن سفينة أبي عبد الرحمن : ” أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب رضي الله عنه ، فصنع له طعاماً ، فقالت فاطمة : لو دعونا رسول الله ﷺ فأكل معنا ، فدعوه فجاء ، فوضع يده على عضادتي الباب ، فرأى القرام قد ضرب به في ناحية البيت فرجع ، فقالت لعلي : الحقه أنظر ما رجعه ، فتيته فقلت : يا رسول الله ! ما ردك ؟ فقال : إنه ليس لي أو لنبي أن يدخل بيتاً مزوّقاً “ . (ص/ ۵۲۷ ، كتاب الأطعمة ، باب الرجل يدعي فيرى مكروهاً)

ما في ” بذل المجهود “ : قال الخطابي : فيه دليل على أن من ادعى إلى مدعاة يحضرها الملاهي والمنكر ، فإن الواجب عليه أن لا يجيب . (۱ / ۳۸۳ ، باب الرجل يدعي فيرى مكروهاً)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : وفيه تصريح بأنه لا يجب دعوة فيها منكر ، وفيه أنه لو كان منكرراً لأنكر عليها ، لكن نبه بالرجوع إلى أنه ترك الأولى ، فإنه من زينة الدنيا ، وهي موجبة لنقصان الآخرة . (۶ / ۳۳۳ ، كتاب النكاح ، باب الوليمة ، كذا في تبين الحقائق : ۷/ ۲۹ ،

كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب)

فجر کی اذان کے بعد لاؤڈ اسپیکر میں نعت خوانی

مسئلہ (۱۶۳): اس طرح نعت خوانی کرنا جس سے لوگوں کے کاموں میں خلل ہو، بیماروں، معذوروں کو تکلیف ہو، جائز نہیں، کیوں کہ فقہائے کرام نے ایسی بلند آواز سے ذکر یا تلاوت قرآن کریم کو منع کیا ہے، جس سے لوگوں کے کاموں میں خلل ہو، یا کسی کو تکلیف یا تشویش ہو۔^(۱)

بعض مسجدوں میں فجر کی اذان کے بعد، اور بعض میں فجر کی نماز کے بعد مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر اتنی بلند آواز سے نعت خوانی وغیرہ کی جاتی ہے، کہ اس سے لوگوں کے کاموں میں خلل واقع ہوتا ہے، اور وہ تشویش میں پڑ جاتے ہیں، لہذا اس طرح نعت خوانی کر کے لوگوں کے کاموں میں خلل اندازی کرنا، انہیں تکلیف دینا اور تشویش میں مبتلا کرنا، حکم شریعت کے خلاف ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔^(۲)..... اگر نعت خوانی کا مقصود لوگوں میں نماز کی ترغیب و تشویق کو پیدا کر کے، انہیں نماز کا پابند بنانا ہے، تو یہ مقصود دوسرے وقتوں میں بھی تلقین و ترغیب کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "رد المحتار" : وفي حاشية الحموي عن الإمام الشعراي : أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها ، إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصلّ أو قارئ . اهـ .

(۲) ۴۳۴/۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في رفع الصوت بالذکر =

قرآن کریم کی طرف پیر کرنا

مسئلہ (۱۶۴): قرآن کریم کلامِ الہی ہے، اُس کی تعظیم واجب ہے ^(۱)، لہذا اُس کی طرف پاؤں کرنا، یا اس کی طرف پیٹھ کرنا ^(۲)، یا قرآن کریم نیچے رکھے ہوئے ہونے کی حالت میں اس کے قریب کرسی یا چارپائی وغیرہ پر بیٹھنا، سب بے ادبی بلکہ مکروہ ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ^(۳)

= (۲) ما فی ” صحیح البخاری “ : عن عبد اللہ بن عمر عن النبی ﷺ قال : ” المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ “ . (۶/۱) ، کتاب الإیمان ، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ، صحیح مسلم : ۴۸/۱ ، کتاب الإیمان ، باب بیان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل

ما فی ” تکملة فتح الملہم “ : ذکر المسلمین ہہنا خرج منخرج الغالب ، لأن محافظة المسلم علی کف الأذى عن أخیه المسلم أشد تاکیداً . (۵۸۰/۱) ، باب بیان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل (فتاوی دارالعلوم دیوبند: رقم الفتوی: ۵۰۴۸۶)

ما فی ” رد المحتار “ : لا یجب انتباہ النائم فی أول الوقت ، ویجب إذا ضاق الوقت نقله الیبری فی الأشباه عن البدائع من کتب الوصول ، وقال : ولم نره فی کتب الفروع فاغتمه . اہ . قلت : لکن فیہ نظر لتصریحہم بأنه لا یجب الأداء علی النائم اتفاقاً فکیف یجب علیہ الانتباہ . (۱۳/۲) ، کتاب الصلاة ، قبیل مطلب فی تعبده علیہ الصلاة والسلام قبل البعثة

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” الفتاوی الہندیة “ : رجل أراد أن یقرأ القرآن فینبغی أن ینوی علی أحسن أحوالہ : ینبغی صالح ثیابہ ، ینعمم ویستقبل القبلة ، لأن تعظیم القرآن والفقہ واجب . کذا فی فتاوی قاضی خان . (۳۱۶/۵) ، کتاب الکراهیة ، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن والذکر والدعاء ورفع الصوت عند قراءة القرآن

(۲) ما فی ” حلی کبیر “ : وقالوا : یکره أن یمدّ رجلیہ فی النوم وغیرہ إلی القبلة أو =

ادھر کی بات ادھر لگا کر جھگڑا پیدا کرنا

مسئلہ (۱۶۵): بعضے افراد کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ادھر کی بات ادھر لگا کر لوگوں میں جھگڑا پیدا کرتے ہیں، حالاں کہ ادھر کی بات ادھر لگا کر جھگڑا پیدا کرنا سخت گناہ ہے، چنانچہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”پُغْل خور جنت میں داخل نہ ہوگا“^(۱)، لیکن کسی یقینی ثبوت و شواہد کے بغیر کسی کے متعلق اس طرح کی بدگمانی کرنا کہ اس نے ہی جھگڑا لگوایا ہے، یا اس نے ہی فلاں کا گھرا جڑا ہے، یہ بھی گناہ کبیرہ ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ”بلاشبہ بعض گمان (بدگمانی) گناہ ہے“^(۲)، اس لیے ان دونوں گناہوں سے بچنے کی سخت ضرورت ہے۔

=المصحف أو كتب الفقه . اھ . (ص/ ۳۸ ، ط : سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) ما فی ”حیوة المسلمین“ : ولا تقعدوا علی مکان أرفع مما علیہ القرآن .

(ص/ ۵۲ ، مؤلف ؛ حکیم الامت ، ادارہ اسلامیات لاہور ، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ: ۳/ ۵۳۱ ، ط: کراچی)

(فتاویٰ محمودیہ: ۳/ ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، کفایت المفتی: ۱/ ۱۲۶، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۶۹۹۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”صحیح البخاری“ : حدثنا أبو نعیم حدثنا سفیان عن منصور عن ابراهیم عن

ہمام قال : کنا مع حدیفة فقیل له : إن رجلا یرفع الحدیث إلی عثمان ، فقال حدیفة : سمعت

النبي ﷺ یقول : ” لا یدخل الجنة قناتٌ “ . (ص/ ۱۰۸۸ ، کتاب الأدب ، باب ما یکره من

النمیمة ، الرقم : ۶۰۵۶ ، صحیح مسلم : ۲/ ۱۸۰ ، ۱۸۱ ، الرقم : ۲۸۶ ، ۲۸۷ ، ۱۶۸/

169 ، کتاب الإیمان ، باب بیان غلظ تحریم النمیمة ، احیاء التراث العربی)

ما فی ”شرح النووي علی صحیح مسلم“ : قال العلماء : النمیمة نقل کلام الناس بعضهم

إلی بعض علی جهة الإفساد بینهم . (۲/ ۱۸۰ ، ۱۸۱ ، بیروت)

(۲) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿یا ایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظنّ ان بعض الظنّ =

حفاظت کی غرض سے خفیہ جاسوسی

مسئلہ (۱۶۶): آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، اور ان کے عیوب کی جستجو نہ کرو، کیوں کہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب کی تلاش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی تلاش کرتا ہے، اور جس کے عیب کی تلاش اللہ تعالیٰ کرے، اس کو اس کے گھر کے اندر بھی رُسا کر دیتا ہے۔“ لہذا کسی دوسرے کی راز کی باتوں اور اس کے عیوب کی تلاش و جستجو سخت گناہ ہے، اور کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ کسی کی ٹوہ میں لگے، نہ ابتداءً نہ انتقاماً، البتہ اگر کسی سے مضرت و نقصان پہنچنے کا احتمال ہو، اور اپنی یا دوسرے کسی مسلمان کی حفاظت کی غرض سے اس کی خفیہ تدبیروں یا ارادوں کا تجسس کیا جائے، تو شرعاً اس کی اجازت ہے۔^(۱)

= اثم ولا تجسسوا ﴿﴾ . (سورة الحجرات : ۱۲)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وحدثنا عبد الباقي بن قانع قال : حدثنا معاذ بن المثنى قال : حدثنا عبد الرحمن قال : حدثنا وهيب قال : حدثنا ابن طائوس عن أبيه عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” إياكم والظن ، فإن الظن أكذب الحديث “ . فهذا من الظن المحظور وهو ظنه بالمسلم سوءاً من غير سبب يوجب . (۵۳۹/۳ ، الحجرات)

ما في ” صحيح البخاري “ : حدثنا عبد الله بن يوسف أخبرنا مالك عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة رضي الله عنه : أن رسول الله ﷺ قال : ” إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث “ الخ . (ص / ۱۰۸۹ ، كتاب الأدب ، باب يابها الذين امنوا اجتنبوا الخ ، الرقم : ۶۰۶۶ ، بيروت) (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۶۳۳۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ يابها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضاً ﴾ . (سورة الحجرات : ۱۲) =

=ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : قوله تعالى : (ولا تجسسوا) وذلك أنه قد يقع له خاطر التهمة ابتداء ويريد أن يتجسس خبر ذلك ويبحث عنه ويتبصر ويستمع لتحقيق ما وقع له من تلك التهمة ، فنهى النبي ﷺ عن ذلك ومعنى الآية : خذوا ما ظهر ولا تتبعوا عورات المسلمين ، أي لا يبحث أحدكم عن عيب أخيه حتى يطلع عليه بعد أن ستره الله . (۱۶ / ۳۳۱ - ۳۳۳)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي برزة الأسلمي قال : قال رسول الله ﷺ : ” يا معشر من آمن بلسانه ولم يدخل الإيمان قلبه لا تغتابوا المسلمين ولا تتبعوا عوراتهم فإنه من اتبع عوراتهم يتبع الله عورته ، ومن يتبع عورته يفضحه في بيته “ .

(ص / ۶۶۹ ، كتاب الأدب ، باب في الغيبة)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن نافع عن ابن عمر قال : صعد رسول الله ﷺ المنبر فنأدى بصوت رفيع قال : ” يا معشر من أسلم بلسانه ولم يفض الإيمان إلى قلبه لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تتبعوا عوراتهم فإنه من تتبع عورة أخيه المسلم يتبع الله عورته ، ومن يتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف رحله ، قال : ونظر ابن عمر يوما إلى البيت أو إلى الكعبة فقال : ما أعظمك وأعظم حرمتك والمؤمن أعظم حرمة عند الله منك “ . هذا حديث حسن غريب . (۲ / ۲۳) ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في تعظيم المؤمن ، مشكوة المصابيح : ص / ۲۲۹ ، كتاب الآداب ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات ، الفصل الثاني ، اتحاف السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين ۶ / ۲۶۹ ، كتاب آداب الأخوة والصحة ، الباب الثالث في حق المسلم والرحم والجوار الخ ، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي : ۱۶ / ۳۳۳ ، الحجرات : (۱۲)

(معارف القرآن مفتي شفيح رحمه الله : ۸ / ۱۲۱ ، فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۳۰۷۳۲)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : ” إياكم والظنّ ، فإن الظنّ أكذب الحديث ، ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تباعضوا وكونوا عباد الله اخوانا “ . (۲ / ۸۹۶) ، كتاب الأدب ، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابير

بے جا غصہ اور بد خُلقی سے پرہیز کیا جائے

مسئلہ (۱۶۷): سختی کے مقابلے میں نرمی، تنگی کے مقابلے میں وسعت، شدت کے مقابلے میں سہولت، بد خُلقی و تند رُوئی کے مقابلے میں خوش رُوئی، گزشتگی کے مقابلے میں نرم گفتاری پسندیدہ اوصاف ہیں، لیکن بوقتِ ضرورت و حسبِ موقع ان کے مقابلات کا اختیار کرنا بھی جائز ہے، بلکہ کبھی ضروری ہو جاتا ہے، پس آدمی کو چاہیے کہ حسبِ موقع کام کرے، بے جا غصہ اور بد خُلقی سے پرہیز کرے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح مسلم “ : عن عائشة زوج النبي ﷺ ان رسول الله ﷺ قال : ” يا عائشة ! إن الله رفيق يحب الرفق ، ويعطي على الرفق ما لا يعطي على العُنف ، وما لا يعطي على ما سواه “ . (۳۲۲/۲ ، كتاب البر والصلة ، باب فضل الرفق ، الرقم : ۲۵۹۳)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي ﷺ قالت : دخل رهط من اليهود على رسول الله ﷺ فقالوا : السام عليكم ، قالت عائشة : ففهمتها فقلت : وعليكم السام واللعنة ، قالت : فقال رسول الله ﷺ : ” مهلا يا عائشة ! إن الله يحب الرفق في الأمر كله “ . الحديث . (۸۹۰/۲ ، كتاب الأدب ، باب الرفق في الأمر كله ، الرقم : ۸۰۲۴)

ما في ” المنهاج شرح صحيح مسلم “ : قوله ﷺ : ” يا عائشة ! إن الله يحب الرفق في الأمر كله “ هذا من عظيم خلقه ﷺ وكمال حلمه ، وفيه حث على الرفق والصبر والحلم وملاطفة الناس ما لم تدع حاجة إلى المخاشنة .

(۲۶۷/۷) ، كتاب السلام ، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام الخ ، الرقم : ۲۱۶۵)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن أنس عن النبي ﷺ قال : ” يَسْرُوا ولا تَعْسَرُوا ، وبَشَرُوا ولا تَتَفَرَّوا “ . (۱۶/۱) ، كتاب العلم ، باب ما كان النبي ﷺ يتخولهم بالموعظة الخ ، الرقم : ۶۹ ، صحيح مسلم : ۸۳/۲ ، كتاب الجهاد والسير ، باب جواز الاغارة على الكفار الذين بلغتهم دعوة الإسلام الخ ، الرقم : ۱۷۳۳) =

ما في "جامع الترمذي" : عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا أخبركم بمن يحرم على النار ، أو بمن تحرم عليه النار ؟ على كل قريب هين سهل " .

(ص/ ۷۵/۲ ، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع ، الرقم : ۲۴۸۸)

ما في "سنن أبي داود" : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : " الراحمون يرحمهم الرحمن ، ارحموا أهل الأرض ، يرحمكم من في السماء " .

(ص/ ۶۷۵ ، كتاب الأدب ، باب في الرحمة ، الرقم : ۴۹۴۱)

ما في "صحيح البخاري" : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : " ليس الشديد بالصرعة ، إنما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب " .

(ص/ ۹۰۳/۲ ، كتاب الأدب ، باب الحذر من الغضب ، الرقم : ۶۱۱۴)

وفيه أيضاً : عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رجلاً قال للنبي ﷺ : أوصني ، قال : " لا تغضب " فردّ مراراً ، قال : " لا تغضب " .

(ص/ ۹۰۳/۲ ، كتاب الأدب ، باب الحذر من الغضب ، الرقم : ۶۱۱۶)

ما في "سنن أبي داود" : عن حارثة بن وهب قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يدخل الجنة الجوّاذ والجعظريّ " . (ص/ ۶۶۱ ، كتاب الأدب ، باب في حسن الخلق ، الرقم : ۴۸۰۱)

ما في "جامع الترمذي" : عن أبي الدرداء رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال : " ما من شيء أثقل في ميزان المؤمن يوم القيامة من حسن الخلق ، وإن الله يبغض الفاحش البذيّ " .

(ص/ ۲۰/۲ ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في حسن الخلق ، الرقم : ۲۰۰۲)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۰۲۶۸)

سلام کا جواب نہ دینے والے سے قطع تعلق

مسئلہ (۱۶۸): ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کے سلام کا جواب دینا دین اسلام کا حق ہے^(۱)، اگر کوئی شخص سلام کا جواب نہ دے، تو بھی اس سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہیے، جواب نہ دینے کا ذمہ دار وہ شخص خود ہوگا^(۲)، اپنی طرف سے اس کے ساتھ خوش اخلاقی ہی کا معاملہ کرنا چاہیے، کیوں حدیث شریف میں رشتہ ناطہ توڑنے والوں سے تعلق اُستوار رکھنے (جوڑنے) کی بہت تاکید آئی ہے^(۳)، البتہ اگر قطع تعلق کی بنیاد بے دینی ہو، اور ترک تعلق سے اصلاح کی امید ہو، تو بغرض اصلاح قطع تعلق کرنا بھی جائز ہے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مشكوة المصابيح“ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” للمؤمن على المؤمن ست خصال : يعودہ إذا مرض ، ويشهده إذا مات ، ويجيبه إذا دعاه ، ويسلم عليه إذا لقيه . الحديث . (ص/ ۳۹۷ ، كتاب الآداب ، باب السلام ، الفصل الأول ، الرقم : ۲۶۳۰) ما في ”صحيح البخاري“ : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ” حق المسلم على المسلم خمس : رد السلام وعبادة المريض ، واتباع الجنائز وإجابة الدعوة وتشميت العاطس .“ (۱/ ۲۶۱ ، كتاب الجنائز ، باب الأمر باتباع الجنائز ، الرقم : ۱۲۳۹)

(۲) ما في ”سنن أبي داود“ : عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ قال : ” لا يكون لمسلم أن يهجر مسلماً فوق ثلاثة أيام ، فإذا لقيه مسلم عليه ثلاث مرار كل ذلك لا يرد عليه فقد باء يائمه .“ (ص/ ۶۷۳ ، كتاب الآداب ، باب في هجرة الرجل أخاه ، الرقم : ۴۹۱۳) ما في ”شرح الطيبي“ : إذا سلم عليه ثلاث مرات غير مردود فيها جواب فقد باء أي رجع يائمه ، والضمير في يائمه يحتمل أن يكون للبائي فيكون المعنى أن المسلم خرج من =

کسٹم و انکم ٹیکس آفیسروں سے چھپا کر سونا چاندی لانا

مسئلہ (۱۶۹): سعودی عرب وغیرہ میں سونا سستا ملتا ہے، اس لیے بعض لوگ وہاں سے سونا خرید کر کسٹم اور انکم ٹیکس آفیسروں کو بتائے بغیر یہاں لا کر اُسے مہنگے داموں میں فروخت کرتے ہیں، حالانکہ کسٹم اور انکم ٹیکس آفیسروں سے چھپا کر سونا چاندی دوسرے ملک سے لانا ملکی قانون کے مطابق جرم ہے، پکڑے جانے پر سخت سزا اور بے عزتی ہوتی ہے، لہذا شرعاً کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے کاروبار میں ایسا کوئی طریقہ اختیار کرے، جس میں اُس کی عزت و آبرو کو خطرہ لاحق ہو، اس لیے اس طریقے پر کاروبار کرنے سے بچنا لازم ہے۔^(۱)

=الہجرة ونفی من الوزر ، وبقي الإثم على الذي لم يرد السلام . (۲۴۷/۹ ، ۲۴۸ ، کتاب الآداب ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع الخ ، تحت الرقم : ۵۰۳۳)
 (۳) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال : ” من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه ، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه “ .
 الحديث . (۹۰۶/۲ ، کتاب الآداب ، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه ، الرقم : ۶۱۳۸)
 ما في ” كنز العمال “ : صل من قطعك وأحسن إلى من أساء إليك وقل الحق ولو على نفسك . (ابن النجار عن علي) .

(۲۹۲۶) (۱۴۵/۳) ، کتاب الأخلاق ، صلة الرحم والترغيب فيها الخ ، الرقم : ۲۹۲۶
 (۴) ما في ” مرقاة المفاتيح “ : قال الخطابي : رخص لمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته ، ولا يجوز فوقها إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى فيجوز فوق ذلك .
 (۲۳۰/۹ ، کتاب الآداب ، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع الخ ، تحت الرقم : ۵۰۲۷) (فتاوى دارالعلوم دیوبند ، رقم الفتوى : ۵۵۱۳۱)

طلبہ کے لیے اخبار بنی زہر قاتل سے کم نہیں

مسئلہ (۱۷۰): اخبار پڑھنا اگرچہ جائز ہے، مگر چوں کہ آج کل کے اخبار-اہم، سچی اور حقیقت پر مبنی خبروں سے کہیں زیادہ، فحش و عریاں تصویروں اور عقائد اہل سنت و الجماعت سے متصادم افکار و نظریات پر مشتمل مضامین و کالمس پر مشتمل ہوتے ہیں، بایں ہمہ اس کے پڑھنے میں طلبہ کا، وقت کا ضیاع، اور موجب تشویش ہوتا ہے، جو ذہنی و قلبی یک سوئی کو ختم کر دیتا ہے، اس لیے طلبہ کے لیے اخبار پڑھنا زہر قاتل سے کم نہیں، لہذا طلبہ کو اس سے بچنا چاہیے، اور اپنے مقصود اصلی؛ تعلیم و تعمیل پر پوری توجہ دینی چاہیے۔^(۱)

اللہ پاک عمل کی توفیق عطا فرمائے! آمین!

(۱) ما فی "جامع الترمذی" : عن حدیفة قال : قال رسول اللہ ﷺ : " لا ینبغی للمؤمن أن یدلّ نفسه " . قالوا : وکیف یدلّ نفسه ؟ قال : " یتعرّض من البلاء لما لا یطیق " .

(۲/ ۵۱) ، أبواب الفتن ، الرقم : ۲۲۵۳ ، سنن ابن ماجہ : ص/ ۲۹۰ ، کتاب الفتن ، باب قوله تعالى : یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم ، الرقم : ۴۰۱۶

ما فی "شروح سنن ابن ماجہ" : قال السندي : قوله : (یتعرض من البلاء) إما بالدعاء علی نفسه بها ، أو بأن یأتی بأسبابها العادية . (۲/ ۱۳۶۶) ، تحت الرقم : ۴۰۶۶

ما فی "الموافقات للشاطبی" : و مجموع الضروریات خمسة : وهي حفظ الدین والنفس والنسل والمال والعقل ، وقد قالوا : إنها مراعاة فی کل ملة . (۲/ ۳۲۶) ، دار المعرفة بیروت ، المقاصد قسمان ؛ مقاصد الشارع و مقاصد المكلف ، القسم الأول مقاصد الشارع ، النوع الأول ، المسألة الأولى (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ، رقم الفتویٰ : ۵۴۳۷۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی "القرآن الکریم" : ﴿أفحسبتم أنما خلقنکم عبثاً وأنکم إلینا لا ترجعون﴾ . =

گندگی ایک سماجی لعنت اور پاکیزگی آدھا ایمان ہے

مسئلہ (۱۷۱): گندگی اور عدم صفائی جہاں ایک سماجی لعنت ہے، وہیں انسانی و ماحولیاتی صحت پر بھی اس کے بڑے بڑے اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مذہبِ اسلام نے آج سے چودہ سو پینتیس (۱۴۳۵) سال پہلے ہی سے صفائی اور طہارت کو انتہائی اہمیت دی ہے، قرآن کریم میں ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾^(۱)۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں، او خود پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے صفائی و پاکی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

(سورة المؤمنون : ۱۱۵) =

ما في "جامع الترمذي": "نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس؛ الصحة والفراغ".

(۵۶/۲)، كتاب الزهد، الرقم: ۲۳۰۴، صحيح البخاري: ۹۴۹/۲، كتاب الرقاق

ما في "جمع الجوامع": قوله صلی اللہ علیہ وسلم: "من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه".

(۳۹۳/۶)، رقم الحديث: ۲۰۰۰۷، كنز العمال: ۳/۳۵۵، رقم الحديث: (۸۲۸۱)

ما في "جامع الترمذي": "لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما أفناه، وعن عمله فيما فعل،

وعن ماله من أين اكتسبه، وفيما أنفق، وعن جسمه فيما أبلاه". (۶۷/۲)، أبواب صفة القيامة

ما في "الألعاب الرياضية": يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه الله: والحق أن السفه

في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال..... لأن المال إذا ضاع قد

يعود، والوقت إذا ضاع لا عوض له. (ص/۳۲۰، دارالنفائس الأردن)

ما في "المقاصد الشرعية": إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً،

وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً. (ص/۴۶) (فتاوى بنوري، رقم الفتوى: ۳۸۱۸۸) =

”پاکیزگی آدھا ایمان ہے“ (۲)۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ۔ ”اپنے صحفوں اور آنگنوں کو صاف ستھرا رکھو۔“ (۳)

اسلام نے جس طرح باطن کی صفائی و پاکیزگی کو انسانیت کا اعلیٰ مقصد قرار دیا، اسی طرح ظاہر کی صفائی و ستھرائی کو بھی ایمان کا حصہ قرار دیا ہے، لہذا تمام مسلمانوں؛ بالخصوص طبقہ اہل علم و طلبہ علم کی ذمہ داری ہے کہ ہر طرح کی صفائی و طہارت کا ممکن حد تک خیال رکھیں!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : قوله تعالى : ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۲) . وقوله تعالى : ﴿وَتِيَابِكُمْ فَطَهِّرْ﴾ . (سورة المدثر : ۴) ما في ” التفسير المظهري “ : قال القاضي ثناء الله رحمه الله تعالى : قلت : والظاهر عندي أنه أمر بتطهير الثياب فالواجب بالمنطوق وعبرة النص إنما هو تطهير الثوب ؛ وبدلالة النص يجب تطهير البدن بالطريق الأولى ، فإن الله سبحانه القدوس المطهر الطاهر لما لم يرض بنجاسة الثوب فكيف يرضى بنجاسة البدن اهـ احتج الفقهاء بهذه الآية لاشتراط طهارة الثوب والمكان والبدن عن النجاسة الحقيقية للصلاة ، والصحيح عندي أنه لا دلالة على اشتراطها للصلاة بل على وجوب الطهارة الثلاث في جميع الأحوال . (۱۰/۸۹ ، ۹۰) (۲) ما في ” صحيح مسلم “ : عن مالك الأشعري قال : قال رسول الله ﷺ : ” الطهور شطر الإيمان “ . (۱/۱۱۸) ، كتاب الطهارة ، باب فضل الوضوء ، جمع الجوامع ۵/۱۳۲ ، الرقم : ۱۴۰۰۴ ، حرف الطاء)

(۳) ما في ” جامع الترمذي “ : عن صالح بن أبي حسان قال : سمعت سعيد بن المسيب يقول : ” إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة ، كريم يحب الكرم ، جواد يحب الجود ، فنظفوا “ . أراه قال : أفنيتمكم ولا تشبهوا باليهود ، قال : فذكرت ذلك لمهاجر ابن مسمار فقال : حدثني عامر بن سعد بن أبي وقاص ، عن أبيه عن النبي ﷺ مثله إلا أنه قال : =

شکریہ، تھینک یو، بہت بہت شکریہ، جیسے الفاظ کا استعمال

مسئلہ (۱۷۲): بہت سے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کا معاملہ کرتے وقت ”شکریہ“، ”تھینک یو“، ”بہت بہت شکریہ“ وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جب کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ”جس کے ساتھ بھلائی و خیر خواہی کا معاملہ کیا جائے، تو وہ سامنے والے محسن کو ”جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا“ کہے۔“ لہذا ہم مسلمانوں کو اس سنت کو زندہ کرنا چاہیے، اور غیروں کے طور و طریق سے بچنا چاہیے۔^(۱)

= ”نظفوا أفئيتكم“ . قال أبو عيسى : هذا حديث غريب ، وخالد بن إلياس يضعف ويقال : ابن إلياس . (۳ / ۵۳۷) ، كتاب الأدب ، باب ما جاء في النظافة ، بيروت ، الرقم : ۲۷۹۹ ، بيروت ، و ۲ / ۱۰۷ ، قديمي)

وما في ” الموسوعة الفقهية “ : يسنّ تحسين الأفنية والبيوت بتنظيفها وترتيبها ، عملاً بما رواه ابن عامر بن سعد عن أبيه عن النبي ﷺ : ” إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة ، كريم يحب الكرم ، جواد يحب الجود ، فظفوا أفئيتكم ولا تشبهوا باليهود “ .

(تحسين الأفنية) (۱۰ / ۲۱۷)

ما في ” المعجم الأوسط للطبراني “ : قوله ﷺ : ” إن الله جميل يحب الجمال “ .

(۳ / ۳۰۶ ، رقم الحديث : ۲۶۶۸)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : تزيين البيوت والأفنية بتنظيفها وترتيبها مطلوب شرعاً لما روي عن النبي ﷺ قال : ” إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة “ . (۲۱ / ۲۷۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أسامة بن زيد قال : قال رسول الله ﷺ : ” من صنع إليه معروف فقال لفاعله : جزاك الله خيراً ، فقد أبلغ في الثناء “ . رواه الترمذي . =

Whatsapp، Sms وغیرہ پر سلام کا جواب

مسئلہ (۱۷۳): جب کوئی شخص کسی کو خط میں سلام لکھے، اور وہ اُسے پہنچ جائے، اور وہ پڑھ کر یاسُن کر اُس پر مطلع ہو جائے، تو اس پر لفظاً (قولاً) یا مراسلے کے ذریعے جواب دینا واجب ہے، صاحبِ درمختار علامہ محمد ابن علی حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تحریری سلام کا جواب دینا ایسا ہی واجب ہے، جیسے حاضر شخص کے سلام کا جواب دینا واجب ہے۔..... آج کل خط و کتابت کا سلسلہ بہت کم ہو گیا، موبائل کی گفتگو، Sms اور Whatsapp نے اس کی جگہ لے لی ہے، جب کوئی شخص ان ذرائع سے کسی کو مخاطب بنا کر سلام کرتا ہے، تو وہ اُس کے سلام کا جواب دینا ضروری نہ سمجھ کر، اُس کے ساتھ ان الفاظ سے کلام کا آغاز کرتا ہے: ”جی! فرمائیے!- ہاں جی! کہیے!- بولو!- وغیرہ، یہ طریقہ اور انداز غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہونے کے ساتھ، کسر و خُوت بھرا معلوم ہوتا ہے، لہذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے، اور پہلے مخاطب کے سلام کا جواب دے کر، پھر اُس سے نرم انداز سے بات کرنا چاہیے۔^(۱)

= (ص/ ۲۶۱، کتاب البیوع، باب؛ الفصل الثانی، الرقم: ۳۰۲۳، جامع الترمذی: ۲/۲۳، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في الشاء بالمعروف، الرقم: ۲۰۳۵، کتاب عمل الیوم والليلة: ص/ ۱۰۰، باب ما یقول لمن صنع إليه معروفا، الرقم: ۲۷۵) ما في ”مرقاة المفاتیح“ : (جزاک اللہ خیرا) أي خیر الجزاء أو أعطاک خیرا من خیري الدنيا والآخرة (فقد أبلغ في الشاء) أي بالغ في أداء شکره. (۶/ ۹۳) الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ”القرآن الکریم“ : ﴿وَإِذَا خُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوها ان اللہ =

= كان على كل شيء حسياً . (سورة النساء : ۸۶)

ما في ” روح المعاني “ : ويجب ردّ جواب كتاب التحية كردّ السلام . (۱۳۸/۳)

ما في ” فيض القدير “ : (ردّ جواب الكتاب حق كردّ السلام) أي إذا كتب لك رجل بالسلام في كتاب ووصل إليك وعلمته بقراءة تك او بقراءة غيرك وجب عليك الرد باللفظ أو المراسلة . (۳۱/۳ ، تحت الرقم : ۳۳۳۸)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ويجب ردّ جواب كتاب التحية كردّ السلام . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (ويجب ردّ جواب كتاب التحية) لأن الكتاب من الغائب بمنزلة الخطاب من الحاضر . مجتبي . والناس عنه غافلون . ط . أقول : المتبادر من هذا أن المراد رد سلام الكتاب لا رد الكتاب . (۵۹۳/۹ ، الحظر والاباحة ، باب الاستبراء وغيره)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : السلام بواسطة الرسول أو الكتاب كالسلام مشافهة ، فقد ذكر النووي في كتابه الأذكار عن أبي سعيد المتولي وغيره : فيما إذا نادى انسان انسانا من خلف ستر أو حائط فقال : السلام عليك يا فلان ! أو كتب كتابا فيه : السلام عليك يا فلان ! أو : السلام على فلان ، أو أرسل رسولا وقال : سلم على فلان ، فبلغه الكتاب أو الرسول وجب عليه أن يرد السلام ، صرح بذلك الشافعية والحنابلة ، قال النووي : قال أصحابنا : وهذا الرد واجب على الفور ، وكذا لو بلغه سلام في ورقة من غائب وجب عليه أن يرد السلام باللفظ على الفور إذا قرأه .

(۱۶۰/۲۵ ، سلام ، السلام بواسطة الرسول أو الكتاب)

اسلام میں جنسی تعلیم کی بالکل گنجائش نہیں

مسئلہ (۱۷۴): والدین اور سرپرستوں پر بچوں اور بچیوں کو اتنی تعلیم دینا، جس سے وہ اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کرنے کے اہل ہو جائیں، ضروری ہے، اسی طرح حسبِ ضرورت عصری تعلیم بھی دی جائے، اور اس سلسلے میں شرعی حدود کی رعایت رکھی جائے۔^(۱)..... اگر حکومت کسی سطح تک کی تعلیم، بچوں اور بچیوں کے لیے لازم قرار دے، اور وہ تعلیم شرعی اصول سے متصادم نہ ہو، اور کوئی بات ایمان و اخلاقیات کے منافی نہ ہو، اور نہ ہی بے راہ روی و انحراف کا باعث ہو، تو مسلمانوں کو اس کی پابندی کرنی چاہیے۔^(۲)

آج کل بچوں کے لیے جس جنسی تعلیم کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، اسلام میں اس کی بالکل گنجائش نہیں، کیوں کہ اس کے مفاسد بہت ہیں، اور اس سے بے راہ روی پیدا ہوتی ہے^(۳)، ایسی عمر میں بچوں کو اخلاقیات کی تعلیم دی جانی چاہیے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قوله : (قوا انفسكم واهليكم) قال : ” علموا انفسكم واهليكم الخير “ . وقال الحسن : ” تعلمهم وتأمرهم وتنههم “ . قال أبو بكر : وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يستغنى عنه من الآداب .

(۲) سورة التحريم ، ۲۴۳/۳) مطلب يجب علينا تعليم أولادنا وأهلينا

ما في ” اتحاف السادة المتقين “ : وقال الحلبي : تحسين أدبه بأن ينشئه على الأخلاق الحميدة ويعلمه القرآن ولسان العرب وما لا بد منه من أحكام الدين .

(۳) (۲/۳۱۷ ، حقوق الوالدين والولد) =

ما في "رد المحتار" : وأما فرض الكفاية من العلم فهو كل علم لا يستغنى عنه في قوام أمور الدنيا كالطب والحساب والنحو واللغة والكلام والقراءات وأسانيد الحديث . الخ .
(۱/۲۶۱) ، المقدمة ، مطلب في فرض الكفاية وفرض العين ، الموسوعة الفقهية : ۶/۱۳ ،
تعليم وتعلم ، الحكم التكليفي)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض .

(۲/۴۱۶) ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أجمع العلماء على وجوب طاعة أولي الأمر من الأمراء والحكام ، وقد نقل النووي عن القاضي عياض وغيره هذا الإجماع .

(۲۸/۳۲۳ ، طاعة ، طاعة أولي الأمر)

(۳) ما في " المقاصد الشرعية " : ان الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكرهية والندب والإباحة ، أي ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا ، فالزنا محررم وممنوع ولذلك حرمت ذرائعه ووسائله .

(ص/۴۶) ، المطلب الثامن ، صلة الذرائع سدا وفتحها بمقاصد الشريعة)

(۴) ما في " شعب الإيمان للبيهقي " : قال الإمام أحمد رحمه الله : وأما التعليم والتأديب فوقيتهن أن يبلغ المولود من السن والعقل مبلغا يحتملها ، وذلك يتفرع فمنها : أن ينشئه على أخلاق صلحاء المسلمين ويصونه عن مخالطة المفسدين ، ومنها : أن يعلمه القرآن ولسان الأدب ويسمعه السنن أو قايل السلف ويعلمه من أحكام الدين ما لا غنى به عنه .

(۶/۳۹۷) ، باب في حقوق الأولاد والأهلين)

(تجويز اسلامك فقها كيدمي انثريا)

آئی ڈی کارڈ میں ولدیت دوسرے کی طرف منسوب کرنا

مسئلہ (۱۷۵): بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ میاں بیوی کے درمیان فرقت و جدائیگی واقع ہو جاتی ہے، اور عورت دوسری جگہ نکاح کر لیتی ہے، اور شوہر سابق کے بچے بھی موجودہ شوہر کی کفالت و پرورش میں رہتے ہیں، تو آئی ڈی کارڈ، اسکول سرٹیفکیٹ یا نکاح نامہ وغیرہ میں ان بچوں کی ولدیت میں موجودہ شوہر کا نام لکھوایا جاتا ہے، اور اسے مصلحت قرار دیا جاتا ہے، حالاں کہ شریعت اسلامیہ میں اس کی ممانعت آئی ہے، کہ کسی کی ولدیت حقیقی باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کی جائے^(۱)، لہذا اس سے بچنا چاہیے، اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ تمام احکام اسلام بندوں کی مصلحتوں پر ہی مبنی ہیں، ان کے خلاف کسی امر کو مصلحت قرار دینا، مصلحت نہیں، بلکہ مفسدہ (تباہی) ہے^(۲)، جس کو اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وما جعل ادعياءكم ابناءكم ذلكم قولكم بافواھكم واللہ يقول الحقّ وهو يھدي السبيل﴾ ادعوھم لآبائھم هو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اباءھم فاخوانکم في الدين ومواليکم وليس علیکم جناح فيما اخطائتم به ولكن ما تعدت قلوبکم وكان اللہ غفوراً رحیماً﴾ . (سورة الاحزاب : ۴، ۵)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : ” ادعوھم لآبائھم هو اقسط عند اللہ “ أي اعدل، فرفع اللہ حکم التنبی ومنع من إطلاق لفظه ، وأرشد بقوله إلى أن الأولى والأعدل أن ینسب الرجل إلى أبيه نسباً ، فأمر اللہ تعالیٰ بدعاء الأدياء إلى آبائھم =

=للصلب ، فمن جهل ذلك فيه ولم تشتهر أنسابهم كان مولى وأخا في الدين .

(سورة الأحزاب : ۱۱۹/۱۳ ، ۱۲۱ ، سورة الأحزاب : ۵)

ما في ” التفسير المظهرى “ : (ادعوهم لآبائهم) يعني أنسبهم إلى آبائهم الذين خلقوا من نطفهم إفراد للمقصود من أقواله الحقّة ، ... وأقسط اسم تفضيل أريد به الزيادة مطلقاً من القسط بمعنى العدل ومعناه البالغ في الصدق . (۲۹۲/۷)

ما في ” أحكام القرآن للعثماني [للتهانوي] “ : قال العبد الضعيف : إن الانتماء إلى غير أبيه قد عده الفقهاء من الكبائر كما ذكره الشيخ ابن حجر الهيتمي في الزواج ، وقد ورد فيه اللعنة والوعيد الشديد في الأحاديث الصحيحة ، فكيف يقال : إنه نهي تنزيه ، نعم ! النهي مقصور فيما كان على طريق الجاهلية من ادعاء البنوة أو الانتماء إلى أبوة ، وما لم يكن كذلك بل كان لمحض الشفقة والتحنن فليس بداخل فيه ، وهو أيضاً لا يبعد أن يكره تنزيها لدخوله في النهي صورة . والله أعلم .

(سورة الأحزاب ، يجوز قوله لغير ابنه يا بني شفقة إذا لم يكن الخ)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن عاصم قال : سمعت أبا عثمان قال : سمعت سعدا وهو أول من رمى بسهم في سبيل الله وأبا بكره وكان لسور حصن الطائف في أناس فجاء النبي ﷺ فقالوا : سمعنا النبي ﷺ يقول : ” من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم فالجنة عليه حرام “ .

(كتاب المغازي ، باب غزوة الطائف في شوال الخ)

ما في ” صحيح مسلم “ : عن سعد وأبي بكره كلاهما يقول : سمعته أذناي ووعاه قلبي محمداً - ﷺ - يقول : ” من ادعى إلى غير أبيه ، وهو يعلم أنه غير أبيه ، فالجنة عليه حرام “ . (۵۷/۱) ، كتاب الإيمان ، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم ، الرقم : ۲۲۹ ، سنن أبي داود : ص/ ۶۹۷ ، كتاب الأدب ، باب في الرجل ينتمي إلى غير مواليه ، الرقم : ۵۱۱۵ ، سنن ابن ماجه : ص/ ۱۸۷ ، أبواب الحدود ، باب من ادعى إلى غير أبيه أو تولى غير مواليه)

ما في ” الزواج عن اقتراف الكبائر “ : أخرج الشيخان من جملة حديث : ” ومن ادعى إلى غير أبيه أو انتمى إلى غير مواليه فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل الله منه =

يوم القيامة صرفا ولا عدلا“ . (۶۸۰/۳ ، كتاب النفقات على الزوجات والأقارب والمماليك ، الكبيرة الرابعة بعد الثلاث مائة : تولى الإنسان إلى غير موابيه)
 (۲) ما في ” الموافقات في أصول الشريعة للشاطبي“ : وضع الشرائع إنما هو لمصالح العباد في العاجل والآجل معا ومجموع الضروريات خمسة وهي : حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل .

(۸/۲ - ۱۱ ، كتاب المقاصد ، وفي النوع الأول في بيان قصد الشارع في وضع الشريعة)
 ما في ” حجة الله البالغة“ : وقد يظن أن الأحكام الشرعية غير متضمنة لشيء من المصالح وأنه ليس بين الأعمال وبين ما جعل الله جزاءً لها مناسبة ، وأن مثل التكليف بالشرائع كمثّل سيد أراد أن يختبر طاعة عبده ، فأمره برفع حجر أو لمس شجرة مما لا فائدة فيه غير الاختبار فلما أطاع أو عصى جوزي بعمله ، وهذا لمن فاسد تكذيبه السنة وإجماع القرون المشهود لها بالخير . (۱/۱۵ ، المقدمة ، الأحكام الشرعية تتضمن مصالح العباد)
 (فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۴۸۱۶۳)

بے دریغ و بلا ضرورت بجلی کا استعمال

مسئلہ (۱۷۶): ملک میں بجلی کی شدید قلت و بحران کے سبب اکثر و بیشتر علاقے لوڈ شیڈنگ کی زد میں ہیں، روزانہ کئی کئی گھنٹے بجلی غائب رہتی ہے، جس کی وجہ سے عام لوگوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نیز موجودہ شدید گرمی کے عالم میں بجلی جیسی اہم نعمت کا کما حقہ، میسر نہ ہونا، گرمی کی تکلیف کو دس گنا بڑھا دینے کے مترادف ہے، بلکہ بسا اوقات بجلی انسانی زندگی کے لیے موت وزیست (زندگی) کا مسئلہ بن جاتی ہے، ایک طرف بجلی کی قلت کا یہ عالم ہے، اور دوسری طرف جہاں بجلی جیسی عظیم نعمت میسر ہے، وہاں اس کے بے محابا اور بے دریغ استعمال کا حال یہ ہے کہ خالی کمروں، درس گاہوں اور آفسوں و دفاتروں میں بلب روشن - جلتے، اور پکھے چلتے نظر آتے ہیں، (حتیٰ کہ ایئر کنڈیشنروں کے دہانے بھی کھلے ہوتے ہیں)، بالخصوص جن مقامات پر بجلی کا بیل، خرچ کرنے والوں کو خود ادا نہیں کرنا پڑتا، وہاں تو بجلی کا استعمال اتنی بے دردی و بے رحمی سے ہوتا ہے کہ - الأمان! - بلکہ - ”مالِ مفت، دلِ بے رحم“ - کی مثال پوری آب و تاب کے ساتھ صادق آتی ہے۔

رزقِ خداوندی اور اس کی قیمتی نعمتوں کے بارے میں ہماری یہ لاپرواہی، اشیائے ضرورت کو ضائع کرنا، ہمارا ایک اجتماعی روگ بن چکا ہے^(۱)، جب کہ حضور پر نور ﷺ نے ہمیں پانی میں اسراف و فضول خرچی سے بھی منع فرمایا ہے،

خواہ ہم کسی بہتے دریا کے پاس کھڑے ہوں^(۲)، لیکن بات وہی ہے کہ۔ جب کسی قوم کا مزاج یہ بن جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بے دریغ، بلا ضرورت استعمال کرے، تو ایسی قوم کے لیے بہتے ہوئے دریا بھی کافی نہیں ہو سکتے۔^(۳)

اس لیے ہمیں چاہیے کہ جہاں ہماری ضرورت ایک بلب سے پوری ہوتی ہو، وہاں دو بلب نہ چلائیں، جہاں ایک پنکھا کارآمد ہو، وہاں دو پنکھے نہ چلائیں۔ جب کمرے اور درس گاہ سے نکلیں، تو بلب اور پنکھے بند کر کے نکلیں، اگر کہیں بلاوجہ روشنی، پنکھا یا بجلی کا کوئی آلہ چلتا ہوا دیکھیں، تو اسے بند کر دیں، کیا بعید ہے کہ جس بجلی کا خرچ ہم بچا رہے ہیں، وہ کسی ضرورت مند کے کام آجائے، اس سے کسی مریض کو راحت مل جائے، یا کسی غریب کے ظلمت کدے میں اُجالا ہو جائے۔

اللہ پاک ہمیں توفیق عطا فرمائے! آمین

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وكلوا واشربوا ولا تسرفوا ، إنه لا يحب المسرفين﴾ .

(سورة الأعراف : ۳۱)

ما في ” أحكام القرآن لابن العربي “ : الإسراف تعدي الحد ، فنهاهم عن تعدي الحلال إلى الحرام ، وقيل : ألا يزيدوا على قدر الحاجة . (۲ / ۸۱)

ما في ” مسند أحمد “ : عن النعمان بن بشير قال : قال النبي ﷺ على المنبر : ” من لم يشكر القليل لم يشكر الكثير ، ومن لم يشكر الناس لم يشكر الله ، التحدث بنعمة الله شكر وتركها كفر ، والجماعة رحمة والفرقة عذاب “ . [إسناده حسن]

(۲ / ۲۷۸ ، طبع الميمنية ، بحواله الموسوعة الفقهية الكويتية)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وكل منع عليه ينبغي له الشكر لمن أولاه تلك النعمة ولو =

= كانت قليلة لحديث : " من لم يشكر القليل لم يشكر الكثير " . اهـ

..... وإذا كان الله تعالى شكر المحسنين وهو غني عنهم فالعبد أولى بأن يشكر لمن أحسن إليه قال النبي ﷺ : " من أولي نعمة فليشكرها ، فإن لم يقدرها فليظهر ثناء حسناً " . قال الحلبي : وهذا يدل على أن الشكر المذكور في هذا الحديث أريد به الشكر بالفعل ولولا ذلك لم يقل : " فإن لم يقدر فليظهر ثناء حسناً " . فإذا كانت النعمة فعلاً كان الشكر إحساناً مكان إحسان ، فإن لم يتيسر قام الذكر الحسن والثناء والبشر مقامه . (۱۸۱/۲۶ ، ۱۸۲ ، شكر العباد على المعروف)

(۲) ما في " سنن ابن ماجه " : عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله ﷺ مرّ بسعد وهو يتوضأ فقال : " ما هذا السرف ؟ " فقال : أفي الوضوء إسراف ؟ قال : " نعم ، وإن كنت على نهر جار " . (ص / ۳۴ ، كتاب الطهارة ، باب ما جاء في القصد في الوضوء وكراهة التعدي فيه ، قديمي ، الرقم : ۴۲۵)

ما في " شروح سنن ابن ماجه " : قوله : (فقال أفي الوضوء إسراف) بناء على ما قيل لا خير في سرف ولا سرف في خير فظن أن لا إسراف في الطاعة والعبادة فاستفسر بقوله في الوضوء إسراف فأجابه عليه السلام بقوله نعم وإن كنت الخ ، فإن فيه إسراف الوقت وتضييع العمر أو تجاوز عن الحد الشرعي كما تقدم ويحتم أن يراد بالإسراف الإثم " مرقاة " . قال السندي : قوله : (السرف) بفتحين أي : التجاوز على الحد في الماء . (۲۳۳/۱ ، تحت الرقم : ۴۲۵)

وما في " سنن ابن ماجه " : عن ابن عمر قال : رأى رسول الله ﷺ رجلاً يتوضأ فقال : لا تُسرف ، لا تُسرف " . (ص / ۳۴)

ما في " شروح سنن ابن ماجه " : قال السندي : قوله : (لا تسرف) من الإسراف . أي لا تزدد على القدر المعروف في استعمال الماء . (۲۳۳/۱ ، تحت الرقم : ۴۲۴)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ويكره الإسراف فيه تحريمًا لو بماء النهر أو المملوك له ، أما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام .

(ص / ۸۰ ، فصل في المكروهات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والكراهة فيما إذا كان الماء مملوكاً أو مباحاً ، أما الماء الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس ، فإن الزيادة فيه على الثلاث حرام عند الجميع لكونها غير ماذون بها ، لأنه إنما يوقف ويساق لمن يتوضأ الوضوء الشرعي ، ولم يقصد اباحتها لغير ذلك . (۱۷۹/۴ ، بدائع الصنائع : ۱ / ۱۱۳)

(۳) (ذكر وفكر ج / ص ۷۸ - ۸۲)

گندگی جان کے ضیاع و ہلاکت کا سبب ہے

مسئلہ (۱۷۷): شریعتِ اسلامیہ کے مقاصدِ خمسہ میں سے ایک اہم ترین مقصد، حفاظتِ انفس؛ یعنی جانوں کی حفاظت ہے^(۱)، اپنے گھروں، کمروں اور صحنوں کو صاف ستھرا نہ رکھنا مختلف قسم کی بیماریوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے، جو جانوں کے ضیاع و ہلاکت کا سبب بنتی ہے، اسی لیے اسلام نے اپنے گھروں، راستوں اور صحنوں کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھو، اور یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو۔“^(۲)

ہمارے جامعہ کا احاطہ بہت بڑا ہے، اس کی صفائی، صرف صفائی عملہ کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ ہم میں سے ہر ایک اس کا ذمہ دار ہے، لہذا طلبہ عزیز کو چاہیے کہ اپنے کمروں، درس گاہوں اور صحنِ جامعہ اور اس کے راستوں کی صفائی و ستھرائی کا پورا خیال رکھیں، کوڑا کرکٹ اس کے لیے متعین جگہوں پر ہی ڈالیں، کیف ما اتفاق کہیں بھی نہ پھینکیں۔ کہ یہ بد تہذیبی و غیر سلیقہ مندی ہے، جو ہماری شان و شعار کے خلاف ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”الموافقات في أصول الشريعة للشاطبي“ : ومجموع الضروريات خمسة وهي : حفظ الدين ، والنفس ، والنسل ، والمال ، والعقل .

(۱/۲) ، كتاب المقاصد ، النوع الأول في بيان قصد الشارع في وضع الشريعة

(۲) ما في ”جامع الترمذي“ : عن صالح بن أبي حسان قال : سمعت سعيد بن المسيب

يقول : ”إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة ، كريم يحب الكرم ، جواد =

دیواروں پر تھوکنے اور گندگی پھیلانا بدتہذیبی کی علامت ہے

مسئلہ (۱۷۸): جامعہ نے ابھی مسابقتہ القرآن الکریم کے موقع پر اپنے احاطے کی دیواروں پر تازہ تازہ رنگ کروایا، تو کچھ صفائی سٹھرائی اور تہذیب وسیلقہ مندی کو ناپسند کرنے والے طلباء و افراد نے اس نادر موقع سے فائدہ اٹھایا، اور کچھ دنوں کے لیے بھی ان صاف شفاف دیواروں کو معاف نہیں کیا، اور ان پر پان، گٹکھا اور تمباکو، کھا کر تھوکنے شروع کر دیا، بلکہ ابھی بھی یہ سلسلہ جاری ہے، یہ حرکت شرعاً کسی بھی طرح جائز نہیں، بلکہ حرام ہے، کیوں کہ حضرات فقہائے کرام

=یحب الجود، فنظفوا - آراہ قال :- أفیتکم، ولا تشہو بالیہود“ .

(۳/۵۳۷، کتاب الأدب، باب ما جاء في النظافة، الرقم: ۲۷۹۹)

ما في ” المعجم الأوسط للطبراني “ : عن عامر بن سعد عن أبيه قال : قال رسول الله ﷺ :
”ظہروا أفیتکم، فإن الیہود لا تطہر أفیتہا“ . (۳/۱۲۲، من اسمہ علی، الرقم: ۴۰۵۷)
ما في ” منکرات البيوت “ : ومن المنکرات ترک البيوت من غير تنظیف بحيث تبدو متسخة وغير صحیة أحيانا ، وقد جاءت الشريعة الإسلامية بحفظ الأنفس ، ففي ترک البيوت بهذه الصورة متسخة من غير تنظیف مدعاة لفشو وانتشار الأمراض والأسقام التي هي سبب من أسباب هلاك وضیاع الأنفس ، لذا فقد جاءت الشريعة بالأمر بالنظافة عامة ، وبنظافة البيوت خاصة ونظفوا كل ما سهل لكم تنظیفه حتى أفية الدار، وهي متسع أمام الدار . (ص/۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، تجمع الأوساخ في البيوت وترکها من غير تنظیف، مؤلف : رائد بن صبري بن أبي علفة، ناشر : مكتبة السوادي)

ما في ” المقاصد الشرعية للخادمي “ : ان الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حکم مقاصدها، من حيث التحريم والوجوب والکراهة والندب والإباحة، أي أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا .

(ص/۴۶، المطلب الثامن : صلة المقاصد بالذرائع سدا وفتحاً)

نے یہ صراحت فرمائی ہے کہ۔ اگر کوئی آدمی اپنے مال میں بے جا و فضول تصرف کرے، تو اُس کا یہ عمل مکروہ تحریمی ہے، اور اگر وقف کے مال و جائیداد میں ایسا کرے، تو یہ حرام ہے۔^(۱)

الحمد للہ! ہم ایک دینی و عصری تعلیم گاہ کے احاطے میں قیام پذیر ہیں، تہذیب و ثقافت ہماری شناخت و علامت سمجھی جاتی ہے، مزید برآں ہم سب مسلمان ہیں، اور اسلام۔ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا نام ہے، لیکن چوں کہ تہذیب و ثقافت کو ہم نے صرف عمدہ کپڑے پہننے کی حد تک، اور دین کو صرف نماز روزے کی حد تک محدود کر کے رکھ دیا ہے، اس لیے اس طرح کے کام کرتے وقت ہمیں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ہم کس قدر بد تہذیبی و غیر سلیقہ مندی کا ثبوت دے رہے ہیں، اور کتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں، امید کہ اس طرزِ عمل کی اصلاح کر لی جائے گی، اور آئندہ اس سے باز رہنے کا پختہ عزم و ارادہ بھی، اور یہ عہد بھی کہ اگر کسی شخص کو ایسی حرکت کرتے دیکھیں گے، تو ضرور بالضرور اُسے اس حرکت سے منع کریں گے، کہ یہ ہمارا شرعی فریضہ ہے^(۲)، نیز یہ بات زندگی بھر کے لیے اپنے پلے باندھ لیں کہ اگر کسی کا کوئی فائدہ نہیں کر سکتے، تو کم از کم نقصان تو نہ کریں!!

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تُسرفوا، انّ الله لا يحب المسرفين﴾ . (الأنعام : ۱۴۱)
 . ﴿ولا تبذّر تبذیراً، انّ المبدّرین كانوا اخوان الشیطن﴾ . (سورة الإسراء : ۲۶، ۲۷)
 ما في ” أحكام القرآن للحصاص “ : روي عن عبد الله بن مسعود وابن عباس رضي الله =

==عنههم: "التبذير إنباق المال في غير حقه".

(۳/۲۵۷، مختصر تفسير ابن كثير: ۲/۳۷۴)

ما في "التفسير الكبير للرازي": والتبذير في اللغة: إفساد المال وإنفاقه في السرف.

(۴/۳۲۸)

ما في "حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح": منها (الإسراف في) صب (الماء) لقوله عليه السلام لسعد لما مر به وهو يتوضأ: "ما هذا السرف يا سعد؟" فقال: أفي الوضوء سرف؟ قال: "نعم، وإن كنت على نهر جار". (مراقي). قوله: (الإسراف العمل فوق الحاجة الشرعية، فتاوى الحجة: يكره صب الماء في الوضوء زيادة على العدد المسنون والقدر المعهود لما ورد في الخبر: "شرار أمي الذين يسرفون في صب الماء". اهـ. ويكره الإسراف فيه تحريماً لو بماء النهر أو المملوك له، أما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام. اهـ. (ص/۸۰، ۸۱، كتاب الطهارة، فصل في المكروهات، الدر المختار مع الشامية: ۱/۲۳۲، ۲۳۳، كتاب الطهارة، مطلب في إسراف الوضوء، ديوبند) ما في "الموسوعة الفقهية": والكراهة فيما إذا كان الماء مملوكاً أو مباحاً، أما الماء الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس، فإن الزيادة فيه الثلاث حرام عند الجميع، لكونها غير ماذون بها، لأنه إنما يوقف ويساق لمن يتوضأ الوضوء الشرعي ولم يقصد إباحتها لغير ذلك. (۴/۱۷۹، بدائع الصنائع: ۱/۱۱۳)

(۲) ما في "القرآن الكريم": ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف

وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون﴾. (سورة آل عمران: ۱۰۴)

ما في "أحكام القرآن للجصاص": قال الله تعالى: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ قال أبو بكر: قد حوت هذه الآية معنيين: أحدهما: وجوب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، والآخر: أنه فرض على الكفاية ليس بفرض على كل أحد في نفسه إذا قام به غيره، لقوله تعالى: ﴿ولتكن منكم أمة﴾، وحقيقته تقتضي البعض دون البعض، فدلّ على أنه فرض الكفاية، إذا قام به بعضهم سقط عن الباقيين، والذي يدل على صحة هذا القول إنه إذا قام به بعضهم سقط عن الباقيين، كالجهاد =

=وغسل الموتى وتكفينهم والصلاة عليهم ودفنهم . اهـ .

(۲/۳۷، ۳۸، باب فرض الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر)

ما في "مشكوة المصايح" : عن أبي سعيد الخدري عن رسول الله ﷺ قال : " من رأى منكم منكراً فليغيره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه ، وذلك أضعف الإيمان " . رواه مسلم . (ص/۲۲۶ ، باب الأمر بالمعروف ، الفصل الأول ، قديمي)

ما في "جامع الترمذي" : عن حذيفة بن اليمان ، عن النبي ﷺ قال : " والذي نفسي بيده ، لتأمرنّ بالمعروف ، ولتنهونّ عن المنكر ، أو ليوشكنّ الله أن يبعث عليكم عقاباً منه ثم تدعونه فلا يُستجاب لكم " . قال أبو عيسى : هذا حديث حسن . (۳/۲۶۸ ، الرقم : ۲۱۶۹ ، كتاب الفتن ، باب الأمر بالمعروف ، احياء التراث العربي بيروت ، و ۳/۲۱۰ ،

الرقم : ۲۱۶۹ ، باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ، دار الكتب العلمية)

ما في "الموسوعة الفقهية" : اتفق الأئمة على مشروعية الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ، وحكى الإمام النووي وابن حزم الإجماع على وجوبه ، وتطابقت آيات الكتاب وأحاديث الرسول ﷺ وإجماع المسلمين على أنه من النصيحة التي هي الدين ، قال الله تعالى : ﴿ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ ، وقال النبي ﷺ : " من رأى منكم منكراً فليغيره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه ، وذلك أضعف الإيمان " . قال الإمام الغزالي : الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر أصل الدين وأساس رسالة المرسلين ولو طوي بساطه وأهمل علمه وعمله لتعطلت النبوة واضمحلت الديانة وعمت الفوضى وهلك العباد ، إلا أنهم اختلفوا بعد ذلك في حكمه ، هل هو فرض عين أو فرض كفاية أو نافلة ؟ أو يأخذ حكم المأمور به والمنهي عنه ، أو يكون تابعاً لقاعدة جلب المصالح ودرء المفاسد على أربعة مذاهب : المذهب الأول : أنه فرض كفاية ، وهو مذهب جمهور أهل السنة ، وبه قال الضحاك من أئمة التابعين والطبري وأحمد بن حنبل . اهـ . (۲/۲۳۸ ، الأمر بالمعروف الخ ، الحكم التكليفي)

دیواروں پر بجایا بے جا اشتہارات

مسئلہ (۱۷۹): آج کے اس اشتہاری دور میں سڑکوں، گلی کوچوں، محلوں اور سرکاری ونجی عمارات کی دیواروں پر جا بجا کسی نہ کسی چیز کا اشتہار (ایڈورٹائز) لگا نظر آتا ہے، حتیٰ کہ مساجد جیسی مقدس جگہوں کی بیرونی دیواریں بھی جداری اشتہارات و اعلانات سے بھری ہوتی ہیں، جب کہ جس دیوار پر اشتہار و اعلان لگوایا جائے، وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگی، یا تو وہ دیوار کسی فردِ واحد کی ذاتی ملکیت ہوگی، یا حکومت و سرکار کی ملک ہوگی، اگر دیوار کسی فرد کی مملوکہ ہو، تو اُس کی اجازت کے بغیر اس پر اشتہار لگانا، جائز نہیں، کیوں کہ بلا اذن کسی کی ملکیت میں، بجا، یا بے جا تصرف کرنا شرعاً جائز و درست نہیں ہے، اسی طرح اگر وہ دیوار حکومت و سرکاری عمارت کی ہے، تو اس پر پوسٹر یا اشتہار لگانا نہایت سنگین معاملہ ہے، کیوں کہ اس صورت میں عوامی ملکیت ہونے کی وجہ سے کسی سے اجازت لینا اور قصور معاف کرانا بھی ممکن نہیں ہوتا، اور اس سے بھی بدتر صورت یہ ہے کہ لوگ مساجد کی دیواروں کو بھی پوسٹر و اشتہارات سے آلودہ کرتے ہیں، جو مساجد کی حرمت و تقدس کے خلاف ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ اشتہارات لگانے کی جو مخصوص جگہیں ہوتی ہیں، وہیں پر اشتہارات لگوائیں، اور املاکِ غیر میں بے دریغ تصرف سے اجتناب کریں! ورنہ عند اللہ مؤاخذہ ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”درر الحکام شرح مجلة الأحكام“ : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير =

دین صرف نماز روزہ کی حد تک ہی محدود نہیں

مسئلہ (۱۸۰): دین صرف نماز روزہ ہی کی حد تک محدود نہیں ہے، بلکہ دین، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا نام ہے، حقوق العباد میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ۔ عام راستے پر ایسی جگہ اپنی کسی قسم کی سواری کھڑی نہ کی جائے۔ کہ آنے جانے والوں کا راستہ بند ہو جائے، یا گزرنے والوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے، اسی طرح انتظامیہ نے جس راستے کو پیدل چلنے والوں کے لیے، اور جس راستے کو سواری پر چلنے والوں کے لیے متعین کیا ہے، اُس کا پورا خیال رکھنا لازم ہے، اس کے خلاف کرنا عوامی جگہوں کا ناجائز استعمال ہے، جو غصب کے گناہ میں داخل ہے^(۱)، اور انتظامیہ کے ایک جائز حکم کی خلاف ورزی ہے، جو ناجائز ہے۔^(۲)

= بلا إذنه . (۹۶/۱) ، المادة : ۹۶ ، شرح المجلة : ص / ۶۱ ، المادة : ۹۶ ، قواعد الفقه ص / ۱۱۰ ، القاعدة : ۷۰)

ما في ” التنوير و شرحه مع الشامية “ : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته .

(۲۳۰/۹) ، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في ” رد المحتار “ : التصرف في مال الغير حرام ، فيجب التحرز عنه .

(۳۷۳/۷) ، كتاب البيوع ، باب المراجعة والتولية)

ما في ” درر الحکام شرح مجلة الأحكام “ : هذه المادة مأخوذة من المسألة الفقهية (لا

يجوز لأحد التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته) الواردة في الدر المختار ، فعليه إذا

أراد شخص أن يبني بناء محاذيا لحائط بناء انسان فليس له أن يستعمل حائط ذلك

الشخص بدون إذنه حتى ولو أذنه صاحب الحائط فله بعدئذ حق الرجوع عن إذنه . (۹۶/۱) ،

تحت المادة : ۹۶ ، القواعد الكلية) (آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۵۱۵/۸ ، ۵۱۶ ، جدید ایڈیشن) =

= ذمہ دارانِ جامعہ نے پیدل چلنے والے طلبہ کو حادثات سے بچانے، اور سوار لوگوں کو ٹریفک کی تکالیف سے نجات دلانے کی غرض سے (۳)، باب صدیق سے لے کر۔ السلام ہسپتال تک۔ سڑک کی دونوں جانب ایک نیا راستہ بنایا ہے، اب بعض سائیکل، موٹر سائیکل اور اسکوٹر سوار لوگ بھی اسی پر اپنی آمد و رفت کر رہے ہیں، یہ سراسر بے اصولی، بدتہذیبی اور غیر شرعی حرکت ہے (۴)، اس سے باز آنا چاہیے، کہ ایک مومن مہذب و سلیقہ مند اور اصولِ شریعت کا مکلف و پابند ہوتا ہے۔

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الغصب لغة : هو أخذ الشيء ظلماً وقهراً ، والاعتصاب مثله واصطلاحاً : عرفه أبو حنيفة وأبو يوسف بأنه : إزالة يد المالك عن ماله المتقوم على سبيل المجاهرة والمغالبة بفعل في المال ، وعرفه المالكية بأنه : أخذ مال قهراً تعديلاً بلا جراحة . وعرفه الشافعية بأنه : الاستيلاء على حق الغير عدواناً ، أي بغير حق . وعرفه الحنابلة بأنه : الاستيلاء على مال الغير قهراً بغير حق . (۲۲۸/۳۱ ، غصب)

(۲) ما في " رد المحتار " : وتجب طاعة الإمام عادلاً كان أو جائراً إذا لم يخالف الشرع . (۳۱۸/۶)

ما في " البحر الرائق " : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض فكيف فيما هو طاعة .

(۲۳۶/۵ ، الدر مع الرد : ۳۱۹/۶)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالى : ﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بغير ما اكتسبوا ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۸)

ما في " تفسير القرطبي " : قال القرطبي رحمه الله تعالى : " أذية المؤمنین والمؤمنات هي أيضاً بالأفعال والأقوال القبيحة " . (۲۴۰/۱۴)

ما في " صحيح البخاري " : قوله صلى الله عليه وسلم : " المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده " .

(۶/۱ ، كتاب الإيمان ، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده) =

ما في ” الصحيح لمسلم“ : قوله صلى الله عليه وسلم : ” الإيمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة ، فأفضلها قول لا إله إلا الله ، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق ، والحياء شعبة من الإيمان “ .

(۴/۱ ، كتاب الإيمان ، باب بيان عدد شعب الإيمان وأفضلها وأدناها . الخ)

ما في ” حاشية أبي داود “ : قوله صلى الله عليه وسلم : ” إياكم والجلوس بالطرقات “ . ” ويدخل في الأذى أن يضيق الطريق على المازين “ . [رقم الحاشية : ۲]

(سنن أبي داود: ص/ ۶۶۳ ، كتاب الأدب ، باب في الجلوس بالطرقات)

ما في ” جمع الجوامع “ : عن أبي حذيفة بن أسيد أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : ” من أذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم “ . (۶/ ۳۹۶ ، حرف الميم مع النون ، الرقم : ۲۰۰۳۶)

(۲) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : أصل الظلم في اللغة : وضع الشيء في غير موضعه ، والجور ومجاوزة الحد ، والميل عن القصد . (۲۹/ ۱۶۹ ، ظلم)

وفيه أيضاً : الظلم محرم ، دل على حرمة الكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب فمنه قوله تعالى : ﴿ ان الذين كفروا وظلموا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم طريقا ﴾ . الآية

وأما السنة فمنها : حديث أبي ذر رضي الله عنه ، عن النبي صلى الله عليه وسلم فيما روي عن الله تعالى أنه قال : يا عبادي ! إنني حرمت الظلم على نفسي وجعلت بينكم محرماً فلا تظالموا “ . الحديث وأجمع الفقهاء على تحريم الظلم . (۲۹/ ۱۷۰ ، ظلم ، الحكم التكليفي)

(فتاوى دارالعلوم زكريا: ۵/ ۴۲۱، المسائل المهمة فيما اتلت به العامة: ۳/ ۱۹۱، مسئلة نمبر: ۱۶۳)

گن پتی اور دیگر مورتیوں کی تصویر والے کیلنڈر

مسئلہ (۱۸۱): بعض مسلم دکاندار ہر سال کیلنڈر چھپواتے ہیں، اور ان کیلنڈروں کو اپنے مسلم وغیر مسلم گاہکوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں، مسلم گاہکوں کو دیئے جانے والے کیلنڈر اسلامی شعائر، مثلاً: کعبۃ اللہ، مسجد نبوی، روضہ اطہر، مسجد اقصیٰ اور دیگر مساجد کی تصویر والے ہوتے ہیں، تو ان کا یہ عمل شرعاً درست ہے، البتہ غیر مسلموں کو دیئے جانے والے کیلنڈر ہندو و نہ شعائر، مثلاً: مندر، گن پتی (گنیش) ^(۱)، اور دیگر مورتیوں کی تصویر والے ہوتے ہیں، تو ان کا یہ فعل ناجائز و حرام ہے، اس لیے کہ جیسے کفر و شعائر کفر کو اپنانا، ناجائز و حرام ہے ^(۲)، ایسے ہی ان کا اشتہار بھی ناجائز و حرام ہے۔ ^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فيروز اللغات “ : گنیش : (گگ ، نیش) .. شوجی اور پاربتی کا بیٹا جسے ہندو و انائی اور مشکل کشائی کا دیوتا مانتے ہیں۔ (ص/۱۱۱۰)

(۲) ما في ” سنن أبي داود “ : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ” من تشبه بقوم فهو منهم “ . (ص/۵۵۹ ، کتاب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في ” بذل المجهود “ : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو باهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۱۲/۵۹ ، مرقاة المفاتیح : ۲۲۲/۸ ، کتاب اللباس والزینة)

ما في ” شرح الطیبي “ : قوله : ” من تشبه بقوم “ هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۲۳۲/۸ ، رقم الحدیث : ۴۳۷۴)

ما في ” فیض القدير “ : (من تشبه بقوم) أي تریا في ظاهره بزیهم وفي تعرفه بفعلهم =

وفي تخلفه بخلقهم وسار بسيرتهم وهديبهم في ملبسهم وبعض أفعالهم . اهـ
وقال بعضهم : قد يقع التشبه في أمور قلبية من الاعتقادات وإرادات وأمور خارجية ، من أقوال وأفعال قد تكون عبادات وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق وسفر وإقامة وركوب وغيرها ، وبين الظاهر والباطن ارتباط ومناسبة وقد بعث الله المصطفى ﷺ بالحكمة التي هي سنة وهي الشريعة والمنهاج الذي شرعه له فكان مما شرعه له من الأقوال والأفعال ما يبين سبيل المغضوب عليهم والضالين فأمر بمخالفتهم في الهدى الظاهر في هذا الحديث ، وإن لم يظهر فيه مفسدة لأمر - منها أن المشاركة في الهدى في الظاهر تؤثر تناسبا وتشاكلا بين المتشابهين تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال ، وهذا أمر محسوس . اهـ وقال ابن تيمية : هذا الحديث أقل أحواله أن يقتضي تحريم التشبه بأهل الكتاب وإن كان ظاهره يقتضي كفر المتشبه بهم فكما في قوله تعالى : ﴿ومن يتولهم منكم فإنه منهم﴾ وهو نظير قول ابن عمرو : من بنى بأرض المشركين وصنع نيروزهم ومهرجاناتهم وتشبه بهم حتى يموت حشر يوم القيامة معهم ، فقد حمل هذا على التشبه المطلق فإنه يوجب الكفر ويقتضي تحريم أبعاض ذلك ، وقد يحمل منهم في القدر المشترك الذي شابههم فيه فإن كان كفرا أو معصية أو شعارا لها كان حكمه كذلك . (١٠٣/٦ ، الرقم : ٨٥٩٣ ، دار المعرفة بيروت لبنان)

ما في ” اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم “ : وإذا كانت المشابهة في القليل ذريعة ووسيلة إلى بعض هذه القبائح كانت محرمة ، فكيف إذا أفضت إلى ما هو كفر بالله ؟ ان المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، أو تفضي إليهما في الجملة ، وليس في هذا المفضى مصلحة ، وما أفضى إلى ذلك كان محرما ، فالمشابهة محرمة . اهـ . (ص/ ٢١٥ ، ٢١٦ ، المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالبا ، مطابع المجد التجارية ، و : ٢٤١/١ ، باب التشبه مفهومه ومقتضاه ، دار عالم الكتب بيروت)

ما في ” صحيح البخاري “ : ” أبغض الناس إلى الله ثلاثة : ملحد في الحرم ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه “ . (١٠١٦/٢)

ما في ” فتح الباري “ : قوله : ” ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية “ . قيل : المراد من يريد =

= بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۲۶۲ / ۱۲ ، رقم الحديث : ۲۸۸۲)

(۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان ﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في ” روح المعاني “ : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه . (۸۵ / ۳)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قوله تعالى : ﴿ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان ﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۳۸۱ / ۲) (فتاوى فلاحية : ۱ / ۲۷۱)

ما في ” جمهرة القواعد الفقهية “ : ” الإعانة على المحظور محظور “ . (۶۳۳ / ۲)

ما في ” المقاصد الشريعة “ : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما .

ڈرائنگ ماسٹر (Drawing Master) بن کر آرٹ کا پیشہ

اختیار کرنا

مسئلہ (۱۸۲): بعض لوگ بہترین آرٹسٹ (فن کار/ نقاش) ہوتے ہیں، وہ ڈرائنگ ماسٹر (Drawing Master) بن کر آرٹ کا پیشہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، لیکن بعض دین کی معلومات رکھنے والے حضرات انہیں اس سے باز رہنے کا مشورہ دیتے ہیں کہ - آرٹ ڈرائنگ (Art Drawing) اسلام میں مطلقاً ناجائز ہے، اس لیے ڈرائنگ ماسٹر کا پیشہ اپنانا و اختیار کرنا بھی درست نہیں، حالاں کہ آرٹ ڈرائنگ بذاتِ خود تو ناجائز نہیں، البتہ اس کا صحیح یا غلط استعمال اس کو جائز یا ناجائز بنا دیتا ہے، اگر کوئی آرٹسٹ (Artist) اور ڈرائنگ ماسٹر جاندار چیزوں کی تصویری آرٹ کا شوق رکھتا ہے، اور بناتا ہے، تو پھر یہ ناجائز ہے^(۱)، کیوں کہ جاندار کی تصویر سازی اسلام میں حرام ہے، اور اگر ایسا آرٹ پیش کرتا ہے، جس میں اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو، مثلاً: پہاڑ، درخت، پھل پھول وغیرہ، غیر جاندار چیزوں کی تصویر سازی، تو یہ جائز ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : [عن] عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون " . (۲ / ۸۸۰) ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، صحيح مسلم : ۲ / ۲۰۱ ، اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان
 ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : يدل على المنع من تصوير شيء أي شيء كان . =

(۲۷۴/۱۲)=

ما في ” شرح النووي على هامش مسلم “: قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد وهو من أكبر الكبائر، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الحديث، وسواء صنعه بما يمتن أو بغيره، فصنعه حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها. (۱۹۹/۲، كتاب اللباس) ما في ” رد المحتار “: وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتن أو بغيره، فصنعه حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى.

(۳۶۰/۲)، كتاب الصلاة، باب مكروهات الصلاة)

ما في ” مرقاة المفاتيح “: قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر، لأنه متوعداً عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، سواء صنعه في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو غير ذلك.

(۳۲۳/۸)، كتاب اللباس، باب التصوير، الفصل الأول، البحر الرائق: ۲/۳۸، ۳۹)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “: لا تمثال إنسان أو طير. [در مختار]. وفي الشامية: قال الشامي رحمه الله تحت قوله: (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح. (۵۱۹/۹)، الحظر والإباحة، في اللبس) ما في ” الموسوعة الفقهية “: يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً، أي سواء أكان للصورة ظل أو لم يكن، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة. (۱۰۳/۱۲)

(۲) ما في ” مرقاة المفاتيح “: وأما تصوير صورة الشجر والرجل والجبل وغير ذلك، فليس بحرام. (۳۲۳/۸)، كتاب اللباس) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۶۰/۸)

ما في ” حاشية النووي على صحيح مسلم “: وأما الشجر ونحوه مما لا روح فيه فلا يحرم صنعه ولا التكسب به، سواء الشجر المثمر وغيره، وهذا مذهب العلماء كافة إلا مجاهد، فإنه جعل الشجر المثمر من المكروه، وقال القاضي: لم يقله أحد غير مجاهد.

(۱۹۹/۲)، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

ما في ” الموسوعة الفقهية “: لا بأس بتصوير الأشياء التي يصنعها البشر كصورة المنزل والسيارة والسفينة وغير ذلك اتفاقاً، لأن للإنسان أن يصنعها فكانت له أن يصورها.

(۹۷/۱۲)

رکشابندھن نامی تہوار میں شرکت

مسئلہ (۱۸۳): ہندوؤں کا ”رکشابندھن“ نامی ایک تہوار ہوتا ہے، جس میں بہن اپنے بھائی کے ہاتھ پر ”راکھی“ (ایک قسم کا دھاگہ) باندھتی ہے، راکھی باندھنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ایک تھالی ہوتی ہے، جس میں ایک ناریل، راکھی، جلتا ہوا چراغ اور ٹیکہ لگانے کے لیے سرخ رنگ کا گنکو (سفوف) ہوتا ہے، وہ عورت پہلے اپنے بھائی کو راکھی باندھتی ہے، پھر سر پر ٹیکہ لگاتی ہے، پھر ناریل ہاتھ میں دیتی ہے، اس کے بعد (راکھی بندھوانے والا) بھائی اس تھالی میں روپیہ ڈالتا ہے۔

آج کل بعض مسلمان بھی سیاسی مصلحت کے پیش نظر، ہندو مسلم اتحاد و اتفاق قائم رکھنے کے لیے، غیر مسلم عورتوں سے مذکورہ طریقے پر راکھی بندھواتے ہیں، جس سے وہ غیر مسلم عورت اور راکھی بندھوانے والا مسلمان مرد، دونوں آپس میں منہ بولے بھائی بہن بن جاتے ہیں، لہذا اگر کوئی مسلمان شخص بالا اختیار اپنی رضامندی سے مذکورہ طریقے پر راکھی بندھوائے، تو چوں کہ یہ ہندوؤں کی مذہبی پہچان اور کفریہ امور ہیں^(۱)، اور کفر یا شعائر کفر کا بہ خوشی ارتکاب کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، اور اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے، اور اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہوتا ہے^(۲)، اس لیے شخص مذکور اسلام سے خارج ہو جائے گا، اور اس پر تجدید ایمان و نکاح لازم ہوگا^(۳)، ہاں! اگر مجبوری ہو، یا جان کا خوف ہو، پھر ان امور کا ارتکاب کر لے، تو ایمان سے خارج نہیں

ہوگا^(۴)، نیز اسلام میں منہ بولے بھائی یا بہن کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں، وہ اجنبی ہیں، اور آپس میں پردہ ضروری ہے^(۵)، چہ جائیکہ کسی غیر مسلم عورت کا منہ بولا بھائی بننا یا اُسے بہن بنانا، شرع اسلامی میں اس کی بالکل اجازت نہیں ہے، لہذا اس سے پرہیز واجب و لازم ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” سنن أبي داود “ : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ” من تشبه بقوم فهو منهم “ . (ص/ ۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما في ” بدل المجهود “ : قال القاري : من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفاسق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار فهو منهم أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى . (۱۲/ ۵۹ ، مرقاة المفاتيح : ۲۲۲/۸ ، كتاب اللباس والزينة)

ما في ” شرح الطيبي “ : قوله : ” من تشبه بقوم “ هذا عام في الخلق والخلق والشعار وإذا كان الشعار أظهر في التشبه . (۲۳۲/۸ ، رقم الحديث : ۴۳۷۴)

(۲) ما في ” شرح الفقه الأكبر “ : من تقلنس بقلنسوة المجوس أي لبسها وتشبه بهم فيها أو خاط خرقة صفراء على العاتق أي وهو من شعارهم أو شد في الوسط خيطا كفر ، إذا كان مشابهاً بخيطهم أو ربطهم أو سماه زنارا ولو شد الزنار على وسطه أو وضع الغل على كتفه فقد كفر ، أي إذا لم يكن مكرهاً في فعله . (ص/ ۲۲۷ ، ۲۲۸ ، فصل في الكفر صريحاً وكنياً ، ط : ياسر نديم ديوبند ، و : ص/ ۱۸۵ ، مكتبة حقانية ملتان پاکستان ، الفتاوى الهندية : ۲/ ۲۷۶ ، كتاب السير ، باب في أحكام المرتدين الخ)

ما في ” اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم “ : وإذا كانت المشابهة في القليل ذريعة ووسيلة إلى بعض هذه القبائح كانت محرمة ، فكيف إذا أفضت إلى ما هو كفر بالله ؟ ان المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالباً ، أو تفضي إليهما في الجملة ، وليس في هذا المفضى مصلحة ، وما أفضى إلى ذلك كان محرماً ، فالمشابهة محرمة . اهـ . (ص/ ۲۱۵ ، ۲۱۶ ، المشابهة تفضي إلى كفر أو معصية غالباً ، مطابع المجد التجارية ، =

و: ۱/۲۷۱، باب التشبه مفهومه ومقتضاه ، دار عالم الكتب بيروت)

(۳) ما في ” الفتاوى الهندية “ : وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا تنفعه فتوى المقتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك ، وتتجدد النكاح بينه وبين امرأته . كذا في المحيط . (۲/۲۸۳)

(۴) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان﴾ . الآية (سورة النحل: ۱۰۶)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : وإن أكره على الكفر بالله تعالى أو سب النبي ﷺ بقتل أو قطع رخص له إظهار كلمة الكفر والسب ، فإن أظهر ذلك وقلبه مطمئن بالإيمان فلا يآثم وإن صبر حتى قتل كان مثابا . (۵/۴۸ ، كتاب الإكراه ، باب فيما يحل للمكره أن يفعل)

(۵) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿لا جناح عليهن في آبائهن ولا أبنائهن ولا إخوانهن ولا أبناء إخوانهن ولا أبناء أحواتهن ولا نساء هن ولا ما ملكت أيمانهن وآتقين الله﴾ . (سورة الأحزاب: ۵۵)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قال قتادة : رخص لهؤلاء أن لا يجتنبن منهم ، قال أبو بكر : ذكر ذوي المحارم منهن وذكر نساء هن . (۳/۳۷۰ ، ط : دار الكتب العربي بيروت ، ۳/۴۸۴ ، باب في حجاب النساء ، ط : شيخ الهند)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : وعن عقبه بن عامر قال : قال رسول الله ﷺ : ” إياكم والدخول على النساء ، أي غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف .

(۳/۴۱۰ ، كتاب النكاح ، باب النظر إلى المخطوبة ، ط : بمبئي هند)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۸/۷۷ ، تخریق شدہ)

ما في ” جامع الأحكام الفقهية “ : وهذا كله في معنى ما حرم من المناكح ، فإن ذلك على المعاني في الولادات وهؤلاء محارم .

(۳/۲۹۵ ، مسألة : ۱۹۵۲ ، جواز إبداء المرأة زينتها لأبناء زوجها ، بيروت)

ما في ” تبیین الحقائق “ : لا يجوز النظر إلى المرأة لما فيه من خوف الفتنة ، ولهذا قال عليه الصلاة والسلام : ” المرأة عورة مستورة “ . =

ضرر رساں کتوں کو جان سے مار دینا

مسئلہ (۱۸۴): اگر کسی گاؤں یا شہر میں کتے بکثرت ہو جائیں، اور وہ اُس گاؤں یا شہر کے لوگوں کو نقصان پہنچانے لگ جائیں، اور اُن کے بچوں کو کاٹ کھائیں، تو ایسی صورت میں ان کتوں کے مالکوں کو، یا مالک معلوم نہ ہونے کی صورت میں میونسپلٹی* والوں کو کہا جائے، کہ وہ ان کتوں کو مار ڈالیں، کیوں کہ انسانی جانوں اور مالوں کی حفاظت، حکومت اور اس کے متعلقہ اداروں کی ذمہ داریوں اور فرائض میں داخل ہے، اگر وہ اپنی اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتے، تو اس سلسلے میں اُن کے خلاف عدالت سے رجوع کیا جاسکتا ہے، تاکہ عدالت اُنہیں اس کام کا حکم دے، کیوں کہ انسانی جانوں اور مالوں کی حفاظت کی خاطر کتوں کو جان سے مار دینا جائز و درست ہے۔^(۱)

(= ۳۹/۷، کتاب الکراہیۃ، فصل فی النظر والمس)

ما فی ”بدائع الصنائع“ : وأما النوع السادس : وهنّ الأجنبيات الحرائر ، فلا يحلّ النظر للأجنبي من الأجنبيّة الحرّة لقوله تعالى : ﴿قل للمؤمنين يغصّوا من أبصارهم﴾ [النور : ۳۰] . (۶/۲۹۲، کتاب الاستحسان، النوع السادس، بیروت)

(فتاویٰ فلاحیہ: ۱/۲۶۴-۲۶۷، المسائل المهمّة فیما اتّلت بہ العامۃ: ۶/۲۶۹، ۲۷۰، مسئلہ نمبر: ۱۸۹، ایڈیشن ثانی)

الحجۃ علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” الدر المختار مع الشامیة “ : لكن لا يحل قتل ما لا يؤذي ، ولذا قالوا : لم يحل قتل الكلب الأهلي إذا لم يؤذ ، والأمر بقتل الكلاب منسوخ كما في الفتح ، أي إذا لم تضر . [در مختار] . وفي الشامیة : قوله : (إذا لم تضر) تقييد للنسخ ، ذكره في النهر أخذاً مما في الملتقط إذا كثرت الكلاب في قرية وأضررت بأهلها أمر أربابها بقتلها ، فإن أبا رفع الأمر =

= إلى القاضي حتى يأمر بذلك . (۵۳۸/۳ ، کتاب الحج ، باب الجنایات ، منحة الخالق
على البحر الرائق : ۶۰/۳ ، کتاب الحج)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : قرية فيها كلاب كثيرة ولأهل القرية منها ضرر يؤمر أرباب
الكلاب أن يقتلوا الكلاب ، فإن أبوا رفع الأمر إلى القاضي حتى يلزمهم ذلك . كذا في
محيط السرخسي . (۳۶۰/۵ ، الباب فيما يسع من جراحات بني آدم وقتل الحيوانات ،
الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۳۷۰/۶)

☆ میونسپلٹی (Municipality): شہری لوگوں کی جماعت جو شہر کی صفائی، پانی، روٹنی وغیرہ کا انتظام
کرتی ہے۔ بلدیہ۔ (فیروز اللغات: ص/۱۳۳۴)

کتاب اللباس

لباس سے متعلق مسائل

عورت اپنے دیور جیٹھ وغیرہ غیر محرم سے پردہ کرے

مسئلہ (۱۸۵): ماں باپ کی خوشنودی کے لیے اپنی بیویوں کے ساتھ ان کے مکان میں رہنا اچھی بات ہے ^(۱)؛ مگر اس طرح ساتھ رہنے میں کچھ نہ کچھ بے پردگی ضرور ہوتی ہے، جس سے بچنا بھی ضروری ہے، اس لیے عورت کو چاہیے کہ دیور، جیٹھ اور دوسرے غیر محرموں سے بے تکلف گفتگو اور ہنسی مذاق نہ کرے، دسترخوان پر جب غیر محرم ہو تو ایک ساتھ کھانا نہ کھائیں، بلکہ عورتیں علیحدہ دسترخوان پر کھائیں، اور مرد علیحدہ کھائیں، جسم کا کوئی حصہ غیر محرموں کے سامنے کھلا نہ رکھیں، چُست، باریک یا شوخ کپڑا پہننے کی صورت میں اُن کے سامنے نہ آئیں۔ ^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا﴾ .

(سورة الإسراء: ۲۳، ۲۴)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال : سألت النبي ﷺ أي العمل أحب إلى الله؟ قال : ” الصلاة على وقتها “ ، قال : ثم أي؟ قال : ” برّ الوالدين “ ، قال : ثم أي؟ قال : ” الجهاد في سبيل الله “ .

(۱/۷۶، کتاب مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، الرقم ۵۲۷=)

غیر محارم کے سامنے چہرہ کا پردہ

مسئلہ (۱۸۶): شریعت میں چہرہ جو کہ مجمع المحاسن (حُسن کا مجموعہ) ہے، غیر محارم کے سامنے اس کا پردہ نہ حکم قرآنی ﴿يَذُنُّنَ عَلَيْهِنَ مِنْ جَلَابِيهِنَّ﴾ ثابت ہے، اور آج کل فتنہ و فساد کے دور میں اس حکم پر عمل کی اور زیادہ ضرورت ہے، جب کہ مذکورہ آیتِ حجاب کے نازل ہونے کے بعد ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن چہرہ سمیت پورے بدن کو اچھی طرح ڈھانک لیا کرتی تھیں، اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ غیر محارم کے سامنے اپنے چہرے کا بھی پردہ کر لیا کریں^(۱)، اور مردوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کو اس کا حکم کریں، کہ یہ ان کی ذمہ داری ہے۔^(۲)

= ما فی "صحیح مسلم" : عن أبي هريرة قال : جاء رجل إلى رسول الله ﷺ فقال : من أحق الناس بحسن صحابتي ؟ قال : "أمك" قال : ثم من ؟ قال : "ثم أمك" قال : ثم من ؟ قال : "ثم أمك" قال : ثم من ؟ قال : "ثم أبوك" .

(۲/۳۱۲، کتاب البر والصلة والآداب، باب بر الوالدین وانہما أحق بہ، الرقم: ۲۵۳۸)
(۲) ما فی "مشکوٰۃ المصابیح" : عن عقبۃ بن عامر قال : قال رسول الله ﷺ : "إياکم والدخول علی النساء" فقال رجل : یا رسول الله ! رأیت الحموی؟ قال : "الحموی الموت" . متفق علیہ . (ص/۲۶۸، باب النظر إلى المخطوبة)

ما فی "عمدة القاری" : وقال النووي : المراد من "الحموی" فی الحدیث : أقارب الزوج غیر آبائہ وأبنائہ المراد : الأخ وابن الأخ والعم وابن العم وابن الأخت ونحوهم ممن یحل لها تزوجه لو لم تكن متزوجة ، وجرت العادة بالتساهل فیہ ، فیخلو الأخ بامرأة أخیه فشیبهه بالموت . (۳۰۳/۲۰، تحت الرقم: ۵۲۳۲)=

= ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الفقهاء إلى أنه لا يجوز التكلم مع الشابة الأجنبية بلا حاجة لأنه مظنة الفتنة . (۳۵ / ۲۲ ، ۱ ، كلام ، الكلام مع الامرأة الأجنبية)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۳۳۷۷۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يُدنين عليهن من جلابيبهن ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للعثماني [التهانوي] " : وقال ابن جرير : يقول تعالى ذكره لنبية محمد ﷺ : " يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين لا تشبهين بالإماء في لباسهن إذا هنّ خرجن من بيوتهنّ لحاجتهنّ ، فكشفن شعورهنّ ووجوهنّ ورؤوسهنّ ، فلا يبيدين منهنّ إلا عينا واحدة " . ثم قال : حدثنا أبو صالح قال : حدثني معاوية عن علي عن ابن عباس رضي الله عنه في تفسير الآية قال : " أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهنّ في حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب ويبيدين عينا واحدة " .

(۳ / ۱۲ ، ۳ ، ۱۳ ، كيفية التستر المأمور به)

ما في " التفسير المظهر " : قال ابن عباس وأبو عبيدة : أمر نساء المؤمنين أن يغطين رؤوسهن وجوههن بالجلابيب إلا عينا واحدا ليعلم أنهن الحرائر . (۴ / ۳۸۲ ، الأحزاب)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لأنه عورة بل (لخوف الفتنة) .

(۲ / ۷ ، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة ، ملطّب في ستر العورة)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته ، الإمام راع ومسؤول عن رعيته ، والرجل راع في أهله وهو مسؤول عن رعيته " الحديث . (ص / ۱۶۹ ، الرقم : ۸۹۳ ، كتاب الجمعة ، باب الجمعة في القرى والمدن ، بيروت ، صحيح مسلم : ۶ / ۲۶۰ ، الرقم : ۱۸۲۹ ، كتاب الإمارة ، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية

الخ ، بيروت) (فتاوى بنوري ، رقم الفتوى : ۱۹۰۱۳)

عورت کا غیر محرم مرد کے کپڑے دھونا

مسئلہ (۱۸۷): عورت غیر محرم مرد کے کپڑے دھوسکتی ہے^(۱)، بشرطیکہ کوئی

اور مفسدہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔^(۲)

ہاتھ پیر اور سینے کے بال صاف کرنا

مسئلہ (۱۸۸): مرد اور عورت کے لیے اپنے ہاتھ، پیر اور سینے کے بال

صاف کرنا جائز تو ہے، مگر خلاف ادب اور غیر اولیٰ ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن همام بن الحارث قال : ” صاف عائشة ضيف فأمرت له بملحفة صفراء فنام فيها فاحتمم ، فاستحيا أن يرسل بها وبها أثر الاحتلام فغمسها في الماء ، ثم أرسل بها فقالت عائشة : لم أفسد علينا ثوبنا ، إنما كان يكفيه أن يفركه بأصابعه وربما فركته من ثوب رسول الله ﷺ بأصبعي“ .

(۱/۳۱ ، أبواب الطهارة ، باب ما جاء في المنى يصيب الثوب ، الرقم : ۱۱۶ ، سنن ابن ماجه : ص/۴۱ ، كتاب الطهارة ، باب في فرك المنى من الثوب ، الرقم : ۵۳۸)

(۲) ما في ” المقاصد الشرعية “ : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما . (ص/۴۶ ، صلة الذرائع سدا وفتحاً بمقاصد الشريعة)

ما في ” رد المحتار “ : ما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (۳۲۶/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس) (فتاوى بنوري، رقم الفتوى: ۲۱۳۸۵)

(۳) ما في ” رد المحتار “ : وفي حلق شعر الصدر والظهر ترك الأدب . كذا في القنية .

(۹/۵۸۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، البحر الرائق : ۳۷۵/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع ، تحت قوله : خصي البهائم ، الفتاوى الهندية : ۳۵۸/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع عشر في الختان والنخاء وقلم الأظفار الخ ، حاشية الطحطاوي =

ہاتھ میں لوہے کا گڑا اور ربر بڑ کا بند پہننا

مسئلہ (۱۸۹): آج کل بہت سارے مسلمان بچے اور نوجوان، شوقیہ اور دیکھا دیکھی اپنے ہاتھوں میں لوہے کا گڑا اور ربر بڑ کے بند پہننے لگے ہیں، جب کہ لوہے کا گڑا پہننا کافروں اور فاسقوں کا طریقہ ہے، اور ربر بڑ کے بند پہننا یہ فضول ہے، اس لیے مسلمانوں کو ان چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔^(۱)

= علی مراقی الفلاح: ص/۵۲۶، باب الجمعة

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۹۹۳۴، فتاویٰ محمودیہ: ۲۷/۲۷۷، میرٹھ)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ”سنن أبي داود“: عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: ”من تشبه بقوم فهو منهم“ . (ص/۵۵۹، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، الرقم: ۴۰۳۱، مشکوة المصابيح: ص/۳۷۵، کتاب اللباس، الفصل الثاني، الرقم: ۴۳۴۷)

ما في ”جامع الترمذي“: عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ قال: ”ليس منا من تشبه بغيرنا، لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى، فإن تسليم اليهود الإشارة بالأصابع وتسليم النصارى الإشارة بالأكف“ .

(۲/۹۹، کتاب الاستيذان، باب ما جاء في كراهية إشارة اليد بالسلام، الرقم: ۲۶۹۵، مشکوة المصابيح: ص/۳۹۹، کتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني، الرقم: ۲۶۴۹)

ما في ”مرقاة المفاتيح“: أي من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ”فهو منهم“ أي من الإنم والخير. قال الطيبي: هذا عام في الخلق والخلق والشعار .

(۲۲۲/۸، تحت الرقم: ۴۳۴۷، شرح الطيبي: ۲۳۲/۸، کتاب اللباس)

ما في ”مرقاة المفاتيح“: والمعنى لا تشبهوا بهم جميعا في جميع أفعالهم .

(۴۷۰/۸، کتاب الآداب، باب السلام، تحت الرقم: ۲۶۴۹)

بدن پر ٹیٹو بنوانا

مسئلہ (۱۹۰): ٹیٹو بنانا، یعنی بدن کو گودنایا گودوانا شرعاً ناجائز و حرام ہے (۱)، لہذا اس سے بچنا اور اجتناب کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، اور اگر کسی نے آنجانے میں بنا لیا ہے، تو اس سے توبہ اور استغفار لازم ہے۔ (۲)

= ما في "رد المحتار" : وفي المنح : إنما ذكر هذا لأن من عادة بعض الناس شد الخيوط على بعض الأعضاء ، وكذا السلاسل وغيرها ، وذلك مكروه لأن محض عبث .

(۹/۵۲۳، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۵۱۴۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "صحيح البخاري" : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "العين حقٌ ، ونهى عن الوشم" . وعن ابن عمر قال : "لعن النبي ﷺ الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة" . (۲/۸۷۹، کتاب اللباس ، باب الواشمة وباب المستوشمة ، الرقم : ۵۹۴۴ ، ۵۹۴۷ ، صحيح مسلم : ۲/۲۰۴، کتاب اللباس والزينة ، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة ، سنن أبي داود : ص/۵۷۴، کتاب الترجل ، باب في صلة الشعر ، الرقم : ۴۱۶۸ ، سنن النسائي : ۲/۲۳۸، کتاب الزينة ، باب المستوصلة ، جامع الترمذي : ۲/۱۰۶، أبواب الاستيذان والآداب ، باب ما جاء في الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۴۶۳۵)

ما في "المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج" : الوشم وهي أن تغرز إبرة أو مسلة أو نحوهما في ظهر الكف أو المعصم أو الشفة أو غير ذلك من بدن المرأة حتى يسيل الدم ثم تحشو ذلك الموضع بالكحل أو النورة فيخضر فإن طلبت فعل ذلك بها فهي مستوشمة ، وهو حرام على الفاعلة والمفعول بها باختيارها والطالبة له وسواء في هذا كله الرجل والمرأة . والله أعلم . (۷/۲۳۱، کتاب اللباس والزينة ، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة ، تحت الرقم : ۲۱۲۵)=

لِنَن (Linen) کے کپڑے پہننا

مسئلہ (۱۹۱): آج کل لِنَن (Lenin) کے کپڑے پہننے کا رواج زیادہ ہوتا جا رہا ہے، خصوصاً خوش حال اور امیر قسم کے لوگ اسے زیادہ استعمال کر رہے ہیں، یہ کپڑا خالص کاٹن کا ہوتا ہے، لہذا اس کے استعمال کی اجازت ہوگی^(۱)، کیوں کہ مردوں کے لیے ریشمی کپڑے کا پہننا منع ہے^(۲)، اور یہ ریشم کی قسم سے نہیں ہے۔

= (۲) ما فی ”المنہاج شرح مسلم بن الحجاج“ : واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة علی الفور لا يجوز تأخيرها ، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة .

(۱۲/۹) ، کتاب التوبة ، باب فی الحض علی التوبة والفرح بہا

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ . (سورة الضحی : ۱۱)

ما فی ”صحیح البخاری“ : حدثنا سليمان بن حرب حدثنا حماد عن أيوب عن محمد قال : كنا عند أبي هريرة وعليه ثوبان مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فتمخَّط فقال : ”بَخُّ بَخُّ أَبُو هُرَيْرَةَ يَتَمَخَّطُ فِي الْكَتَّانِ ، لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لِأَخْرُفُ فِيمَا بَيْنَ مَنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى حَجْرَةِ عَائِشَةَ مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيءُ الْجَنَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَيَّ عُنُقِي وَيُرِي أَنِي مَجْنُونٌ وَمَا بِي مِنْ جُنُونٍ مَا بِي إِلَّا الْجُوعُ“ . (الرقم : ۷۳۲۴)

ما فی ”حاشیة الترمذی“ : قوله : (إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده) أي ينبغي أن يظهر أثر نعمة الله في حقه فليلبس ما يناسب حاله فإنه شكر فعلي ، وأيضاً يقصده المحتاجون فيتصدق عليهم . (۱۰۹/۲) ، أبواب الآداب ، باب ما جاء إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده) ما فی ”مجمع الأنهر“ : (والأولى كونه من القطن أو الكتان) وهو المأثور وهو أبعد عن الخيلاء (بين النفيس والخصيس) لئلا يحتقر في الدنيا ويأخذه الخيلاء في النفيس .

(۱۹۱/۳) ، کتاب الکراهية ، فصل فی اللبس ، رد المحتار : ۵۰۵/۹ ، کتاب الحظر والإباحة ،

فصل فی اللبس) =

نمائش کے لیے اسٹیچو اور مجسمے کھڑے کرنا

مسئلہ (۱۹۲): آج کل دکانوں پر کپڑوں کی نمائش کے لیے پلاسٹک کی انسانی تصویریں ہوتی ہیں، جو ہُو ہُو انسانی شکل کی ہوتی ہیں، گویا ایک مصنوعی انسان ہوتا ہے، ان پر کپڑے لپیٹ کر ان کی نمائش ہوتی ہے، جب کہ ایسی تصویر یعنی مجسمے اور اسٹیچو (Statue) کا بنانا، ناجائز ہے^(۱)، اور جو چیز ناجائز ہوتی ہے، اس کا خریدنا اور استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہوتا^(۲)، اس لیے یہ انسانی تصویریں خریدنا اور استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اگر اس کے سر کا حصہ کٹا ہوا ہو، یا چہرے کو بالکل سپاٹ رکھا جائے، اس میں ناک، آنکھ نمایاں نہ ہوں، نیز صُغی اعضاء کا نشیب و فراز اس طرح نمایاں نہ کیا جائے کہ کپڑے پہنانے کے باوجود ان کے دیکھنے کی رغبت ہوتی ہو، تو ایسی ناقص صورت کی گنجائش ہے^(۳)، البتہ اگر دکان دار اپنی دکان میں ناجائز تصویریں (مجسمے اور اسٹیچو) لگا کر کپڑوں کا کاروبار کرے، اور گاہک ان تصویروں کو پہنائے گئے لباس، یا ان کو دیکھ کر

= (۲) ما فی ”سنن أبي داود“ : عن عبد الله بن زُرير يعني الغافقي أنه سمع علي بن أبي طالب يقول : إن نبي الله ﷺ أخذ حريرا فجعله في يمينه وأخذ ذهبا فجعله في شماله ، ثم قال : ”إن هذين حرام علي ذكور أمتي“ . (ص / ۵۶۱) ، كتاب اللباس ، باب في الحرير للنساء ، الرقم : ۴۰۵۷ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ : ۴۵۹۷۱)

ما فی ”التنوير مع الدر والرد“ : يحرم لبس الحرير ولو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب الصحيح على الرجل لا المرأة . (ص / ۵۰۶/۹) ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس) =

دوسرے کپڑے خریدیں، اور تاجر کو اس سے آمدنی حاصل ہو، تو یہ آمدنی حرام نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ کپڑوں کا عوض ہے، ان ناجائز تصویروں کی نمائش کا نہیں۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” صحيح البخاري “ : قوله عليه السلام : ” إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون “ . (۲/۸۸۰) ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، صحيح مسلم : ۲/۲۰۱ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ما في ” تكملة فتح الملهم مع التكملة “ : لقوله عليه السلام : ” لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة “ . قوله : (لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة) هذا الحديث يدل على أن تصوير ذوي الأرواح واتخاذ الصور في البيت ممنوع شرعاً واتفق عليه جمهور الفقهاء . (۳/۵۵)

وفيه أيضاً : عن عمر رضي الله عنه أنه قال للنصارى : ” إنا لا ندخل كنائسكم من أجل التماثيل التي فيها الصور “ ومن أجل هذه الأحاديث والآثار ذهب جمهور الفقهاء إلى تحريم التصوير واتخاذ الصور في البيوت سواء كانت مجسمة لها ظل أو كانت غير مجسمة ليس لها ظل . (۳/۱۵۷ - ۱۵۸)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : قال القرطبي رحمه الله تعالى : يدل على المنع من تصوير شيء أي شيء كان . (۳/۲۷۷)

ما في ” شرح النووي على هامش مسلم “ : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : ” تصوير صورة الحيوان حرام شديد ، وهو من أكبر الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بما يمتن أو بغيره ، فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۲/۱۹۹) ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم صورة الحيوان ، رد المحتار : ۲/۴۱۶ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب : إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : لا تمثال إنسان أو طير . الدر المختار . وفي الشامية : =

= قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح . (٥١٩/٩) ، الحظر والإباحة ، فصل في اللبس) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً ، أى سواء أكان للصورة ظل أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة . (١٠٣/١٢) ، تصوير) ما في ” فتح القدير “ : والتمثال خاص بتمثال ذى الروح ، لكن المراد هنا ذو الروح ، فإن غير ذى الروح لا يكره كالشجر .

(٢٢٤/١) ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة ، فصل ويكره للمصلي الخ ، بيروت) (٢) ما في ” جمهرة القواعد الفقهية “ : ما حرم استعماله من حرير كله أو غالبه ومذهب ومفضض منسوج ، أو مموه ، ومصور ونحوها ، حرم بيعه لذلك ، وحرّم نسجه لذلك ، وخياطته لذلك ، وتمليكها لذلك ، وتملكه لذلك ، وأجرته لذلك أى للاستعمال . (٢٨٢/١)

(٣) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : إذا كانت الصورة مجسمة كانت أو مسطحة مقطوعة عضو لا تبقى الحياة معه ، فإن استعمال الصورة حينئذٍ جائز ، وهذا قول جماهير العلماء من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة ، والحجة لذلك ما مر أن جبرئيل قال للنبي ﷺ مر برأس التمثال فليقطع حتى يكون كهيئة الشجرة ، وفي رواية أنه قال : إن في البيت سترأ وفي الحائط تماثيل ، فاقطعوا رؤسها . (١١٤/١٢)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونها . (در مختار) . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : أي سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحي ، وسواء كان القطع بخيطٍ على جميع الرأس حتى لم يبق له أثر أو يطلبه بمغرة أو بنحته أو بغسله ، لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة . (٢/١٨٨) ، كتاب الصلوة ، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ، مطلب إذا تردد الحكم الخ ، بيروت)

(٢) ما في ” كتاب الكسب للشيباني “ : ثم المكاسيب أربعة : الإجارة ، والتجارة ، والزراعة ، والصناعة ، وكل ذلك في الإباحة سواء عند جمهور الفقهاء . (ص/١٢٠) ما في ” الأشباه والنظائر “ : الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم الإباحة .

ہیئر ڈریننگ سیلون والوں کا خضاب لگانا

مسئلہ (۱۹۳): بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ ہیئر ڈریننگ سیلون، یعنی اصلاح کیسوی دکان چلاتے ہیں، اُس دکان میں ایسے لوگ آتے ہیں جو خضاب لگایا کرتے ہیں، بعض لوگ مہندی لگانے کو کہتے ہیں، اور بعض لوگ سیاہ خضاب؛ یعنی سفید بالوں کو کالا کرنے کو کہتے ہیں، جو شرعاً منع ہے، اگر ہم اُن کو سیاہ خضاب نہ کریں، تو وہ ہمارے ہاں بال بھی نہیں کٹائیں گے، پھر ہمارا نقصان ہوگا، اور کاروبار بھی نہیں چلے گا، تو ہم اس صورت میں کیا کریں؟ تو جواباً عرض ہے کہ۔

بالوں میں مہندی لگانا جائز ہے^(۱)، اور سیاہ خضاب لگانا مکروہ تحریمی ہے، حدیث پاک میں اس کی مُمانعت آئی ہے^(۲)، البتہ سیاہی مائل سُرخ، سُنہرے، یا چاکلیٹی رنگ کے خضاب لگا سکتے ہیں^(۳)، بشرطیکہ اُن کے لگانے سے بالوں پر تہ نہ جمتی ہو، جو بالوں تک پانی کے پہنچنے سے مانع ہو^(۴)، اس لیے ہیئر ڈریننگ سیلون چلانے والے حضرات سیاہ خضاب لگانے سے بچیں، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ

—ما فی ”ہامش الأشیاء“ : قوله : (الأصل في الأشياء) ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا في بعض تعاليقه : أن المختار أن الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا ودليل هذا القول قوله تعالى : ﴿وخلق لكم ما في الأرض جميعاً﴾ . (۱/۲۵۲، ۲۵۳)

ما فی ”القواعد والضوابط“ : وكل شيء لا بأس بالانتفاع به فلا بأس ببيعه .

(۲/۱۳۹، بحوالہ موسوعة القواعد الفقهية : ۸/۴۳۷)

(بشکریہ: آپ کے شرعی مسائل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حفظہ اللہ) =

رکھیں، اللہ نقصان کو اضافہ کے ساتھ پورا کر دے گا، نیز اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ - ہیئر ڈریننگ سیلون والے سیاہ خضاب لگانے والوں سے کہیں کہ: ہمارے پاس سیاہ خضاب نہیں ہے، اگر اس کے بجائے آپ فلاں کمر استعمال کریں، تو آپ کو موزوں محسوس ہوگا، اس طرح شرعاً ہیئر سیلون والے بھی ایک گناہ سے بچ جائیں گے۔ (۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "سنن النسائي" : عن أبي ذر عن النبي ﷺ قال : " إن أفضل ما غير الشَّمَطِ الحنَّاء والكتِّمُ " . (۲۱۶ / ۵) ، الرقم : ۱ / ۹۳۴۹ ، كتاب الزينة ، الخضاب بالحناء والكتِّم وفيه أيضًا : عن أبي ذر قال : قال رسول الله ﷺ : " إن أحسن ما غير الشَّيب الحنَّاء والكتِّم " . (۲۱۶ / ۵) ، الرقم : ۲ / ۹۳۵۰

(۲) ما في "سنن أبي داود" : قوله عليه السلام : " يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة " .

(ص / ۵۷۸ ، كتاب الترجل ، باب ما جاء في خضاب السواد)

ما في "سنن النسائي" : عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس رفعه أنه قال : " قوم يخضبون بهذا السواد آخر الزمان كحواصل الحمام لا يُريحون رائحة الجنة " . (۴۱۵ / ۵) ، الرقم : ۱ / ۹۳۴۶ ، كتاب الزينة ، النهي عن الخضاب بالسواد ، باب : ۲۰ ، بيروت)

ما في "بذل المجهود" : قال الشيخ خليل أحمد السهارنفوري رحمه الله : " وفي الحديث تهديدٌ شديدٌ في خضاب الشعر بالسواد وهو مكروه كراهة تحريم " . (۲۳۸ ، ۲۳۷ / ۱۲) ، رقم الحديث : ۴۲۱۲ ، كتاب الترجل ، باب ما جاء في خضاب السواد)

(۳) ما في "صحيح مسلم" : قوله عليه الصلاة والسلام : عن جابر بن عبد الله قال : أتني بأبي قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالثغامه بيضاء ، فقال رسول الله ﷺ : " غيروا هذا بشيء واجتنبوا السواد " . (۱۹۹ / ۲) ، كتاب اللباس والزينة ، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة أو حمرة وتحريمه بالسواد ، مشكوة المصابيح : ۳۸۰ / ۲ ، باب الترجل ، الفصل =

= الأول ، سنن النسائي : ۵ / ۶۱ ، الرقم : ۱ / ۹۳۴۷ ، كتاب الزينة ، النهي عن الخضاب بالسواد ما في ” شروح النووي على هامش مسلم “ : ومذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة بصفرة أو حمرة ، ويحرم خضابه بالسواد على الأصح “ . (۱۹۹ / ۲)
ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ، ولو في غير حرب في الأصح ويكره بالسواد . (در مختار) .

(۶۰۴ / ۹) ، الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع (۴) ما في ” الشامية “ : قوله : (والأولى غسله) اعلم أنه ذكر في المنية أنه لو أدخل يده في الدهن النجس أو اختضبت المرأة بالحناء النجس ، أو صبغ بالصبغ النجس ، ثم غسل كل ثلاثاً طهر .
(۵۳۷ / ۱) ، باب الأنجاس ، مطلب في حكم الصبغ والاختضاب بالصبغ أو الحناء النجسين ، بيروت ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : الغسل إسالة الماء على جميع ما يمكن غسله من بدنه مرة واحدة حتى لو ترك شيئاً يسيراً لم يصبه الماء لم يخرج من الجنابة ، وكذا في الوضوء .

(۱۱۱ / ۱) ، بدائع الصنائع : ۱ / ۱۴۲ ، في تفسير الغسل ما في ” حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح “ : ولا بد من زوال ما يمنع وصول الماء للجسد كشمع وعجين . (ص / ۱۰۲) (فتاوى رجبية : ۳ / ۳۲ ، ۳۳)
ما في ” الفتاوى الهندية “ : وإن كان على ظاهر البدن جلد سمك أو خبز ممضوغ قد جف فاغتسل ولم يصل الماء إلى ما تحته لا يجوز . (۱۳ / ۱) ، الباب الثاني

(۵) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲) (بشكرية : آء ك شرعى مسأل ، مولانا خالد سيف اللہ رحمانى حفظہ اللہ)
ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى﴾ يقتضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة لله تعالى لأن البر هو طاعات الله ، وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۳۸۱ / ۲)
ما في ” جمهرة القواعد الفقهية “ : بقاعد فقهية : ” الإعانة على المحذور محظور “ . (۲ / ۲۴۴)

ما في ” روح المعاني “ : فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام . (۸۵ / ۴)

کتاب الأکل والشرب

کھانے پینے سے متعلق مسائل

کھانے کی دعا ”بِسْمِ اللّٰهِ وَبِرَكَّةِ اللّٰهِ“ میں لفظ ”علیٰ“ کا اضافہ

مسئلہ (۱۹۴): ”مستدرک حاکم“، ”معجم صغیر“، ”مجمع الزوائد“ اور ”شعب الایمان“ میں کھانے سے پہلے کی دعا میں یہ الفاظ منقول ہیں: ”بِسْمِ اللّٰهِ وَبِرَكَّةِ اللّٰهِ“، اس میں ”علیٰ“ کا لفظ نہیں ہے^(۱)، اس لیے کھانے سے پہلے انہی الفاظ کے ساتھ دعا پڑھنا بہتر ہے۔

اسی طرح عام کتب حدیث میں کھانے کے بعد کی دعا میں یہ الفاظ منقول ہیں: ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اٰطَعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ“، اس میں لفظ ”مِن“ نہیں ہے^(۲)، لہذا ”مِن“ کے بغیر پڑھنا ہی بہتر ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو دعا کی تعلیم فرمائی، جس میں ”نَبِيِّكَ الَّذِيْ اُرْسَلْتَ“ کے الفاظ تھے، ان صحابی نے بغرض تعظیم لفظ ”نَبِيِّكَ“ کی جگہ ”بِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ اُرْسَلْتَ“ پڑھا، تو فوراً روک دیئے گئے، اور اپنے تعلیم فرمودہ کلمات کہنے کی ہدایت کی۔^(۳)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ”دعائے ماثورہ کے جتنے الفاظ حدیثوں میں ثابت اور منقول ہیں، اُس کو انہی الفاظ پر رکھنا چاہیے، دعائے ماثورہ میں اپنی طرف سے اضافہ مکروہ ہے۔“^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” المستدرک للحاکم “ : عن ابن عباس رضي الله عنهما : أن النبي ﷺ وأبا بكر وعمر رضي الله عنهما أتوا بيت أبي أيوب ، فلما أكلوا وشبعوا قال النبي ﷺ : ” خبز ولحم وتمر ويسر وورطب ، إذا أصبتم مثل هذا فضريرتم بأيديكم فكلوا بسم الله وبركة الله “ . هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخبره . (۱۰۷/۳ ، الرقم : ۷۰۸۴ ، كتاب الأطعمة ، باب إذا أكل أحدكم طعاماً فليقل : بسم الله ، مجمع الزوائد : ۳۱۸/۱۰ ، الرقم : ۱۸۲۶۱ ، كتاب الزهد ، باب في عيش رسول الله والسلف ، المعجم الأوسط للطبراني : ۶۱۱/۱ ، الرقم : ۲۲۳۷ : من اسمه أحمد ، شعب الإيمان للبيهقي : ۱۳۵/۳ ، ۱۳۶ ، الرقم : ۳۶۰۳ ، باب في تعديد نعم الله عز وجل وشكرها)

(۲) ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي سعيد الخدري : أن رسول الله ﷺ كان إذا فرغ من طعامه قال : ” الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين “ .
(ص/ ۵۳۸ ، كتاب الأطعمة ، باب ما يقول الرجل إذا طعم ، كتاب عمل اليوم والليلة : ص/ ۱۶۳ ، الرقم : ۲۶۳ ، باب ما يقول إذا فرغ من الطعام ، السنن الكبرى للنسائي : ۸۰/۶ ، الرقم : ۱۰۱۲۰ ، باب ما يقول إذا شرب اللبن)

(۳) ما في ” جامع الترمذي “ : عن البراء بن عازب : أن النبي ﷺ قال له : ألا أعلمك كلمات تقولها إذا آويت إلى فراشك ، فإن مت من ليلتك مت على الفطرة ، وإن أصبحت أصبحت ، وقد أصبحت خيراً ، تقول : ” اللهم أسلمت نفسي إليك ، ووجهت وجهي إليك ، وفوضت أمري إليك رغبة ورهبة ، وألجأت ظهري إليك ، لا ملجأ ولا منجى منك إلا إليك ، آمنت بكتابتك الذي أنزلت ، ونبيك الذي أرسلت “ قال البراء : فقلت : ” وبرسولك الذي أرسلت “ قال : فطعن بيده في صدري ، ثم قال : ” ونبيك الذي أرسلت “ . هذا حديث حسن صحيح غريب .

(۱۷۷/۲ ، أبواب الدعوات ، باب ما جاء في الدعاء إذا آوى إلى فراشه)

(۴) (كفاية المفتي : ۵۰/۳ ، علمي مكاتيب : ص/ ۱۳۳ ، ۱۳۵ ، مرتب مولانا مرغوب احمد لاچپوري)

جائفل، زعفران اور عنبر کا استعمال

مسئلہ (۱۹۵): جائفل، زعفران اور عنبر^(۱) کی اتنی کم مقدار کا استعمال جس

سے نشہ نہ آئے جائز اور حلال ہے، اور اتنی زیادہ مقدار کا استعمال جس سے نشہ آئے ناجائز اور حرام ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”فيروز اللغات“ : جائفل/ جائفل: جوز ایک مشہور پھل۔ (ص/۴۳۸)..... زعفران: ایک قسم کا نہایت خوشبودار زرد رنگ کا پھول، کبیر۔ (ص/۷۴۶)..... عنبر: سمندر کی ایک قسم کی سوکھی جھاگ جس کو جلانے سے خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ (ص/۹۰۵)

(۲) ما في ” الدر المختار مع الشامية“ : وقال محمد : ما أسكر كثيره فقليله حرام . در مختار . وفي الشامية : قوله : (وقال محمد الخ) أقول : الظاهر أن هذا خاص بالأشربة المائعة دون الجامد كالبنج والأفيون ، فلا يحرم قليلها بل كثيرها المسكر ، وبه صرح ابن حجر في التحفة وغيره وهو مفهوم من كلام أئمتنا ولم نر أحدا قال بنجاستها ولا بنجاسته نحو الزعفران مع أن كثيره مسكر ولم يحرموا أكل قليله أيضاً والحاصل : أنه لا يلزم من حرمة الكثير المسكر حرمة قليلة ولا نجاسة مطلقاً إلا في المائعات لمعنى خاص بها ، أما الجامدات فلا يحرم منها إلا الكثير المسكر . (شامية).....

وفي الدر المختار : وكذا تحرم جوزة الطيب لكن دون حرمة الحشيش . در مختار . وفي الشامية : قوله : (وكذا تحرم جوزة الطيب) وكذا العنبر والزعفران كما في الزواجر لابن حجر المكي . وقال : فهذه كلها مسكرة . أقول : ومثله زهر القطن فإنه قوي التفريح يبلغ الإسكار كما في التذكرة فهذا كله ونظائره يحرم استعمال القدر المسكر منه دون القليل كما قدمناه . فافهم . (ص/۳۶-۳۸ ، كتاب الأشربة)

(فتاویٰ عبدالحی/ص/۴۱۵، ۴۱۶، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶/۶۶)

جوتا چیل پہن کر کھانا-کھانا

مسئلہ (۱۹۶): جوتا پہن کر کھانا-کھانا، جائز و درست تو ہے، لیکن اُتار کر کھانا بہتر ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تمہارے سامنے کھانا رکھا جائے اور تم کھانے بیٹھو، تو اپنے جوتے اتار دو، کیوں کہ جوتے اتار دینا پیروں کے لیے بہت راحت بخش ہے۔“ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مشكوة المصابيح“ : عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” إذا وُضع الطعام فاخلعوا نعالكم فإنه أروح لأقدامكم “ .

(ص/۳۶۸، كتاب الأطعمة، باب في خلع النعال عند الأكل، الرقم: ۲۰۸۰)

ما في ”المستدرک علی الصحیحین“ : عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” إذا أكلتم فاخلعوا نعالكم فإنه أروح لأبدانكم “ . هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه . (۱۹/۴)، كتاب الأطعمة، خلع النعال عند الأكل أروح للأبدان، كذا في المعجم الأوسط للطبراني: ۲/۲۵۶، الرقم: ۳۲۰۲)

ما في ”كنز العمال“ : ”اخلعوا نعالكم عند الطعام، فإنها سنة جميلة“ . (ك عن أبي عبس بن جبیر) . ” إذا وضع الطعام فاخلعوا نعالكم، فإنه أروح لأقدامكم “ . (الدارمي، ك عن أنس) . ” إذا قُرب لأحدكم طعامه وفي رجله نعلان فلينزع نعليه، فإنه أروح للقدمين وهو من السنة“ . (ع، عن أنس) .

(۱۵/۱۰۳، ۱۰۴، الرقم: ۴۰۷۱۸، ۴۰۷۲۰، ۴۰۷۲۱، كتاب المعيشة والعادات من قسم الأقوال، الباب الأول في الأكل، الفصل الأول في آداب الأكل)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱/۱۶)

لا علمی میں کوئی ناپاک چیز کھالینا

مسئلہ (۱۹۷): اگر کوئی شخص لا علمی اور ناواقفیت کی وجہ سے کوئی ناپاک چیز کھالے، پھر اس پر نادم اور شرمندہ ہو کر توبہ کر لے، تو عند اللہ اس پر کوئی مؤاخذہ اور گناہ نہیں ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو اخطأنا﴾ . (البقرة : ۲۸۶)
 ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قال أبو بكر : النسيان الذي هو ضد الذكر فإن حكمه مرفوع فيما بين العبد وبين الله تعالى في استحقاق العقاب ، والتكليف في مثله ساقط عنه والمؤاخذة به في الآخرة غير جائزة ، لأنه لا حكم له فيما يكلفه من العبادات .
 (سورة البقرة ، ۶۵۲/۱)

ما في ” الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير للسيوطي “ : رُفِعَ عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكروها عليه . (ص / ۲۷۳ ، الرقم : ۴۴۶۱ ، كشف الخفاء للعجلوني : ۳۸۲/۱ ، حرف الراء المهملة ، الرقم : ۱۳۹۱)

ما في ” سنن ابن ماجه “ : عن أبي ذر الغفاري قال : قال رسول الله ﷺ : ” إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكروها عليه “ .

(ص / ۱۴۷ ، كتاب الطلاق ، باب طلاق المكروه والناسي ، الرقم : ۲۰۴۳)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۷۹/۱۶)

غیر مسلموں کے برتنوں کا استعمال

مسئلہ (۱۹۸): کوئی شخص اپنی ذات اور پیشے کے اعتبار سے چاہے غیر مسلم ہو یا چمار، جب وہ نجاست میں ملوث نہیں، بدن اور کپڑے صاف ہیں، ہاتھ دھو کر کھانا پکاتا ہے، یا کھاتا ہے، تو اسے نجس نہیں کہا جائے گا^(۱)، لہذا غیر مسلموں کے برتنوں کو دھونے سے پہلے استعمال کرنا جائز تو ہے، مگر مکروہ ہے، اور ایسا کرنے والا شخص گنہگار نہ ہوگا، یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ ان برتنوں کی ناپاکی کا علم نہ ہو، اگر ناپاکی کا علم ہو، تو ان کو دھونے سے پہلے ان میں کھانا پینا جائز نہیں ہے، البتہ اچھی طرح دھو لینے کے بعد ان برتنوں کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يا أيها الذين آمنوا انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ . (سورة التوبة : ۲۸)

ما في ” روح المعاني “ : المراد ذو نجس لخبث بواطنهم وفساد عقائدهم أو لأن معهم الشرك الذي هو بمنزلة النجس كلام أكثر الفقهاء حيث ذهبوا إلى أن أعيان المشركين طاهرة ولا فرق بين عبدة الأصنام وغيرهم من أصناف الكفار في ذلك .

(۱۱۱/۶، سورة التوبة)

ما في ” التفسير الكبير للرازي “ : وأما جمهور الفقهاء فإنهم حكموا بكون الكافر طاهراً في جسمه . (۲۱/۶)

ما في ” التفسير المظهر “ : قال البغوي : أراد به نجاسته الحكم لا نجاسة العين سموا نجساً على الذم ، وقال قتادة : سماهم نجساً لأنهم يجتنبون فلا يغتسلون ويحدثون فلا يتوضؤون ولا يجتنبون من النجاسات . (سورة التوبة ، ۱۵۹/۳)

(۲) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي ثعلبة الخشني قال : قلت : يا نبي الله ! إنا بأرض =

= قوم اهل الكتاب ، أفأكل في آيتهم وبأرض صيد أصيد بقوسى وبكلبي الذي ليس بمعلم وبكلبي المعلم فما يصلح لي ؟ قال : ” أما ذكرت من أهل الكتاب ، فإن وجدتم غيرها فلا تأكلوا فيها ، وإن لم تجدوا فاغسلوها واكلوا فيها “ . الحديث .

(۸۲۳/۲ ، كتاب الذبائح والصيد والتسمية ، باب صيد القوس ، الرقم : ۵۳۷۸)

ما في ” عمدة القاري “ : وهذا التفصيل يقتضى كراهة استعمالها إن وجد غيرها مع أن الفقهاء قالوا بجواز استعمالها بعد الغسل بلا كراهة ، سواء وجد غيرها أو لا ... قلت : التحقيق في هذا أن في حديث أبي ثعلبة هذا ترجيح الظاهر على الأصل ، لأن الأصل في آية أهل الكتاب والمجوس الطهارة ، ومع هذا فقد أمر بغسلها عند عدم وجود غيرها ، والصحيح أن الحكم للأصل حتى تتحقق النجاسة ثم يحتاج إلى الجواب عن الحديث ، فأجيب بجوابين ؛ أحدهما : أن الأمر بالغسل للاحتياط والاستحباب ، والثاني : أن المراد بالحديث : حالة تحقق نجاستها ، ويدل عليه قوله في رواية أبي داود : انا نجاور أهل الكتاب وهم يطبخون في قدورهم الخنزير ويشربون في آيتهم الخمر ، فقال رسول الله ﷺ : ” إن وجدتم غيرها فاكلوا فيها واشربوا ، وإن لم تجدوا غيرها فاغسلوها بالماء واكلوا واشربوا “ .

(۱۲۳/۲۱ ، تحت الرقم : ۵۳۷۸)

ما في ” شرح كتاب السير الكبير “ : قال : لا بأس بأن يؤكل ويشرب في آية المشركين ولكن لتغسل بالماء قبل أن يؤكل فيها ، لأن الأواني لا يلحقها نجاسة الكفر ، وإنما يلحقها النجاسة العينية ، وذلك يزول بالغسل ، فيستوي في هذا الحكم أواني المسلمين والمشركين ، إلا أن المشركين لا يعمون غسل الأواني ، فينبغي للمسلم أن يعيد الغسل ، ولا يؤتمن المشرك على ذلك وإن لم يفعل وأخذ بالظاهر فلا بأس به ، لأن الأصل في الأواني الطهارة ، ولكن الغسل أقرب إلى الاحتياط ، لما روي عن أبي ثعلبة الخشني - رضي الله عنه - أنه قال : يا رسول الله ! إنا نأتي أرض المشركين ، أفأكل في آيتهم ؟ قال : فإن لم تجدوا منها بدا فاغسلوها ثم كلوا فيها ، وسئل الحسن - رحمه الله - عن آية المجوس ، وصحافهم وبرمهم هل يطبخ فيها ويؤتد فيها ؟ فقال للسانل : انقها غسلا ثم اطح فيها وائتمم ، وعن ابن سيرين - رحمه الله - أن أصحاب رسول الله ﷺ كانوا يظهرون =

کھانا کھاتے وقت سر کوٹوپی وغیرہ سے ڈھانپنا

مسئلہ (۱۹۹): کھانا کھاتے وقت سر کوٹوپی وغیرہ سے ڈھانپ لینا، محض آداب میں سے ہے، لازم اور ضروری نہیں ہے، اگر کوئی شخص ننگے سر کھانا کھائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے^(۱)، لیکن اگر کسی جگہ ننگے سر کھانا، کافروں یا فاسقوں کا شعار ہو، تو ان کی مُشاہت سے بچنا لازم ہے۔^(۲)

= علی المشرکین فیأکلون فی آتیہم ویشریون . وعن حدیفة - رضی اللہ عنہ - أنه أتى بباطیة قد شرب فیہا خمر ، فأمر بها فغسلت ثم شرب فیہا ، فهذه الآثار تدل علی صحة ما ذکرنا . (۱۰۳/۱ ، باب آتیة المشرکین وذبائحہم وطعامہم)

ما فی ” الفتاویٰ الہندیة “ : ویکرہ الأکل والشرب فی أوانی المشرکین قبل الغسل ومع هذا لو أکل أو شرب فیہا قبل الغسل جاز ، ولا یكون آکلا وشاربا حراما ، وهذا إذا لم یعلم بنجاسة الأواني ، فأما إذا علم فإنه لا یجوز أن یشرب ویأکل منها قبل الغسل ، ولو شرب أو أکل کان شاربا و آکلا حراما . (۳۳۷/۵ ، کتاب الکراهیة ، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة والأحكام التي تعود إلیہم) (فتاویٰ محمودیہ : ۶۲، ۶۱/۲۷ ، جدید مسائل کامل : ص/ ۳۸۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” رد المحتار “ : ولا بأس بالأکل متکئا أو مکشوف الرأس فی المختار .

(۲) ۴۹۰/۹ ، کتاب الحظر والإباحة ، الفتاویٰ الہندیة : ۳۳۷/۵ ، کتاب الکراهیة ، الباب الحادی عشر فی الکراهیة فی الأکل وما یتصل به ، خلاصة الفتاویٰ : ۳۵۹/۴ ، کتاب الکراهیة ، الفصل الخامس فی الأکل ، نوع منه ، البحر الرائق : ۳۳۸/۸ ، کتاب الکراهیة ، فصل فی الأکل والشرب)

(۲) ما فی ” سنن أبي داود “ : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ” من تشبه بقوم فهو منهم “ . (ص/ ۵۵۹ ، کتاب اللباس ، باب فی لبس الشهرة ، الرقم : ۴۰۳۱ ، مشکوة المصابیح : ص/ ۳۷۵ ، کتاب اللباس ، الفصل الثاني ، الرقم : ۴۳۴۷) =

”اجینو موٹو“ صحت کے لیے مضر ہے

مسئلہ (۲۰۰): چائینز کھانوں میں استعمال ہونے والے ”اجینو موٹو“ کے متعلق ماہر ڈاکٹروں کی یہ رائے سامنے آرہی ہے کہ وہ انسانی صحت کے لیے انتہائی مضر ہے، اس سے خصوصاً بچوں میں موٹاپا، دماغی کمزوری، جسمانی کمزوری جیسے مضر اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، اس کے علاوہ اس کے کثرت استعمال سے کینسر بھی ہو سکتا ہے، اسی طرح بعض ڈاکٹروں نے یہ رائے ظاہر کی کہ حاملہ خواتین کے ”اجینو موٹو“ استعمال کرنے سے رحم میں موجود بچے پر اس کے مضر اثرات پڑ سکتے ہیں، انہی وجوہات کی بنیاد پر ممبئی میونسپل کارپوریشن نے اس کے استعمال پر پابندی کی تجویز منظور کر لی، ۲۰۰۱ء میں انڈونیشیا میں ”اجینو موٹو“ پر اس وقت پابندی عائد کی گئی، جب یہ معلوم ہوا کہ اس نمک کی تیاری میں خنزیر کی چربی استعمال کرتے ہوئے بخارے تیار کیے جاتے ہیں، جنہیں بعد ازاں نمک میں تبدیل کر دیا جاتا ہے، ہم مسلمان ہیں، اور ہماری شریعت، شریعت اسلامیہ کے پانچ اہم مقاصد ہیں، جن میں سے ایک اہم مقصد حفظ نفس، یعنی جان کی حفاظت بھی ہے، لہذا ہر ایسی چیز جو نفس و صحت کی حفاظت میں مغل و مضر ہو، اس کا استعمال

= ما فی ”مرفاة المفاتیح“ : أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ” فہو منهم “ أي من الإثم والخیر ، قال الطیبي :

هذا عام في الخلق والخلق والشعار . (۲۲۲/۸ ، تحت الرقم : ۴۳۴۷)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۵۵۵۸۳، فتاویٰ محمودیہ: ۲۷/۴۵، میرٹھ)

کرنا شرعاً درست نہیں ہوگا، اس لیے ”اجینوموٹو“ کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے۔^(۱)

جانوروں کو ناپاک غذا دینا

مسئلہ (۲۰۱): بلا ضرورت ماکول اللحم، یعنی جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے، کو بالقصد ناپاک غذا دینا ناجائز نہیں ہے، لیکن اگر ایسی کوئی غذا دی گئی، تو ان جانوروں کے گوشت میں کوئی کراہت نہیں ہوگی، بشرطیکہ ان کے بدن سے نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوں، اسی طرح غذائی مصنوعات (Product) میں صحت کے لیے مضر و نقصان دہ اشیاء کا استعمال بھی ناجائز ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموافقات للشاطبي “ : ومجموع الضروريات خمسة : وهي ؛ حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل ، وقد قالوا : انها مراعاة في كل ملة .

(ص/ ۳۲۶ ، دار المعرفة بيروت)

ما في ” المقاصد الشرعية “ : فان الذرائع تتصل اتصالا وثيقا بمقاصد الشريعة من حيث اعتبارها مقصودة في ذاتها من قبل الشرع ، ومن حيث اعتبارها شطر موارد الأحكام الشرعية، إذن موارد هذه الأحكام قسمان : المقاصد والوسائل أو الذرائع .

(ص/ ۴۷ ، المطلب الثامن)

ما في ” قواعد الفقه “ : درء المفسد أولى من جلب المنافع . (ص/ ۸۱ ، قاعدة ۱۳۳)

(بشکریہ روزنامہ ترجمان اردو مالگاؤں، ۲۲/ اکتوبر ۲۰۱۴ء، مطابق ۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ بروز بدھ)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (و) كره (لحمها) أي لحم الجلالة والرمكة ، وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها ، وقدر بثلاثة أيام لدجاجة وأربعة لشاة ، وعشرة لإبل =

=وبقر علی الأظهر ، ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدي غذي بلبن خنزير لأن لحمه لا يتغير ، وما غذي به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : الجلالة المكروهة التي إذا قربت وجدت منها رائحة فلا تؤكل ولا يشرب لبنها ، ولا يعمل عليها وتلك حالها ويكره بيعها وهبتها وتلك حالها .

(۹/۲۹۱، ۲۹۲، كتاب الحظر والإباحة)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وروى ابن رستم رحمه الله عن محمد في الناقة الجلالة والشاة والبقر الجلال أنها إنما تكون جلالة إذا تفتت وتغيرت ووجد منها ريح منتنة فهي الجلالة حينئذ لا يشرب لبنها ولا يؤكل لحمها وبيعها وهبتها جائز ولهذا قال أصحابنا في جدي ارتضع بلبن خنزير حتى كبر إنه لا يكره أكله ، لأن لحمه لا يتغير ولا ينتن ، فهذا يدل على أن الكراهة في الجلالة لمكان التغير والتنن لا لتناول النجاسة ، ولهذا إذا خلطت لا يكره ، وإن وجد تناول النجاسة لأنها لا تنتن فدل أن العبرة للتنن لا لتناول النجاسة .

(۲/۱۵۳ ، كتاب الذبائح والصيد ، بيان ما يكره من الحيوانات ، البحر الرائق : ۸/۳۳۵ ،

كتاب الحظر والإباحة ، فصل في الأكل والشرب)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : واللحم إذا أنتن يحرم أكله والطعام إذا تغير واشتد تنجس .

(۵/۳۳۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل وما يتصل به)

(تجارت ویزبرائے چومیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، مورخہ: ۹-۱۱، جمادی الاولیٰ بمطابق: ۱-۳، مارچ ۲۰۱۵ء)

افزائش کے لیے کھاد اور دواؤں کا استعمال

مسئلہ (۲۰۲): پیداوار میں اضافہ کے لیے تدابیر اختیار کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ پسندیدہ ہے، لیکن افزائش کی لالچ میں ایسی کھاد اور دواؤں کا استعمال جو انسانی صحت کے لیے سخت ضرر رساں ہو، درست نہیں۔

پھلوں کو قبل از وقت پکانے اور خوشنما بنانے، نیز غیر فطری طریقے پر حجم بڑھانے کے لیے ایسے کیمیکل کا استعمال جو انسانی صحت کے لیے حد درجہ نقصان دہ ہو، شرعاً درست نہیں۔ جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے کے لیے کسی مصنوعی تدبیر کا اختیار کرنا فی نفسہ جائز ہے، لیکن اس کے لیے کوئی ایسا طریقہ اپنانا، جس سے جانور کو سخت تکلیف ہو، یا حاصل ہونے والا دودھ انسانی صحت کے لیے مضر ہو، درست نہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة: ۱۹۵) و قوله تعالى : ﴿ولا تقتلوا أنفسكم﴾ . (سورة النساء: ۲۹) ما في ” روح المعاني “ : استدلال بالآية على تحريم الإقدام على ما يخاف منه تلف النفس .

(۱۱۸/۲)

ما في ” البحر المحيط لأبي حيان “ : والظاهر أنهم نهوا عن كل ما يؤول بهم إلى الهلاك في غير طاعة الله ولا تجعلوا أنفسكم لقي إلى التهلكة فهلك . (۲/۱۱۹، ۱۲۰)

ما في ” روضة الطالبين “ : ويحرم ما يضر من البدن والعقل . (۳/۲۸۱)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : واللحم إذا أتن يحرم أكله . (۵/۳۳۹) (كتاب الفتاوى: ۶/۱۸۱، ۱۸۲)

ما في ” فتح القدير للشوكاني “ : فكل ما صدق عليه أنه تهلكت في الدين أو الدنيا فهو =

غذائی اشیاء میں مضر چیزوں کی ملاوٹ

مسئلہ (۲۰۳): غذائی اشیاء سے صحت اور زندگی کا تحفظ متعلق ہے، اور یہ بات نہایت قابل افسوس ہے کہ بعض اوقات غذائی اشیاء کی تیاری اور فراہمی سے متعلق افراد اور کمپنیاں اُن معیاروں کو ملحوظ نہیں رکھتی ہیں، جو صحت و تندرستی کی بقا و حفاظت کے لیے ضروری ہیں۔ اسی طرح غذائی اشیاء اور دوسری چیزوں میں ملاوٹ بھی کی جاتی ہے، یہ دونوں باتیں؛ جھوٹ، دھوکہ اور حفظانِ صحت کے اصولوں سے کھلوٹے ہیں، شرعاً یہ ناجائز و حرام ہے۔^(۱)

= داخل فی ہذا . (۱/۱۵۸ ، بیروت)

ما فی ”الموافقات فی أصول الأحکام للشاطبی“ : ومجموع الضروریات خمسة ؛ وهي حفظ الدین ، والنفس ، والنسل ، والمال ، والعقل . (۲/۲ ، کتاب المقاصد ، المسئلة الأولى) ما فی ”مجمع الزوائد“ : قوله صلی اللہ علیہ وسلم : ” لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام “ . (۲/۱۳۸ ، بیوع ، باب لا ضرر ولا ضرار ، سنن ابن ماجہ ، ص/ ۱۵۹ ، أبواب الأحکام ، التمهید : ۲/۲۸۲) ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : أما ما حُرّم لكونه یقتل الإنسان إذا تناولہ كالتسّموم فإنه لا تبيحه الضرورة ، لأن تناولہ استعجالاً للموت ، وقتلٌ للنفس ، وهو من أكبر الكبائر ، وهذا متفق عليه بين المذاهب . (۵/۱۵۹ ، أطعمة ، تفصیل المحرمات التي تبيحها الضرورة) (تجاویز ۲۴۰/۲ وال فقہی سیمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا ، منعقدہ : ۱۴۳۶ھ مطابق : ۲۰۱۵ء ، بمقام کیرلا)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”صحیح مسلم“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : ” أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مرّ علی صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال : ما هذا يا صاحب الطعام ؟ فقال : أصابته السماء يا رسول الله ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس ، من غشّ فليس مني “ . (۱/۷۰ ، کتاب الإیمان ، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم : من غشّ فليس منا) =

مصنوعات کے حلال و حرام ہونے کا سرٹیفکیٹ

مسئلہ (۲۰۴): شریعت میں حلال و حرام سے متعلق واضح احکام موجود ہیں، اُن پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے^(۱)، اور اس سے تساہل نہ صرف شدید گناہ ہے، بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی دوسری نیکیاں بھی ضائع ہو جاتی ہیں^(۲)، اس لیے مسلمانوں کو اس سلسلے میں پوری احتیاط برتنی چاہیے^(۳)، اور جو مسلم ادارے کسی کمپنی کی مصنوعات کے حلال ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں، وہ پوری تحقیق اور تیقظ و بیداری کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو انجام دیں، ورنہ وہ گنہگار ہوں گے۔^(۴)

=ما في "صحيح البخاري" : عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "..... وإياكم والكذب ، فإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار ، وما يزال العبد يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا " . (۲ / ۹۰۰ ، كتاب الأدب ، باب قول الله تعالى : يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين) ما في "الموافقات للشاطبي" : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين ، والنفس والنسل والمال والعقل ، وقال : إنها مراعاة في كل ملة . (۲ / ۱۱ ، احياء التراث العربي) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فروع : لا يحل كتمان العيب في مبيع أو ثمن لأن الغش حرام . (در مختار) وفي الشامية : قوله : (لأن الغش حرام) ذكر في البحر أول الباب بعد ذلك عن البزازیة عن الفتاوى : إذا باع سلعة معيبة عليه البيان ، وإن لم يبين ، قال بعض مشايخنا : يفسق وترد شهادته . (۴ / ۲۳۰ ، كتاب البيوع ، باب خيار العيب ، مطلب في جملة ما يسقط به الخيار ، بيروت)

(تجاویز ۲۴۳ / ۱۰۱ ، فقہی ہمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا ، منعقدہ : ۶-۱۴۳۶ھ مطابق : ۱۵-۲۰۱۵ء ، بمقام کیرالا) =

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " صحيح البخاري " : عن عامر قال : سمعت النعمان بن بشير يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " الحلال بين والحرام بين ، وبينهما مشتهيات لا يعلمها كثير من الناس ، فمن اتقى المشتهيات استبرأ لدينه وعرضه ، ومن وقع في المشتهيات - كراغ يرمى حول الحمى يوشك أن يواقعه ، ألا ! وإن لكل مَلِكِ حمى ، ألا ! إن حمى الله في أرضه محارمه " . الحديث .

(١/١٣) ، كتاب الإيمان ، باب فضل من استبرأ لدينه ، الرقم : ٥٢ ، صحيح مسلم : ٢/٢٨ ، كتاب المساقات والمزارعة ، باب أخذ الحلال وترك الشبهات ، الرقم : ٣٣٢٩

ما في " عمدة القاري " : أجمع العلماء على عظم موقع هذا الحديث ، وأنه أحد الأحاديث التي عليها مدار الإسلام ، قالوا : سبب عظم موقعه أنه عليه السلام نبه فيه على صلاح المطعم والمشرب والملبس والمنكح وغيره ، وأنه ينبغي أن يكون حلالا ، وأرشد إلى معرفة الحلال ، وأنه ينبغي ترك المشتهيات ، فإنه سبب لحماية دينه وعرضه ، وحذر من مواقعه الشبهات ، وأوضح ذلك بضرب المثل الحمى وقال النووي : معناه : أن الأشياء ثلاثة أقسام : حلال واضح : لا يخفى حله كأكل الخبز والفواكه ، وكالكلام والمشى وغير ذلك ، وحرام بين : كالخمر والدم والزنا والكذب وأشبه ذلك ، وأما المشتهيات : فمعناها أنها ليست بواضحة الحل والحرمة ، ولهذا لا يعلمها كثير من الناس ، وأما العلماء فيعرفون حكمها بنص أو قياس أو استصحاب وغيره ، فإذا تردد الشيء بين الحل والحرمة ، ولم يكن نص ولا إجماع ، اجتهد فيه المجتهد فألحقه بأحدهما بالدليل الشرعي ، فإذا ألحقه به صار حلالا أو حراما ، وقد يكون دليله غير خال عن الاجتهاد فيكون الورع تركه .

(١/٢٦٣ ، ٢٦٥ ، مرقاة المفاتيح : ٦/٩ ، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب الحلال ، الفصل الأول ، تحت الرقم : ٢٤٦٢)

(٢) ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يدخل الجنة لحم نبت من الشُّحت ، وكل لحم نبت من السحت كانت النار أولى به " رواه أحمد والدارمي والبيهقي في شعب الإيمان . (ص/٢٣٢ ، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب =

دودھ میں مینگنی گرجائے

مسئلہ (۲۰۵): دودھ دوہتے وقت، دودھ میں اگر مینگنی گرجائے، اور مینگنی کے اس میں گھل مل جانے سے پہلے نکال لی جائے، تو اس سے دودھ کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور اگر مینگنی گرے اور دودھ میں گھل مل جائے، تو دودھ ناپاک ہو کر قابلِ استفادہ نہیں ہوگا، تاہم واضح ہو کہ یہ حکم دودھ دوہتے وقت کے ساتھ خاص ہے، اگر ایسے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں مینگنی دودھ میں گرجائے، تو دودھ علی الفور ناپاک ہو جائے گا۔^(۱)

= الحلال، الفصل الثانی، الرقم: ۲۷۷۲

ما فی ”کنز العمال“: ”من أكل لقمة من الحرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحاً، وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولى به، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لُتِبَتْ اللحم“. (۸/۳، کتاب البیوع، ملحق من ذم الحرام، الرقم: ۹۲۶۲)

(۳) ما فی ”هذا حلال وهذا حرام“: ”ومن مشكلات العصر ما يستورد من اللحوم المحفوظة من الدول الشيوعية التي تنكر وجود الله، وتدعوا إلى ذلك بين الأقطار الأخرى، فهذه اللحوم حرام بإجماع السلف المستمد من النص على تحريم ذبائح أهل الكفر، لأنهم جاحدون لله، ولا يذكرون اسم الله عليها، ولا يقرون بأنهم متبعون لله في شيء. (ص/۱۲۴ - ۱۲۵، في الطعام والشراب واللباس، ذبائح البلاد التي أعلنت الكفر حديثاً، مؤلف: عبد القادر احمد عطا)

(۴) ما فی ”صحیح مسلم“: ”عن عبد الرحمن بن أبي بكره عن أبيه قال: ”كنا عند رسول الله ﷺ فقال: ”ألا أتبئكم بأكبر الكبائر (ثلاثاً)؟: الإشرāk بالله وعقوق الوالدين وشهادة الزور (أو قول الزور) وكان رسول الله ﷺ متكئاً فجلس، فما زال يُكرّرها حتى قلنا: ليته سكت“. (۶۳/۱، کتاب الإیمان، باب الكبائر وأكبرها) (اسلاک فقہ اکیڈمی انڈیا) =

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وبعرتي إبل وغنم كما يعفى لو وقعتا في محلب وقت الحلب فرميتا فوراً قبل تفتت وتلون . (در مختار) وفي الشامية : قوله : (وقت الحلب) : ولو وقعت في غير زمان الحلب فهو كوقوعها في سائر الأواني فننجس في الأصح ، لأن الضرورة إنما هي زمان الحلب ، لأن من عادت بها تبعد ذلك الوقت والاحتراز عنه عسير ولا كذلك غيره . قوله : (قبل تفتت وتلون) قال في العناية تبعاً للخانية : فلو تفتت أو أخذ اللبن لونها ينجس . فتأمل . (۱/ ۳۳۷ ، ۳۳۸ ، كتاب الطهارة ، فصل في البئر ، مطلب في الفرق بين الروث والخثى والبعر الخ)

ما في ” حلي كبير “ : وإن وقعت أي البعرة والبعرتان في اللبن وقت الحلب فأخرجت حين وقعت ولم يبق لها لون لم ينجس اللبن أيضاً أي كما لم ينجس البئر وهو مروى عن علي رضي الله عنه للضرورة إذ من عادت بها أن تبعد وقت الحلب والضرورة مقيدة بأن يرمى من ساعته ولم يبق لها لون ذكره شيخ الإسلام في المبسوط وإن وقع في غير وقت الحلب فهو بمنزلة وقوعه في سائر الأواني قيل يعفى فيه البعرة والبعرتان كالبئر والأصح أنه ينجس لعدم الضرورة وإمكان الاحتراز . (ص/ ۱۶۱ ، فصل في البئر)

ما في ” الأشباه والنظائر “ : والبعر إذا وقع في المحلب ورمى قبل التفتت .

(۱/ ۲۸۱ ، أسباب التخفيف)

ما في ” قواعد الفقه “ : المشقة تجلب التيسير . (ص/ ۱۲۲ ، القاعدة : ۳۲۱)

(فتاوى تفتاوى: ۲/ ۵۷۷)

رزقِ خداوندی کی ناقدری پر وعید شدید

مسئلہ (۲۰۶): رزق اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اور ہر نعمت کی قدر اُس کے مناسب حال ہوتی ہے، رزق کی قدر دانی یہ ہے کہ اُس کی بے حرمتی اور اِضاعت (ضائع کرنے) سے بچنے کا پورا اہتمام ہونا چاہیے۔ اگر ہم نے یہ کر لیا، تو اللہ پاک ضرور بالضرور ہماری اس نعمت میں اضافہ فرمائیں گے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ - اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا۔^(۱)

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم مسلم اور طلبہِ علومِ دینیہ ہوتے ہوئے بھی خدا کی اس نعمت کی قدر دانی نہیں کرتے، ضرورت سے زائد چائے اور کھانا وغیرہ لے لیتے ہیں، اور پھر بچی ہوئی چائے، جس جگہ بیٹھے تھے وہیں اُنڈیل دیتے ہیں، اور کھانا اس طرح بچاتے ہیں کہ وہ کسی دوسرے کے لیے قابلِ استعمال نہ رہنے کی وجہ سے کوڑے کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا جاتا ہے، یہ صورتِ حال یقیناً خدا تعالیٰ کے رزق کی ناقدری و ناشکری ہے، اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے، ورنہ یاد رکھیے! جو ذاتِ دیتی ہے وہ چھین لینے پر بھی پوری قدرت رکھتی ہے۔ ﴿وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ - اور اگر تم ناشکری کرو گے، تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔^(۲)

امید کہ ہم اصلاحِ حال کی فکر کریں گے، اور آئندہ اس طرح کے عمل سے باز رہیں گے، نیز یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ - جب کسی قوم کا مزاج یہ بن جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بے دریغ، بلا ضرورت استعمال کرے، تو ایسی قوم کے لیے

بہتے ہوئے دریا بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿لئن شكرتم لأزيدنكم﴾ . (سورة ابراهيم : ۷) . ﴿واشكروا لي ولا تكفرون﴾ . (سورة البقرة : ۱۵۲) . ﴿فاذكروا آلاء الله لعلكم تفلحون﴾ .

(سورة الأعراف : ۲۹)

ما في ” التفسير المظهری “ : (واشكروا لي) على ما أنعمت عليكم (ولا تكفرون) بجحد النعم . اهـ . (۱/۲۹ ، سورة البقرة : ۱۵۲)

ما في ” التفسير المظهری “ : (لئن شكرتم يا بني اسرائيل نعمتي فآمنتتم وأطعمتم نبيكم لأزيدنكم) في النعمة . فإن الشكر قيد للموجود وصيد للمفقود ، قال رسول الله ﷺ :

”من أعطي الشكر لم يحرم الزيادة“ . رواه ابن مردويه عن ابن عباس . وقيل : معناه : لئن شكرتم بالطاعة لأزيدكم في الثواب . (۵/۱۲۰ ، سورة إبراهيم ، الآية/۷)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : شكر الله تعالى على نعمه واجب شرعا من حيث الجملة فلا يجوز تركه بالكلية ، وقد استدلل الحليمي لذلك بالآيات التي فيها الأمر نحو قوله تعالى :

﴿فاذكروني اذ كرمك واشكروا لي ولا تكفرون﴾ . وقوله سبحانه : ﴿فاذكروا آلاء الله لعلكم تفلحون﴾ . ثم قال الحليمي : ثبت بهاتين الآيتين ونحوهما وجوب شكر الله تعالى

على العباد لنعمه السابغة عليهم ، ثم احتج للوجوب أيضا بقول الله تعالى : ﴿ثم لتسئلن يومئذ عن النعم﴾ . قال : ومعلوم أن المسئلة عن النعيم هي المسئلة عن شكره

والإكثار من الشكر مستحب ، وللشكر مواضع يُندب فيها كحمد الله على الطعام والشراب والملبس . (۲۶/۱۷۲ ، ۱۷۵ ، شكر ، الحكم التكليفي)

وفيه أيضا : وردت الشريعة بإثبات فضل الشكر من أوجه كثيرة ، منها : د : - أنه جعله سببا للمزيد من النعم ، فقال : ﴿واذ تأذن ربكم لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم

إن عذابي لشديد﴾ . (۲۶/۱۷۵ ، ۱۷۶ ، فضل الشكر)

وفيه أيضا : وكل منعم عليه ينبغي له الشكر لمن أولاه تلك النعمة ولو كانت قليلة لحديث : ”من لم يشكر القليل لم يشكر الكثير“ . اهـ وإذا كان الله تعالى =

=شکر المحسنين وهو غني عنهم فالعبد أولى بأن يشكر لمن أحسن إليه والشكر بالفعل هو الأصل بأن يجزي بالمعروف معروفا ، قال النبي ﷺ : ” من أولي نعمة فليشكرها، فإن لم يقدرها فليظهر ثناءً حسناً “ . قال الحليمي : وهذا يدل على أن الشكر المذكور في هذا الحديث أريد به الشكر بالفعل ، ولولا ذلك لم يقل : ” فإن لم يقدر فليظهر ثناء حسنا “ ، فإذا كانت النعمة فعلا كان الشكر إحسانا مكان إحسان ، فإن لم يتيسر قام الذكر الحسنُ والثناءُ والبشْرُ مقامه . (۱۸۱/۲۶ ، ۱۸۲ ، شكر العباد على المعروف)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ ولئن كفرتم إن عذابي لشديد ﴾ . (سورة ابراهيم : ۷) .
﴿ واشكروا لي ولا تكفرون ﴾ . (سورة البقرة : ۱۵۲)

ما في ” التفسير المظهري “ : (ولئن كفرتم) نعمتي (إن عذابي لشديد) تقديره : أعذبكم عذابا شديدا بسلب النعمة في الدنيا والعذاب في الآخرة لأن عذابي شديد . فحذف الجزاء وأقيم العلة مقامه تعريضا للوعيد فإن التصريح في الوعد والتعريض في الوعيد من عادات الأكرمين وتنبهها على أن المزيد لازم للشكر لا يتخلف عنه ، والعذاب بعد الكفران في مشيئة الله تعالى إن شاء عذب وإن شاء عفا عنه (وقال موسى إن تكفروا انتم) يا بني اسرائيل (ومن في الأرض جميعا) من الثقلين ولا تشكروا والتقدير : ولئن كفرتم أضرتهم أنفسكم بتعريضها للعذاب الشديد وتحريمها عن مزيد الإنعام . (۱۲۰/۵)

ما في ” مسند أحمد “ : عن النعمان بن بشير قال : قال النبي ﷺ على المنبر : ” من لم يشكر القليل لم يشكر الكثير ، ومن لم يشكر الناس لم يشكر الله ، التحدث بنعمة الله شكر ، وتركها كفر ، والجماعة رحمة ، والفرقة عذاب “ . [وإسناده حسن]

(۳) ما في ” أحكام القرآن لابن العربي “ : الإسراف تعدي الحد ، فهناهم عن تعدي الحلال إلى الحرام . وقيل : ألا يزيدوا على قدر الحاجة . (۷۸/۲)

(۳) ما في ” أحكام القرآن لابن العربي “ : الإسراف تعدي الحد ، فهناهم عن تعدي الحلال إلى الحرام . وقيل : ألا يزيدوا على قدر الحاجة . (۷۸/۲)

ما في ” سنن ابن ماجه “ : عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله ﷺ مرّ بسعد وهو يتوضأ فقال : ” ما هذا السرف ؟ “ فقال : أفي الوضوء إسراف ؟ قال : ” نعم ، وإن كنت على نهر جارٍ “ . (ص/ ۳۳) ، كتاب الطهارة ، باب ما جاء في القصد في الوضوء وكراهة التعدي فيه ، قديمي ، الرقم : (۳۲۵) (ذكر بكر: ص/ ۷۷)

کیکڑ اور آکٹوپس کھانا

مسئلہ (۲۰۷): مذہبِ احناف میں سمندری جانوروں میں سے صرف مچھلی اپنی تمام اقسام کے ساتھ حلال ہے، مچھلی کے علاوہ کسی اور سمندری جانور کا کھانا جائز اور درست نہیں ہے^(۱)، جدید دور کے ماہرین حیوانات نے مچھلی کی پہچان کے لیے چار علامتیں لکھی ہیں:

(۱) ریڑھ کی ہڈی۔ (۲) سانس لینے کے گل پھڑے۔^(۲)

(۳) تیرنے کے لیے نپکھے۔ (۴) ماحول کے مطابق جسم کے درجہ حرارت کا کم و بیش ہونا۔^(۳)

لہذا سرطان یعنی کیکڑا، اور بزبانِ عربی ”انْطَبُوط“، و بزبانِ انگریزی آکٹوپس، یعنی وہ سمندری جانور جس کے آٹھ پیر ہوتے ہیں^(۴)، کا کھانا عند الاحناف جائز نہیں ہے، اس لیے کہ ان میں مچھلی کی مذکورہ علامات موجود نہیں ہیں، نیز یہ شکل و صورت میں بھی مچھلی سے بالکل مختلف ہیں۔

نوٹ: احناف کے نزدیک کیکڑا کھانا، ناجائز ہے، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک جائز ہے، اور شافعیہ میں سے امام نووی رحمہ اللہ نے دو قول ذکر کیے ہیں، نیز متاخرین میں بھی اختلاف ہے، لہذا کیکڑے کے کھانے سے بچنا چاہیے۔

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۶/۲۷۷، مذہبِ اربعہ میں کیکڑا کھانے کا شرعی حکم)

(۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : ويستوي في حل الأكل جميع أنواع السمك من الجريث والمارماهي وغيرهما ، لأن ما ذكرنا من الدلائل في إباحة السمك لا يفصل بين سمك وسمك إلا ما خص بدليل ، وقد روي عن سيدنا علي وابن عباس (رضي الله عنهما) إباحة الجريث والسمك الذكر ولم ينقل عن غيرهما خلاف ذلك فيكون إجماعا .

(۳۶/۵) ، طبع سعيد كراچی ، و ۱۷۹/۶ ، کتاب الذبائح والصيد ، بيروت)

ما في ” فتاوی قاضي خان علی هامش الهندية “ : ولا بأس بسائر أنواع السمك نحو الجريث والمارماهي ولا يؤكل ما في البحر سوى السمك وطير الماء عندنا .

(۳۵۷/۳) ، کتاب الصيد والذبائح)

ما في ” النتف في الفتاوی “ : وأما دواب البحر فإنها محرمة سوى السمك بأجناسها في قول الفقهاء . (ص/ ۱۵۰) ، حکم دواب البحر ، ط : بيروت)

ما في ” الفقه الحنفي في ثوبه الجديد “ : ولا يؤكل من حيوان الماء إلا السمك قال ابن حجر : ولا خلاف بين العلماء في حل السمك على اختلاف أنواعه .

(۲۶۱/۵) ، حکم أكل الحيوانات المائية ، دار القلم دمشق)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ولا يحل عند الحنفية من الحيوان المائي شيء سوى السمك فيحل أكله سواء أكان ذافلوس (قشر) أم لا . (۱۲۸/۵) ، الحيوان المائي ، حلاله وحرامه)

ما في ” ما لا بد منه “ : واز حيوانات دریا نزد امام اعظم سوائے ماهی به جميع اقسام خود هیچ جانور حلال نیست . (ص/ ۹۹) ، کتاب التقوی ، مکتبه الامین کتابستان دیوبند)

(۲) ما في ” فيروز اللغات “ : گُل پھڑا - چھلی کا جبر ا جس سے وہ سانس لیتی ہے۔ (ص/ ۱۱۰۰)

(۳) (فتاوی دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ: ۶/۲۷۱)

(۴) ما في ” المعجم الوسيط “ : الأخطبوط : حيوان بحري أسطواني الشكل له ثماني أرجل رأسية يضرب به المثل في شدة الثبث بما يمسكه .

(۹/۱) ، باب الهمزة ، دار النشر ودار الدعوة)

ما في ” القاموس الوحيد “ : آٹھ پیروں والا بحری جانور ، سختی کے ساتھ چمٹنے والا۔ الأخطبوط . والأخطبوط . (۱۱۴/۱) (فتاوی دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ: ۶/۲۷۱)

خرگوش کا گوشت کھانا

مسئلہ (۲۰۸): خرگوش کا گوشت کھانا جائز اور درست ہے، خواہ وہ پنچے (کھڑ) والا ہو، یا بغیر پنچے (بغیر کھڑ) والا، اس لیے کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ - حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خرگوش کو ذبح کیا، اور کچھ حصہ بطور ہدیہ کے حضور ﷺ کے پاس بھیجا، آپ ﷺ نے قبول فرمایا^(۱)، اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ - آپ ﷺ نے صحابہ کو کھانے کا حکم فرمایا^(۲)، نیز خرگوش نہ درندہ ہے، نہ مُردار کھانے والا، پس یہ ہرن کے مشابہ ہے، اس لیے اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس رضي الله عنه قال : " أنفجنا أرنباً ونحن بمرّ الظهران فسعى القوم فغلبوا فأخذتها فجنت بها إلى أبي طلحة ، فذبحها فبعث بوركيها ، أو قال : بفخذَيْها إلى النبي ﷺ فقبلها " . (ص/ ۱۰۱۲) ، كتاب الذبائح والصيد والتسمية على الصيد ، باب الأرنب ، الرقم : ۵۵۳۵ ، احياء التراث العربي ، صحيح مسلم : ۳۲/۷ ، كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان ، باب إباحة الأرنب ، الرقم : ۵۰۲۲/۱۹۵۳

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن جابر بن عبد الله : " أن رجلا من قومه صاد أرنباً أو اثنين فذبحهما بمرورة ، فعلقهما حتى لقي رسول الله ﷺ فسأله فأمره بأكلهما " . قال أبو عيسى : وقد رخص بعض أهل العلم أن يذكي بمرورة ولم يروا بأكل الأرنب بأسا ، وهو قول أكثر أهل العلم . (۲/ ۲۲۶) ، كتاب الذبائح ، باب ما جاء في الذبيحة بالمرورة ، الرقم : ۱۴۷۲

ما في " حياة الحيوان " : يحلّ أكل الأرنب عند العلماء كافة وحجتنا ما روى الجماعة عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : أنفجنا أرنباً بمر الظهران فسعى القوم عليها =

= فغلبوا فأدرکتها فأخذتها وأتیت بها أبا طلحة فذبحها وبعث إلى النبي ﷺ بورکها وفخذها فقبله ، وفي البخاري في كتاب الهبة - أن النبي ﷺ قبله وأكل منه ، ولفظ أبي داود : كنت غلاما حزورا فصدت أرنبًا فشويتها فبعث معي أبو طلحة رضي الله عنه بعجزها إلى النبي ﷺ وقد سئل رسول الله ﷺ عنها فقال : ” هي حلال “ . وروى أحمد والنسائي وابن ماجه والحاكم وابن حبان عن محمد بن صفوان أنه صاد أرنبين فذبحهما بمروتين وأتى النبي ﷺ فأمره بأكلهما . (۲۳/۱ ، الأرنب ، الحكم)

(۳) ما في ” الهداية “ : ولا بأس بأكل الأرنب ، لأن النبي عليه السلام أكل منه حين أهدي إليه مشويا وأمر أصحابه بالأكل منه ، ولأن ليس من السباع ولا من أكلة الجيف فأشبهه الطي .

(۴/۴) ، كتاب الذبائح ، قديمي ، البحر الرائق : ۳۱۳/۸ ، ۳۱۴ ، اللباب في شرح الكتاب : ۹۶/۳ ، قديمي كتب خانة كراچی ، المبسوط للسرخسي : ۲۵۳/۱۱ ، كتاب الصيد ، المحيط البرهاني : ۴۳۱/۶ ، كتاب الصيد ، الفصل الأول ، بدائع الصنائع : ۲۹۳/۶ ، بيروت ، تبیین الحقائق : ۲۶۸/۶ ، كتاب الذبائح ، فصل فيما يحل وما لا يحل ، بيروت ، الموسوعة الفقهية : ۱۳۳/۵) (فتاوى رجمیه : ۷۶/۱۰ - ۷۹ ، فتاوى دارالعلوم زکریا : ۲۵۶/۶)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ثم إنها من الحيوان المستطاب ، وليست ذات ناب تفترس به ولم يرد نصٌ بتحريمها ، فهذه المنطاطات تستوجب حلها كما سيرى في الأنواع المحرمة ، وقد أكلها سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه ورخص فيها أبو سعيد الخدري وعطاء وابن المسيب والليث وأبو ثور وابن المنذر . (۱۳۳/۵ ، أطعمة ، النوع الثاني ، الأرنب)

کتاب الطب

دوا و علاج سے متعلق مسائل علاج کرائے بغیر وفات

مسئلہ (۲۰۹): علاج و معالجہ کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”تَدَاوُوا ! فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ
الْهَرَمُ“۔ یعنی اپنا علاج کراؤ، کیوں کہ اللہ پاک نے ہر بیماری کی شفا رکھی ہے،
سوائے بڑھاپے کے۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں حضرات فقہائے کرام نے
صراحت فرمائی ہے کہ اسبابِ مظلونہ۔ یعنی جن سے شفا کی توقع ہو۔ کے درجے
میں ڈاکٹر یا حکیم کے ذریعے علاج کرنا شرعاً مطلوب ہے، یہ توکل علی اللہ (اللہ پر
بھروسہ) کے منافی نہیں ہے، اس لیے صحت و تندرستی کی حفاظت اور امراضِ لاحقہ
کا علاج کرنا چاہیے، لیکن چونکہ علاج بہر حال ایک امر باطنی ہے، یقینی نہیں،
اس لیے اگر کوئی شخص دوا و علاج نہ کرائے، اور اسی بیماری میں وفات پا جائے، تو اس
پر مؤاخذہ و بازپرس نہیں ہوگی۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مشکوٰۃ المصابیح“ : عن أسامة بن شريك قال : قالوا : يا رسول الله !
أفتتداوي؟ قال : ” نعم يا عباد الله ! تداووا ! فإن الله لم يضع داء إلا وضع له شفاء غير داء
واحد الهرم“ . رواه أحمد والترمذي وأبو داود . (ص/ ۳۸۸ ، جامع الترمذي : ۲/ ۲۳ ،
أبواب الطب ، باب ما جاء في اللواء والحث عليه ، سنن أبي داود : ص/ ۵۳۹ ، کتاب =

= الطب ، باب الرجل يتداوي والحمية والحجامة)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : (يا عباد الله) إشارة إلى أن التداوي لا ينافي العبودية ، ولا يدافع التوكل على صاحب الربوبية ، ولذا قال في الحديث ” أعقل وتوكل “ . (تداووا) تأكيد لما فهم من قوله : ” نعم “ والمعنى ” تداووا ولا تعتمدوا في الشفاء على التداوي ، بل كونوا عباد الله متوكلين عليه ومفوضين الأمور إليه . (۳۶۱ / ۸) ، كتاب الطب والرقي)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : اعلم بأن الأسباب المزيله للضرر تنقسم إلى مقطوع به كالماء المزيل لضرر العطش والخبز المزيل لضرر الجوع ، وإلى مظنون كالفصد والحجامة وشرب المسهل وسائر أبواب الطب وإلى موهوم كالكي والرقيه وأما الدرجة المتوسطة وهي المظنونة كالمداواة بالأسباب الظاهرة عند الأطباء فعليه ليس مناقضا للتوكل ، والرجل إذا استطلق بطنه أو رمدت عيناه فلم يعالج حتى أضعفه ذلك وأضناه ومات منه لا إثم عليه . (۳۵۵ / ۵) ، الباب في التداوي والمعالجات)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وقد ذهب جمهور العلماء (الحنفية والمالكية) إلى أن التداوي مباح . (۱۱ / ۱۱) ، تداوي ، حكمه التكليفي)

ما في ” زاد المعاد “ : وفي الأحاديث الصحيحة : الأمر بالتداوي وأنه لا ينافي التوكل كما لا ينافيه دفع داء الجوع والعطش والحر والبرد بأضدادها بل لا يتم حقيقة التوحيد إلا بمباشرة الأسباب التي نصبها الله مقتضيات معطلها أن تركها لمسبباتها قدرا وشرعا وأن تعطيها يقدر في نفس التوكل كما يقدر في الأمر والحكمة ويضعفه من حيث يظن أقوى في التوكل فإن تركها عجزا ينافي التوكل الذي حقيقته اعتماد القلب على الله في حصول ما ينفع العبد في دينه وديناه ودفع ما يضره في دينه وديناه ، ولا بد مع هذا الاعتماد من مباشرة الأسباب وإلا كان معطلا للحكمة والشرع فلا يجعل العبد عجزه توكلا ولا توكله عجزا .

(۶۷ / ۳) ، بحث الترغيب إلى التداوي وربط المسببات بالأسباب ، مجمع الأنهر : ۱۸۰ / ۳ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۷۷۵۳، فتاوى محمودية: ۱۸ / ۳۳۷)

چھاتی بڑھ جانے پر اس کی سرجری

مسئلہ (۲۱۰): اگر کسی شخص کی چھاتی خلقتاً یا مرض کی وجہ سے اتنی بڑھ گئی ہو، جو عیب سمجھی جاتی ہے، اور اس کو کم کرنے کا کوئی طریقہ کار آمد نہ ہو، تو ایسی صورت میں اس کی سرجری کروانا جائز ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح مسلم “ : عن عاصم بن عمر بن قتادة قال : جاءنا جابر بن عبد الله في أهلنا ورجل يشتكى خُرْجًا به أو جِرْحًا ، فقال : ما تشككي ؟ قال : خُرْج بي قد شقَّ عليَّ فقال : يا غلام ! انتني بحجّام ، قال رسول الله ﷺ : ” وما أحب أن أكتوي “ قال : فجاء بحجّام فشرطه فذهب عنه ما يجد .

(۲/۲۲۵، کتاب السلام، باب لكل داء دواء واستحباب التداوي، الرقم: ۲۲۰۵)
ما في ” المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج “ : وقوله ﷺ : (ما أحب أن أكتوي) إشارة إلى تأخير العلاج بالكي حتى يضطر إليه لما فيه من استعمال الألم الشديد في دفع ألم قد يكون أضعف من ألم الكي ، وجميع الأشخاص والأطباء مجمعون على أن المرض الواحد يختلف علاجه باختلاف السن والزمان والعادة والغذاء المتقدمة والتدبير المألوف وقوة الطباع . (۷/۳۰۶، ۷/۳۰۷، احیاء التراث العربی)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال : سمعت النبي ﷺ يقول : ” إن كان في شيء من أدويتكم أو يكون في شيء من أدويتكم خير ففي شرطة محجم أو شربة عسل أو لدعة بنار توافق الداء ، وما أحب أن أكتوي “ .

(۲/۸۳۸، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل، الرقم: ۵۲۸۳)

ما في ” عمدة القاري “ : قوله : (وما أحب أن أكتوي) أشار به إلى أنه يؤخر العلاج به حتى لا يوجد الشفاء إلا فيه من استعمال الألم الشديد في دفع ألم قد يكون أضعف من ألم الكي .

(۲۱/۳۳۷)

(فتاویٰ ہنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۹۵۴۷)

عملِ تنویم^(۱) (Hypnosis) کے ذریعے علاج

مسئلہ (۲۱۱): آج کل علمِ جذبات کے جاننے والے، ماہرِ نفسیات اور دماغی امراض کے مُعالج، عملِ تنویم (Hypnosis) کے ذریعے، سگریٹ و شراب نوشی، پُر جوش جذبات، دائم المرض، دماغی حالات و دماغی توازن کو برقرار رکھنا، بے خوابی اور بد دلی وغیرہ جیسے امراض کا علاج کر رہے ہیں، اس مُعالجے میں طبیب یا مُنوم عام طور پر کچھ الفاظ بول کر، کبھی موسیقی کے ذریعے، کبھی آنکھ میں آنکھ ڈال کر مخصوص اشاروں سے، کبھی ہاتھ کو مخصوص انداز میں گھما پھرا کر، مریض کو آرام میں لے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے مریض پر ایک قسم کی غفلت طاری ہو جاتی ہے، جس میں مریض نہ سو رہا ہوتا ہے، نہ بیدار، اور اس طرح سے اُس کا علاج آسان ہو جاتا ہے، تو معلوم ہوا کہ عملِ تنویم کا مقصد مریض کو آرام میں لے جانا ہوتا ہے، تاکہ بہ سہولت اُس کا علاج ہو سکے، لیکن جو لوگ عملِ تنویم کراتے ہیں، خود انہیں اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی، بہ ظاہر یہ عمل، سحر (جادو) اور شیاطین سے استمداد (مدد لینے) پر مشتمل ہوتا ہے^(۲)، اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے، بیماریوں کے لیے جائز مُعالجات بے شمار ہیں، اُن سے کام چلانا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " قاموس أطلس الموسوعي " : [Hypnosis/hip-nosis] التتویم المغنطيسي : حالة شبيهة بالنوم يُستدرجُ فيها المريض للنوم بطريقة اصطناعية ويكون المريض عندها تحت التأثير القوي للاقتراحات التي تقدم من قبل المنوم . =

=المعالجة بالتنويم المغنطيسي : Hypno-ther-pe، - معالجة الأمراض الجسمية والعقلية بالتنويم المغنطيسي .

(ص/ ۶۱۸، دار أطلس للنشر والتوزيع، جمهورية مصر)

ما في ” طبي لغات ” مخزن الجواهر “ : تنويم : (ع) نیندلانا، یاسلانا، خواہ بذریعہ کسی دوا کے ہو یا کسی عمل کے، ڈاکٹری میں اس تنویم کو جو کسی کے تابع ہو، ہپناٹزم Hypnotism اور مسمریزم Mesmerism کہتے ہیں۔

نوٹ: ہپناٹزم (عمل توجہ) ایک قدیم عمل ہے جس کے ذریعے عامل اپنے معمول کو بے ہوش اور بے خبر کر دیتا ہے، چنانچہ اس قسم کے عامل کم و بیش ہر ملک میں پائے جاتے ہیں، اس عمل کو میسمر نامی ایک بڑے جرمنی عامل کے نام پر نامزد کرتے ہیں۔ مسمریزم کہتے ہیں۔

(ص/ ۲۰۸، مؤلفہ: شمس الاطباء حکیم وڈاکٹر غلام جیلانی خان صاحب، مکتبہ دانیال لاہور)

(۲) ما في ” التشريح الجنائي الإسلامي “ : التنويم المغنطيسي : هو حالة من حالات النوم الصناعي يقع فيها شخص بتأثير آخر بحيث يصبح النائم تحت تأثير المنوم يفعل كل ما يأمره بفعله سواء وقت النوم أو بعد اليقظة ، وينفذ النائم عادة هذه الأوامر بشكل آلي فلا يشعر بما فعل تلبية للأمر الصادر إليه إذا أتى الفعل أثناء النوم ، ولا يستطيع مقاومة إحياء الأمر إذا أتى الفعل بعد اليقظة ، ولم يعرف بعد بصفة قاطعة الكيفية التي يسيطر بها المنوم على النائم وإن كان بعض الأطباء يرى أن النائم يستطيع أن يقاوم الإحياء الإجرامي . وإذا طبقنا قواعد الشريعة على هذه الحالة وجب أن نلحقها بحالة النوم الطبيعي ، ومن ثم يكون النائم مكرها ويرتفع عنه العقاب للإكراه إذا ارتكب جريمة من الجرائم التي يرفع فيها الإكراه العقاب . والواقع أنه يصعب إلحاق التنويم المغنطيسي بالجنون ، لأن النوم الصناعي الذي يقع فيه النائم لا يسلبه الإدراك وإنما يسلبه فقط الاختيار . وآراء أغلب شراح القوانين تتفق مع الشريعة في اعتبار التنويم المغنطيسي إكراهاً وإن كانوا يتكلمون عنه عادة بمناسبة الكلام على الجنون . هذا هو حكم التنويم المغنطيسي إذا كان النائم قد نام مرغماً أو قبل أن ينام وهو لا يفكر في ارتكاب الجريمة ، أما إذا كان النائم يعلم أن المنوم يقصد من تنويمه أن يوحى إليه بارتكاب جريمة أو يشجعه على ارتكابها ثم قبل أن ينام فإن النائم في هذه =

= الحالة يعتبر متعمدا ارتكاب الجريمة وما كان التنويم إلا وسيلة من الوسائل التي تساعد على ارتكابها فهو مسؤول عن فعله طبقا لقواعد المسؤولية العامة وفي هذا تتفق الشريعة الإسلامية مع القوانين الوضعية تمام الاتفاق .

(٥٩١ / ١ ، ٥٩٢ ، التنويم المغناطيسي ، رقم الفقرة : ٢٢٣ ، مؤسسة الرسالة بيروت)
 ما في ” الموسوعة الجنائية الإسلامية “ : التنويم المغناطيسي : حالة تتم عن طريق تأثير شخص قوي على شخص أضعف منه يكون في حالة وسط بين النوم واليقظة يتم فيها طرد كل الأفكار من ذهن الشخص الآخر وإحلال الأفكار المطلوبة محلها ويكون له تأثيرا قويا ، وهو منتشر في هذا الزمان . اهـ . (١ / ٢٥٥) ، المؤلف : سعود بن عبد العالي البارودي العتيبي ، عضو هيئة التحقيق والإدعاء العام ، فرع منطقة الرياض ، [الموسوعة الجنائية الإسلامية المقارنة بالأنظمة المعمول بها في المملكة العربية السعودية]

ما في ” فتاوى اللجنة الدائمة “ : التنويم المغناطيسي : ضرب من ضروب الكهانة باستخدام جني حتى يسلطه المنوم على المنوم فيتكلم بلسانه ويكسبه قوة على بعض الأعمال بالسيطرة عليه إن صدق مع المنوم وكان طوعا له مقابل ما يتقرب به المنوم إليه ويجعل ذلك الجني المنوم طوع إرادة المنوم بما يطلبه من الأعمال أو الأخبار بمساعدة الجني له إن صدق ذلك الجني مع المنوم ، وعلى ذلك يكون استغلال التنويم المغناطيسي واتخاذ طريقا أو وسيلة للدلالة على مكان سرقة أو ضالة أو علاج مريض أو القيام بأي عمل آخر بواسطة المنوم غير جائز ، بل هو شرك ولأنه التجاء إلى غير الله فيما هو من وراء الأسباب العادية التي جعلها سبحانه إلى المخلوقات وأباحها لهم . (١ / ٣٢٨) ، المؤلف : اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (فتاوى دارالعلوم زكريا : ٦ / ٤٤٤ ، معالج بالتنويم كالحكم)

حقوق الأولاد والوالدین

اولاد اور والدین کے ایک دوسرے پر حقوق
 نومولود بچہ کے کان میں اذان اور ”الصلوة خیر من النوم“ کا اضافہ
مسئلہ (۲۱۲): نومولود بچہ - خواہ لڑکا ہو یا لڑکی - کو نہلا ڈھلا کر، پاک صاف
 کپڑے پہنا کر، اُس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا
 مستحب ہے، آپ ﷺ نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نورِ نظر
 حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت پر اُن کے دائیں کان میں اذان اور
 بائیں کان میں اقامت کے الفاظ کو پڑھا تھا۔

اذان دینے والا شخص قبلہ رخ ہو کر اتنی زور سے اذان پڑھے کہ بچہ کے کان میں
 اذان پہنچ جائے، بہت زیادہ آواز کو بلند نہ کرے، اور نہ فجر کی اذان پڑھے، کیوں
 کہ ”الصلوة خیر من النوم“ ان الفاظ کا فجر کے ساتھ مخصوص ہونا احادیث
 سے ثابت ہے، اور اذانِ مولود میں کہیں صراحت نہیں ملتی کہ یہ کلمہ؛ ”الصلوة
 خیر من النوم“ بھی پڑھا جائے۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”صحیح البخاری“ : عن ابي بردة عن ابي موسى قال : ” وُلد لي غلام فأتيت به
 النبي ﷺ فسماه ابراهيم فحنكه بتمرة ودعا له بالبركة ودفعه إليّ وكان أكبر ولد ابي
 موسى“ . (۲/ ۹۱۵، كتاب الأدب ، باب من سمي بأسماء الأنبياء ، قديمي)

ما فی ”جامع الترمذی“ : حدثنا محمد بن بشار ثنا يحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن =

= مهدي قال ثنا سفيان عن عاصم بن عبيد الله عن عبيد الله بن أبي رافع عن أبيه قال : " رأيت رسول الله ﷺ أذن في أذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلوة " . هذا حديث صحيح ، والعمل عليه . (۲۷۸/۱ ، أبواب الأضاحي ، باب الأذان في أذن المولود ، قديمي ، عون المعبود : ص/ ۲۱۷۹ ، الرقم : ۵۱۰۵ ، كتاب الأدب ، باب في المولود يؤذن في أذنه [باب في الصبي يولد فيؤذن في أذنه] ، ط : بيت الأفكار الدولية ، تحفة المودود بأحكام المولود : ص/ ۲۹ ، ۳۰ ، الباب الرابع في استحباب التأذين في أذنه اليمنى والإقامة في أذنه اليسرى)

ما في " شعب الإيمان للبيهقي " : أخبرنا أبو محمد بن فراس بمكة أنا أبو حفص الجمحي نا علي بن عبد العزيز نا عمرو بن عون نا يحيى بن العلاء الرازي عن مروان بن سالم عن طلحة بن عبد الله العقيلي عن الحسين بن علي قال : قال رسول الله ﷺ : " من ولد له مولود فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى رفعت عنه أم الصبيان " .

وفيه أيضاً : وأخبرنا علي بن أحمد بن عبدان أنا أحمد بن عبيد الصفار نا محمد بن يونس نا الحسن بن عمر بن سيف السدوسي نا القاسم بن مطيب عن منصور بن صفية عن أبي سعيد عن ابن عباس أن النبي ﷺ " أذن في أذن الحسن بن علي يوم ولد ، فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى " . [في هذين الإسنادين ضعف] .

(۳۹۰/۶ ، الرقم : ۸۶۱۹ ، ۸۶۲۰ ، باب في حقوق الأولاد والأهلين)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۵۷۲۷۸)

موجودہ دور میں والدین کی ذمہ داری

مسئلہ (۲۱۳): ہم مسلمان ہیں، ہم قرآن کریم اور رسولِ امین ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کے مکلف و پابند ہیں^(۱)، مگر افسوس! ہم نے دونوں کو مجبور (چھوڑا ہوا) بنا رکھا ہے^(۲)، قرآن کریم ہمارے حلق میں اٹکا ہوا ہے، دلوں میں نہیں اُترا^(۳)، آپ ﷺ کی سیرت ہماری زبانوں پر تو ہے، مگر عملی زندگی میں نہیں، یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں بُرے دن دیکھنے پڑ رہے ہیں، اور غیروں کی ہمتیں اتنی بڑھ چکی ہیں کہ وہ ”گھر واپسی“ کے عنوان سے ہم مسلمانوں کے دین و مذہب کو تبدیل کرنے پر آمادہ ہیں، موجودہ حالات میں ہم مسلمانوں پر فرض و لازم ہے کہ اپنے اور اپنے بچوں کے ایمان و عقائد کی حفاظت کی فکر کریں^(۴)، اُن کی دینی تربیت کریں، انہیں قرآن کریم اور سیرت کی تعلیم دیں^(۵)، خود کو اسلامی تہذیب و ثقافت کا مکلف و پابند بنا کر اپنے بچوں کے سامنے بطور آئیڈیل و نمونہ پیش کریں، شریعتِ اسلامیہ کی خصوصیات اور دیگر مذاہب میں اس کے امتیازات سے انہیں آگاہ کرتے ہوئے، باطل اور غیر اسلامی تہذیب و رسومات کے دینی و دنیوی نقصانات سے واقف کرائیں، اور اُن کے قلوب میں اس بات کو پیوست کر دیں کہ ہماری دنیوی و اُخروی کامیابی و سعادت مندی دینِ اسلام سے وابستگی میں ہی ہے۔^(۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم =

= ثم لا يجدوا في انفسهم حرجًا مما قضيت ويسلموا تسليماً ﴿ (سورة النساء : ٦٥) .
﴿لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله
كثيراً﴾ . (سورة الأحزاب : ٢١)

ما في ” التفسير المظهرى “ : (لقد كان لكم) أيها المؤمنون (في رسول الله اسوة حسنة)
الأسوة معناه القدوة وهو ما يقتدى به ههنا أن لكم في شأن رسول الله خصلة حسنة من حقها
أن يؤسى بها كالثبات في الحرب ومقاساة الشدائد . (٣١٢/٤)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وقوله تعالى : (لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة)
من الناس من يحتج به في وجوب أفعال النبي ﷺ ولزوم التأسي به فيها ، ومخالفوا هذه
الفرقة يحتجون به أيضاً في نفي إيجاب أفعاله ، فأما الأولون فإنهم ذهبوا إلى أن التأسي به هو
الإقتداء به ، وذلك عموم في القول والفعل جميعاً قال أبو بكر : والصحيح أنه لا دلالة فيه
على الوجوب ، بل دلالة على الندب أظهر منها على الإيجاب لما ذكرنا . (٣٢٥/٣ ، ٣٦٦)
(٢) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وقال الرسول يا رب ان قومي اتخذوا هذا القرآن
مهجوراً﴾ . (سورة الفرقان : ٣٠)

ما في ” روح المعاني “ : (مهجوراً) أي متروكا بالكلية ولم يؤمنوا به ولم يرفعوا إليه رأساً لم
يتأثروا بوعيده ووعده ، فمهجوراً من الهجر بفتح الهاء بمعنى الترك وهو الظاهر ، وروي
ذلك عن مجاهد والنخعي وغيرهما . (٢٠/١١)

(٣) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن حذيفة قال : قال رسول الله ﷺ : ” اقرؤوا القرآن
بلُحون العرب وأصواتها “ ... وسيجيء بعدى قوم يُرجعون بالقرآن ترجيع الغناء والنوح لا
يجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب الذين يعجبهم شأنهم . رواه البيهقي في شعب الإيمان
ورزين في كتابه . (ص / ١٩١ ، كتاب فضائل القرآن ، باب آداب التلاوة ودروس القرآن ،
الرقم : ٢٢٠٤ ، الفصل الثالث)

ما في ” مرعاة المفاتيح “ : قال الطيبي : أي لا يصعد عنها إلى السماء ولا يقبله الله منهم ولا
ينحدر عنها إلى قلوبهم ليدبروا آياته ويعملوا بمقتضاه . (مفتونة) أي مبتلى بحب الدنيا
وتحسين الناس لهم . (٨٦/٥ ، الرقم : ٢٢٠٤) =

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ظهر الفساد في البرّ والبحر بما كسبت أيدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون﴾ . (سورة الروم : ٢١)

ما في ” روح المعاني “ : (ظهر الفساد في البرّ والبحر) كالجذب والموتان وكثرة الحرق والغرق وإخفاق الصيادين والغاصة ومحق البركات من كل شيء وقلّة المنافع في الجملة وكثرة المضارع (بما كسبت أيدي الناس) أي بسبب ما فعله الناس من المعاصي والذنوب وشؤمه ، وهذا كقوله تعالى : ﴿وما أصابكم من مصيبة فيما كسبت أيديكم﴾ وهو على التفسير الأول للفساد ظاهر وأما على تفسيره بالمعاصي فالمعنى ظهرت المعاصي في البرّ والبحر بكسب الناس إياها وفعلهم لها . (٨٣ ، ٨٢ / ١٢)

ما في ” أحكام القرآن للتهانوي “ : قلت : فدلّت الآية على أن المعاصي أسباب للوبال والفساد في الدنيا أيضاً ولعذاب الآخرة أكبر ، نعوذ بالله منه في عاجل أمرنا وآجله . (١٥٩ / ٣)

(٢) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا﴾ .

(سورة التحريم : ٦)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وقوله تعالى : ﴿يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا﴾ . روي عن علي في قوله : ﴿قوا أنفسكم وأهليكم﴾ قال : ” علموا أنفسكم وأهليكم الخير “ وقال الحسن : ” تعلمهم وتأمّروهم وتنهائهم “ قال أبو بكر : وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يُستغنى عنه من الآداب ، وهو مثل قوله تعالى : ﴿وأمر أهلك بالصلوة واصطبر عليها﴾ [طه : ١٣٢] ونحو قوله تعالى للنبي ﷺ : ﴿وانذر عشيرتک الاقربين﴾ [الشعراء : ٢١٣] ويدل على أن للأقرب فالأقرب منا مزية به في لزومنا تعليمهم وأمرهم بطاعة الله تعالى ويشهد له قول النبي ﷺ : ” كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته “ . ومعلوم أن الراعي كما عليه حفظ من استرعى وحمايته والتماس مصالحه فكذلك عليه تأديبه وتعليمه ؛ وقال عليه السلام : ” فالرجل راع على أهله وهو مسؤول عنهم والأمير راع على رعيته وهو مسؤول عنهم “ . (٢٢٣ / ٣) ، مطلب يجب علينا تعليم أولادنا وأهلينا ، سورة التحريم ، أحكام القرآن للتهانوي : (٩٢ / ٥)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وفي القنية : له إكراه طفله على تعلم قرآن وأدب وعلم =

= لفريضته على الوالدين . (۱۳۰/۲) ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتهم ، بيروت)
 (۵) ما في ” القرآن الكريم ” : ﴿ لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله
 واليوم الآخر ﴾ . (سورة الأحزاب : ۲۱)

ما في ” التفسير المظهرى ” : (لقد كان لكم) أيها المؤمنون (في رسول الله اسوة حسنة)
 الأسوة معناه ؛ القدوة ، وهو ما يقتدى به ههنا أن لكم في شأن رسول الله خصلة حسنة من
 حقها أن يؤسى بها كالثبات في الحرب ومقاساة في الشدائد . (۳۱۴/۷)

ما في ” صحيح البخاري ” : عن عثمان رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : ” خيركم من
 تعلم القرآن وعلمه ” . (۷۵۲/۲) ، كتاب فضائل القرآن ، باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه ،
 مشكوة المصابيح : ص / ۱۸۳ ، كتاب فضائل القرآن ، الفصل الأول ، الرقم : ۲۱۰۹)

ما في ” صحيح مسلم ” : عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال : أما إن نبيكم ﷺ قد
 قال : ” إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما ويضع به آخرين ” .

(۲۷۲/۱) ، كتاب فضائل القرآن وما يتعلق به ، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه الخ)

(۶) ما في ” القرآن الكريم ” : ﴿ ان الذين عند الله الاسلام ﴾ . (آل عمران : ۱۹) ﴿ ومن يتبع غير
 الاسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخسرين ﴾ . (آل عمران : ۸۵)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ” : قوله تعالى : ﴿ ان الذين عند الله الاسلام ﴾ الدين في هذه
 الآية الطاعة والملة ، والاسلام بمعنى الإيمان والطاعات ، قاله أبو العالية وعليه جمهور المتكلمين .

(۴۳/۴)

ما في ” روح المعاني ” : ﴿ ان الذين عند الله الاسلام ﴾ أي لا دين مرضى عند الله تعالى سوى الإسلام ، وهو
 على ما أخرج ابن جرير عن قتادة ” شهادة أن لا إله إلا الله تعالى والإقرار بما جاء من عند الله تعالى ، وهو دين
 الله تعالى الذي شرع لنفسه وبعث به رسله ، ودل عليه أولياؤه لا يقبل غيره ولا يجزى إلا به ” . وروى علي بن
 ابراهيم عن أمير المؤمنين كرم الله تعالى وجهه أنه قال في خطبة له : ” لأنسبن الإسلام نسبة لم ينسبها أحد
 قبلي ، الإسلام هو التسليم ، والتسليم هو اليقين ، واليقين هو التصديق ، والتصديق هو الإقرار ، والإقرار هو
 الأداء ، والأداء هو العمل ” . ثم قال : ” إن المؤمن أخذ دينه عن ربه ولم يأخذه عن رأيه ، إن المؤمن من يعرف
 إيمانه في عمله ، وإن الكافر يعرف كفره بانكاره . أيها الناس ! دينكم دينكم ، فإن السيئة فيه خير من الحسنة
 في غيره ، إن السيئة فيه تغفر ، وإن الحسنة في غيره لا تقبل . (۲۷۲ ، ۱۷۱/۳)

باپ کی حیات میں جائداد میں حصہ مانگنا

مسئلہ (۲۱۴): جب تک اولاد بالغ نہ ہو جائے، اور لڑکی کی شادی نہ ہو جائے اُس وقت تک باپ کے ذمے اولاد کی تعلیم و تربیت واجب ہے ^(۱)، پھر بالغ ہو جانے کے بعد شادی کر کے اُسے خود کما کر کھانے کا مکلف و پابند بنایا جاسکتا ہے، باپ کے ذمے اس کے اخراجات لازم نہیں ہیں، باپ اگر چاہے تو اپنی اولاد کو علیحدہ بھی کر سکتا ہے، علیحدہ کیے جانے پر اولاد باپ کی زمین، جائداد اور مکان دکان میں اپنا حق و حصہ طلب نہیں کر سکتی، کیوں کہ جب تک باپ حیات ہے ساری جائداد کا مالک وہی ہے، اولاد کا اس میں کوئی حق و حصہ نہیں ہے ^(۲)، اولاد کا حق و حصہ باپ کے مرنے کے بعد ہوتا ہے ^(۳)؛ بعض اولاد باپ کی حیات ہی میں اپنا حق و حصہ اس سے طلب کرتی ہے، اور نہ دینے کو باپ کی طرف سے ظلم سمجھتی ہے، حالاں کہ ظلم باپ کی طرف سے نہیں، بلکہ خود اولاد کی طرف سے ہے، کہ ابھی اس کا حق و حصہ ثابت ہوا بھی نہیں، اس سے پہلے ہی اُسے طلب کر رہی ہے، لہذا اولاد کو اس سے بچنا چاہیے۔

نوٹ:- مدارسِ دینیہ کا باپ کے اوپر عظیم احسان ہے کہ وہ اس پر واجب، واجب کو انجام دے رہے ہیں، اس لیے مدارس میں پڑھنے والے طلبا اور اُن کے اولیا کو ان مدارس کا قدر دان ہونا چاہیے، اور انہیں مضبوط و مستحکم کرنے میں بھرپور تعاون کرنا چاہیے۔

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يا ايها الذين امنوا قوا انفسكم واهليكم نارا وقودها الناس والحجارة﴾ . (سورة التحريم : ۶)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الله بن عمر يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ” ألا ! كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته “ الحديث . (۱/۱۲۲ ، صحيح مسلم : ۱۳۲/۲)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : على الآباء والأمهات وسائر الأولياء تعليم الصغار ما يلزمهم بعد البلوغ ، فيعلم الصغير ما تصح به عقيدته من إيمان بالله وملائكته وكتبه ورسوله واليوم الآخر ، وما تصح به عبادته ويعرفه ما يتعلق بصلاته وصيامه وطهارته ونحوها ، وذلك لقول النبي ﷺ : ” مرُوا أولادكم بالصلاة وهو أبناء سبع سنين ، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين ، وفرقوا بينهم في المضاجع “ . ويعرفه تحريم الزنا واللواط والسرقة وشرب المسكر والكذب والغيبة وشبهها ، كما يعلم أنه بالبلوغ يدخل في التكليف ويعرف ما يبلغ به ودليل وجوب تعليم الصغير قول الله عز وجل :

﴿يا ايها الذين امنوا قوا انفسكم واهليكم نارا﴾ . قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه ومجاهد وقتادة : ” معناه ؛ علموهم ما ينجون به من النار “ وهذا ظاهر ، وثبت في الصحيحين عن ابن عمر رضي الله عنهما عن رسول الله ﷺ أنه قال : ” كلكم راع ومسؤول عن رعيته “ . (۱۳/۱۱/۱۲)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وقوله تعالى : ﴿يا ايها الذين امنوا قوا انفسكم واهليكم نارا﴾ . روي عن علي في قوله : ﴿قوا انفسكم واهليكم﴾ قال : ” علموا انفسكم واهليكم الخير “ وقال الحسن : ” تعلمهم وتأمرهم وتنههم “ قال أبو بكر : وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يُستغنى عنه من الآداب ، وهو مثل قوله تعالى : ﴿وأمر أهلك بالصلوة واصطبر عليها﴾ [طه : ۱۳۲] ونحو قوله تعالى للنبي ﷺ : ﴿وانذر عشيرتک الاقربين﴾ [الشعراء : ۲۱۳] ويدل على أن للأقرب فالأقرب منا منزلة به في لزومنا تعليمهم وأمرهم بطاعة الله تعالى ويشهد له قول النبي ﷺ : ” كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته “ . ومعلوم أن الراعي كما عليه حفظ من استرعى وحمائته والتماس مصالحه فكذلك عليه تأديبه وتعليمه ؛ وقال عليه السلام : ” فالرجل راع على أهله وهو =

نافرمان اولاد سے میل جول ختم کر دینا

مسئلہ (۲۱۵): جو اولاد ماں باپ کی نافرمانی کرے، انہیں گالی گلوچ دے، اور ان کے ساتھ بُرے طور پر پیش آئے، ایسی اولاد فاسق اور سخت گنہگار ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے، اور ماں باپ کو راضی نہ کرے، اور ان سے اپنا قصور معاف نہ کروالے، تو اس طرح کی اولاد سے میل جول ختم کر دینا ماں باپ کے لیے جائز و درست ہے۔^(۱)

= مسؤول عنهم والأمير راع على رعيته وهو مسؤول عنهم“ .

(۲۴۳/۳، مطلب يجب علينا تعليم أولادنا وأهلينا، سورة التحريم)

(۲) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : قال إمام الحرمين : القاعدة المعتمدة أن الملاك مُختصون بأملاكهم لا يُزاحم أحد مالكا في ملكه من غير حق مستحق ، ثم الضرورة تُجوز ملاك الأموال إلى التبادل فيها فالأمر الذي لا شك فيه تحريم التسائب والتغالب ومدّ الأيدي إلى أموال الناس من غير استحقاق ، وقال ابن تيمية : والرجل أحق بماله من ولده ووالده والناس أجمعين . (۳۲/۳۹ ، ۳۳ ، ملك ، حرمة الملك في الإسلام ، غياث الأمم في التياث الظلم : ص/ ۲۹۳ ، ۲۹۵ ، ط : نهضة مصر وط : قطر ، مجموعة الفتاوى لابن تيمية : ۱۸۹/۲۹ ، ط : الرياض)

(۳) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على أن انتقال التركة من المورث إلى الوارث يكون بعد وفاة المورث حقيقة أو حكما أو تقديرا . (۲۱۰/۱۱) ، تركة ، الشرط الأول ، موت المورث (فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى : ۴۶۱۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الرحمن بن أبي بكره عن أبيه قال : قال رسول الله ﷺ : ” ألا أنبئكم بأكبر الكبائر؟ “ قلنا : بلى يا رسول الله ! قال : ” الإشرāk بالله وعقوق الوالدين “ . (۸۸۳/۲) ، كتاب الأدب ، باب عقوق الوالدين من الكبائر =

والدین کی اطاعت اور خالق کی نافرمانی

مسئلہ (۲۱۶): بعض والدین کو ایسی چیزوں کی عادت ہوتی ہے، جو شرعاً منع ہیں، مثلاً؛ شراب، بھوسہ، فلم بنی وغیرہ، ان چیزوں کے لیے وہ اپنی اولاد سے روپیہ پیسہ مانگتے ہیں، اس صورت میں اولاد اگر دین دار ہے، تو وہ عجیب منحصے میں پڑ جاتی ہے کہ ایک طرف خدائی فرمان ہے کہ یہ چیزیں منع ہیں^(۱)، اور دوسری طرف یہ حکم ہے کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے^(۲)، اس صورتِ حال میں حکم شرع یہ ہے کہ والد صاحب کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں منع کیا جائے^(۳)، اور مذکورہ چیزوں کے لیے انہیں روپیہ پیسہ نہ دیں، کیوں کہ فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ ”مخلوق کی ایسی بات جس میں خالق کی نافرمانی لازم آتی ہے، قابلِ تسلیم نہیں ہے۔“^(۴)

= ما فی ” صحیح البخاری “ : عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی ﷺ قال : ” الکبائر الإشرک باللہ و عقوق الوالدین و قتل النفس و الیمین الغموس “ .

(۲/۹۸۷، کتاب الإیمان والنذور، باب الیمین الغموس ولا تتخذوا ایمانکم الخ)

ما فی ” مشکوٰۃ المصابیح “ : عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہا قال : قال رسول اللہ ﷺ : ” لا یدخل الجنة منان ولا عاق ... “ الحدیث .

(ص/۴۲۰، کتاب الآداب، باب البرّ والصلة، الفصل الثانی)

ما فی ” معجم لغة الفقہاء “ : الفاسق بکسر السین ج فسقة وفسّاق : من یرتکب الکبائر أو یصرّ علی الصغائر . (ص/۳۳۸)

وفیه أيضاً : الفسق : بکسر الفاء، مصدر فسق : العصیان ؛ ارتکاب الکبائر قصداً أو =

= الإصرار على الصغائر بغير تأويل . (ص/ ۳۲۶ ، كتاب التعريفات :ص/ ۱۶۰)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ فلا تقعد بعد الذكري مع القوم الظالمين ﴾ .

(سورة الأنعام : ۶۸) (فتاوى دارالعلوم ديوبند: ۱۶/ ۵۱۹)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ يا ايها الذين امنوا انما الخمر والميسر والانصاب رجسٌ من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون ﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وقضى ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا ﴾ .

(سورة الإسراء : ۲۳)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : لأن طاعتهما (الوالدين) فرض عين .

(۲/ ۲۰۲ ، كتاب الجهاد ، مطلب طاعة الوالدين فرض عين ، بيروت)

(۳) ما في ” رد المحتار “ : فرع : في فصول العلامي : إذا رأى منكراً من والديه يأمرهما مرة

فإن قبلها فيها ، وإن كررها سكت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفار لهما ، فإن الله تعالى يكفيه

ما أهمه من أمرهما . (۶/ ۱۳۰ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتهم ،

فتاوى اللكنوي - المسماة ” نفع المفتي والسنابل بجمع متفرقات المسائل “ : ص/ ۲۲۳ ،

باب ما يتعلق بإطاعة الوالدين وخفض الجناح للأقارب ، مكتبة دار ابن حزم بيروت)

(۴) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن النواس بن سمعان قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا

طاعة لمخلوق في معصية الخالق “ . (ص/ ۳۲۱ ، كتاب الإمارة والقضاء ، الفصل الثاني ،

الرقم : ۳۶۹۶ ، رد المحتار : ۹/ ۵۸۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، بيروت)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ۵۰۶۸۶)

بچوں کی ذہنی وجسمانی تربیت

مسئلہ (۲۱۷): والدین اور اولیاء پر ذہنی یا جسمانی طور پر معذور بچوں کی دیکھ رکھ کر لازم ہے^(۱)، خواہ گھر میں رکھ کر ہو، یا ناگزیر ضرورت پر ہسپتال میں رکھ کر ہو، اور ایسے بچوں کا علاج حتی المقدور صبر و استقامت کے ساتھ کیا جائے، اور اللہ تعالیٰ سے اس پر اجر کی امید رکھی جائے۔^(۲) اسی طرح بے سہارا بچوں کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اور خبر گیری اولاً ان کے رشتہ داروں پر، پھر حکومت پر، پھر سماج یا بالفاظ دیگر عامۃ المسلمین پر ہے^(۳)، اس سلسلے میں ہر شعبے کو اپنی ذمہ داری کا احساس رکھنا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : (وتجب النفقة بأنواعها على الحرّ لطفله) يعمّ الأثنى والجمع (الفقير) (وكذا) تجب لولده الكبير العاجز عن الكسب) كأنثى مطلقاً وزمن . (تنوير مع الدر) وفي الشامية : قوله : (بأنواعها) من الطعام والكسوة والسكنى ، ولم أر من ذكر هنا أجره الطيب وثمان الأدوية ، وإنما ذكر واعدم الوجوب للزوجة ، نعم صرحوا بأن الأب إذا كان مريضاً أو به زمانة يحتاج إلى الخدمة فعلى ابنه خادمته وكذلك الابن . قوله : (وزمن) أي من به مرض مزمن ، والمراد هنا من به ما يمنعه عن الكسب كعمى وشلل . (۳۳۶/۵ ، ۳۳۷ ، ۳۴۱ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلب الصغير والمكتسب نفقة في كسبه لا على أبيه)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحداً كذا في الجوهرة النيرة الرجل البالغ إن كان زمناً أو مقعداً أو أشل اليدين لا ينتفع بهما أو معتوها أو مفلوجاً فإن كان له مال تجب النفقة في ماله وإن لم يكن له مال وكان له أب =

= موسر وأم موسر تجب النفقة على الأب . (۱ / ۵۶۰ - ۵۶۳ ، كتاب الطلاق ، الباب السابع عشر في النفقات ، الفصل الرابع في نفقة الأولاد)
 (۲) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي مسعود عن النبي ﷺ قال : ” إذا أنفق الرجل على أهله بحسبها فهو له صدقة “ .

(۱ / ۱۳) ، كتاب الإيمان ، باب ما جاء أن الأعمال بالنسبة والحسبة
 ما في ” جامع الترمذي “ : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” ما يزال البلاء بالمؤمن والمؤمنة في نفسه وولده وماله حتى يلقى الله تعالى وما عليه خطيئة “ . هذا حديث حسن صحيح . (۲ / ۶۵) ، أبواب الزهد ، باب ما جاء في الصبر على البلاء
 (۳) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : تجب النفقة في الجملة بالقرابة وذلك على التفصيل التالي : اختلف الفقهاء فيمن يستحق النفقة بسبب القرابة ، فذهب الحنفية إلى أن مستحقيها هم الآباء وإن علوا ، والأولاد وإن سفلوا ، والحواشي ذووا الأرحام المحرمة كالعم والأخ وابن الأخ والعممة والخال والخالة . (۱ / ۷۲) ، نفقة ، ثانيا القرابة

وفيه أيضاً : لا خلاف بين الفقهاء في أن نفقة العاجز الذي لا عائل له ولا قدرة له على الكسب ولا يملك مالا تجب في بيت المال ، لأنه للصرف على ذوي الحاجات والمعدمين ومن هم في مثل حاله ممن لا قدرة لهم على كسب كفايتهم ولا عائل لهم تجب عليه نفقتهم . ولأنه بحاله هذا يعد فقيراً ، والفقير تجب كفايته من بيت المال ، وهذه الكفاية تشمل سائر ما يحتاجه من مطعم وملبس ومسكن وأجرة خادم ونفقته إن كان في حاجة إلى خادم بأن كان مسناً أو زمناً لا يستطيع القيام بخدمة نفسه ، وليس له من يقوم على رعايته وخدمته .

(۱ / ۹۹ ، ۱۰۰ ، نفقة ، نفقة العاجز الذي لا عائل له) (اسلاك فقہ کبیر اٹلیا)

بچوں کو پیار سے آدھانا نام لے کر پکارنا

مسئلہ (۲۱۸): بعض لوگ اپنے بچوں کو پیار سے آدھانا نام لے کر، یا نام بگاڑ کر پکارتے ہیں، جیسے عبد اشکور کو ”شکو“، عبد الرحمن کو ”رحمو“، عبد الرحیم کو ”رحیمو“، عبد الحمید کو ”حمو“، عبد الغفار کو ”غفو“، محمد و محمود کو ”محمو“ اور عدنان کو ”عدو“ وغیرہ۔..... اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھیں کہ۔ اگر کسی کے نام کا جز ”اللہ“ یا اس کے رسول کا نام ہو، تو اُسے اس طرح پکارنا درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں قابلِ احترام نام بگڑ جاتے ہیں، اور بے احترامی کا شائبہ پیدا ہوتا ہے، باقی دوسرے نام اگر پیار سے گھٹا بڑھا کر لیے جائیں، اور اس کا مقصد محبت کا اظہار ہو، نہ کہ توہین، اور جسے پکارا جائے وہ بھی اسے خطابِ محبت ہی تصور کرتا ہو، تو ایسی صورت میں اس کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ چنانچہ عربی میں ایک طریقہ ناموں کے پکارنے میں ”ترخیم“ کارہا ہے، کہ نام پکارتے وقت آخری حرف کو حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے ثابت کو ”یاثاب“، عثمان کو ”یاعثم“، سلمان کو ”یاسلم“ وغیرہ کہہ کر پکارتے ہیں، اس طرح کا مخاطبِ سلف سے بھی ثابت ہے^(۱)، ہاں!

محض کسی کی تحقیر کے لیے نام کو توڑ مروڑ کر پکارنا جائز نہیں، کہ مسلمان۔ بلکہ کسی انسان کی تحقیر جائز نہیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”تبسيط النحو“ : الترخيم الاصطلاحي : حذف آخر اللفظ بطريقة معينة لداع بلاغي ، وهو ثلاثة أقسام : القسم الأول - ترخيم المنادى : نصح أعرابي لابنه : (عامر) =

= فقال : يا عام ! صداقة اللئيم ندامة ، ومداراته سلامة ...) فحذف الراء من آخر المفرد العلم المنادى ، وسمع آخر أعرابية تتغنى بمزاياها - فقال لها : (يا أعرابي ادعي ما أنت فيه فحذف التاء من آخر المنادى النكرة المقصودة ، فالحذف على الوجه السالف نوع منها يسمى : (ترخيم النداء) وهو حذف آخر المنادى المفرد العلم أو النكرة المقصودة .

(١٤٩/٢) ، الترخيم ، مؤلف : شفيق عمر البلوي ، الناشر : دار القبلة للثقافة الإسلامية جدة ، كذا في القواعد الأساسية للغة العربية : ص/ ١٩١ ، في ترخيم المنادى ، المبحث الحادي والعشرون ، مكتبته عثمانية كوئته

ما في ” القواعد الأساسية للغة العربية “ : والمنادى المرخم إما أن يبقى آخره بعد الحذف على ما كان عليه قبل الحذف من الحركة كما رأيت وهو الأشهر ، وإما أن يحرك آخره بحركة الحرف المحذوف فتقول : يا جعفُ ، وهي لغة ضعيفة .

(ص/ ١٩١ ، المبحث الحادي والعشرون ، في ترخيم المنادى)

ما في ” تحرير سنن شرح عربي كافيه “ : وترخيم المنادى جائز مطلقاً سواء كان في الضرورة الشريعة أو في سعة الكلام وفي الاصطلاح : هو حذف في آخره تخفيفاً أي لمجرد التخفيف لا لعلة أخرى مقتضية للحذف .

(ص/ ١١٠ ، ترخيم المنادى ، مكتبته تهانوى ديوبند)

(٢) ما في ” جامع الترمذي “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” المسلم أحر المسلم ، لا يخونه ، ولا يكذبه ، ولا يخذله ، كل المسلم على المسلم حرام ؛ عرضه وماله ودمه ؛ التقوى ههنا ؛ بحسب امرئ من الشرّ أن يحقر أخاه المسلم “ . (١٣/٢) ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم ، رقم الحديث : ١٩٢٤ ، مشكوة المصابيح : ص/ ٢٢٢ ، كتاب الآداب ، باب الشفقة والرحمة على الخلق ، رقم الحديث : ٢٥٦٢)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : أحب الأسماء إلى الله تعالى عبد الله وعبد الرحمن ، لكن التسمية بغير هذه الأسماء في هذا الزمان أولى ، لأن العوام يصغرون هذه الأسماء للنداء .

(٥/ ٣٦٢ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد وكناهم والعقيقة)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ولا يجوز تصغير اسم الله بالتصغير فيما هو مضاف ، =

متفرق مسائل

مدارس کا نصابِ تعلیم اور اس کا مقصود

مسئلہ (۲۱۹): مدارسِ دینیہ میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، ان کا مقصود یہ ہے کہ طلبہ عزیز میں ایسی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ کتاب و سنت کو سمجھ سکیں، اس پر عمل کریں، اور بعد از تکمیلِ نصابِ امت کی رہبری و قیادت کے قابل بن جائیں۔

نصابِ تعلیم سے مقصود اسی استعداد کو جانچنے کے لیے اہل مدارس اپنے اپنے نظاموں کے مطابق امتحانات لیتے ہیں، کامیاب طلبا کو انعامات سے نواز کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، ناکام طلبا کو اپنے اندر مطلوب استعداد پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور اسی کے ساتھ آگے درجہ نہ دے کر، ان کی سرزنش بھی کی جاتی ہے، جو شرعاً نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے^(۱)، کیوں کہ اگر طلبا میں مطلوب استعداد پیدا نہ ہو، اور انہیں یوں ہی اگلے درجوں میں داخلہ دیا جاتا رہے، اور پھر فراغت کے موقع پر اساتذہ اور مشائخ کے رُوبرُو، سندِ فضیلت دیدی جائے،

قال ابن عابدین : وهذا مشہور في زماننا حيث ينادون من اسمہ عبد الرحيم وعبد الكريم أو عبد العزيز مثلا - فيقولون : رَحِيمٌ و كَرِيمٌ و عَزِيْزٌ بتشديد ياء التصغير ومن اسمہ عبد القادر فَوَيْدٌ وهذا مع قصده كفرٌ وبعضهم يقول : رَحْمَوْنٌ لمن اسمہ عبد الرحمن .

(۱۱/۳۳۲، التسمية، ما تستحب التسمية به من الأسماء، رد المحتار، ۵/۲۶۸، احیاء

التراث العربي، و ۶/۲۱۷، دار الفكر بيروت)

(کتاب الفتاویٰ: ۶/۱۳۷، ۱۳۸، پیار سے آدھانا ملینا) =

دستار بندی کر دی جائے، تو یہ ایک قسم کی شہادتِ زور (جھوٹی) گواہی ہے، جس کا گناہ کبیرہ اور وبالِ عظیم ہونا قرآن و سنت میں معروف و مشہور ہے (۲)، صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص جھوٹی شہادت دے، اُسے تعزیراً سخت سزا بھی دی جاسکتی ہے۔ (۳)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بعض مدارس کی رسم ہے کہ جب طالب علم نے کتابیں پڑھ لی، خواہ اس کو استعداد ہو یا نہ ہو، اور خواہ اپنے علم کے موافق عامل ہو یا نہ ہو، اس کو سند فضیلت دے دیتے ہیں، اور دستار بندی کر دیتے ہیں، غور کرنا چاہیے کہ رسم دستار بندی واقع میں اساتذہ، مشائخ کی طرف سے عوام کے روبرو اس امر کا اظہار اور شہادت ہے کہ: یہ شخص ہمارے نزدیک اس قابل ہے کہ دین میں اس کی طرف رجوع کیا جائے، اور اس سے مسائل پوچھ کر عمل کیا جائے، خلاصہ یہ کہ یہ شخص آج سے مقتدائے دین ہے، جب حقیقت اس کی یہ ہے تو جو شرائط شہادت کی ہیں، وہ اس میں بھی ہونا واجب ہے، اور شہادت کی بڑی شرط یہ ہے کہ شاہد کو اس امر کا پورا علم اور یقین ہو کہ جس کی شہادت دے رہا ہے، وہ صحیح ہے، تاکہ اس کو جھوٹ کا گناہ اور دوسروں کو دھوکہ دینے کا گناہ نہ ہو، اور کسی کو اس سے ضرر نہ پہنچے، اسی طرح یہاں بھی اس شخص کی نسبت پوری تحقیق ہونا چاہیے کہ قابل مقتدائی الدین بننے کے ہے یا نہیں؟ بدون اہلیت کے ہرگز ہرگز دستار بندی نہ کی جائے، نہ سند دی جائے، کہ بجز اضلالِ خلق (مخلوق کو گمراہ کرنا) کے اس کا اور کیا ثمرہ ہے۔ (اصلاح الرسوم، ص/ ۱۵۵)

لہذا طلبہ عزیز کو چاہیے کہ جامعہ کے نئے مجوزہ قانون (بعض اہم کتابوں میں ناکامی کی صورت میں آئندہ سال اگلا درجہ نہیں دیا جائے گا) پر چسبہ جمیں نہ ہوں، اور نصابِ تعلیم سے مقصود استعداد حاصل کرنے کے لیے شب و روز محنت اور جدوجہد سے کام لیں؛ کہ ان شاء اللہ ضرور اس کے عمدہ نتائج برآمد ہوں گے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه النوازل " : " ان ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب " . (۳/۲۲۵)

ما في " العناية مع شرح فتح القدير " : وما لا يتوصل إلى الواجب إلا به يكون واجبا .

(بیروت ، ۵۲۱/۱)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين لا يشهدون الزور﴾ . (سورة الفرقان : ۷۲) وقال

تعالى : ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور﴾ . (سورة الحج : ۳۰)

(۳) ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قوله تعالى : ﴿والذين لا يشهدون الزور﴾

أي لا يحضرون الكذب والباطل ولا يشاهدونه ، والزور كل باطل زور وزُحرف ، وأعظمه فكان عمر بن الخطاب رضي الله عنه يجلد شاهد الزور أربعين

جلدة ، ويسخّم وجهه ، ويحلق رأسه ، ويطوف به في السوق . (سورة الفرقان : ۷۲ ، ۸۰ ، ۷۹/۱۳)

۷۲ : تفسير المظهری : ۷۳/۷۴) (معارف القرآن مفتی شفیع : ۶/۵۰۷)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الرحمن بن أبي بكره ، عن أبيه رضي الله عنه قال : قال

النبي ﷺ : " ألا أنبئكم بأكبر الكبائر ؟ قالوا : بلى يا رسول الله ! قال : الإشرāk بالله ،

وعقوق الوالدين - وجلس وكان متكئاً ، فقال - ألا وقولُ الزور ، قال : فما زال يكررها

حتى قلنا : ليتَه سكت " . (ص/۳۶۷ ، كتاب الشهادات ، باب ما قيل في شهادة الزور ، رقم

: ۲۶۵۳ ، احياء التراث العربي ، صحيح مسلم : ۱۵۷/۲ ، كتاب الإيمان ، باب الكبائر

وأكبرها ، رقم : 88 ، احياء التراث العربي)

ما في " الموسوعة الفقهية " : شهادة الزور من الكبائر ، ولا يجوز العمل بها ولا تقبل شهادته

فيما بعدُ لحديث أبي بكره قال : قال النبي ﷺ : " ألا أنبئكم بأكبر الكبائر ثلاثاً ؟ قالوا : =

رفیق بن کر کام کریں، فریق بن کر نہیں!

مسئلہ (۲۲۰): دعوت و تبلیغ کی محنت، مدارس اسلامیہ کا نظامِ تعلیم و تربیت، اور خانقاہوں کا تزکیہ و تہذیبِ نفوس، تینوں اہم کام ہیں^(۱)، ان کے لیے جماعت کے بزرگوں، مدارس کے ماہرینِ تعلیم و تربیت، اور خانقاہوں کے بزرگوں نے جو نظام و پروگرام-اشخاص، حالات، ضرورت و حاجت وغیرہ کو ملحوظ رکھ کر ترتیب دیا ہے، وہ ترتیب مناسب و اولیٰ ہے، اگرچہ قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ سے یہ نظام ترتیب لازم و منصوص نہیں ہے، مگر ان نظاموں سے جو چیز مطلوب ہے وہ منصوص ہے، اور وہ ہے، اتباع سنت اور رضائے خداوندی^(۲)، اگر یہ تینوں کام صحیح نبج اور اصول شرعی کے مطابق چلائے جائیں، اتباع سنت اور رضائے خداوندی پیش نظر رہے، تو تینوں کام انتہائی اہم و ضروری ہیں، کسی کو کسی پر فضیلت و فوقیت دینے کی ضرورت نہیں، ذمہ داران و عوام ایک دوسرے کے رفیق بن کر کام کریں، نہ کہ فریق بن کر!!

= بلی یارسول اللہ! قال: الإشراک باللہ، وعقوق الوالدین، وجلس وکان متکناً فقال: ألا وقول الزور، قال: فما زال یکررها حتی قلنا: لیتہ سکت. ولأن فیہا رفع العدل وتحقیق الجور. (شہادۃ الزور) ۲۶/۲۵۱

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿ هو الذی بعث فی الامم رسولاً منهم یتلوا علیہم آیتہ ویزکیہم وعلّمہم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفي ضلال مبين ﴾ .

(سورة الجمعة : ۲) =

=ما في ” التفسير الكبير “ : وقوله تعالى : (يتلوا عليهم آياته) أي بيناته التي تبين رسالته وتظهر نبوته ، ولا يبعد أن تكون الآيات هي الآيات التي تظهر منها الأحكام الشرعية ، والتي يتميز بها الحق من الباطل (ويزكيهم) أي يطهرهم من خبث الشرك ، وخبث ما عداه من الأقوال والأفعال (ويعلمهم الكتب والحكمة) والكتاب : ما يتلى من الآيات ، والحكمة : هي الفرائض ، وقيل : (الحكمة) السنة ، لأنه كان يتلو عليهم آياته ويعلمهم سننه .

(سورة الجمعة) (١٠/٥٣٨)

ما في ” روح المعاني “ : المراد من تلاوة الآيات تلاوة ما يوحى إليه ﷺ من الآيات الدالة على التوحيد والنبوة من التزكية الدعاء إلى الكلمة الطيبة المتضمنة للشهادة لله تعالى ولنبيه عليه الصلاة والسلام بالرسالة ، وبتعليم الكتاب تعليم ألفاظ القرآن وكيفية أدائه ليتبها لهم بذلك إقامة عماد الدين ، وبتعليم الحكمة الإيقاف على الأسرار المخبوءة في خزائن كلام الله تعالى . (٣/١٤٨ ، الجزء الثاني ، آل عمران : ١٦٣)

ما في ” المقاصد الشرعية “ : ان الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكرهية والندب والإباحة ، أي ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا .

(ص/٢٦ ، المطلب الثامن صلة الذرائع سدا وفتحها بمقاصد الشريعة)

(٢) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿قل اطيعوا الله واطيعوا الرسول فان تولوا فان الله لا يحب الكافرين﴾ . (سورة آل عمران : ٣٣)

ما في ” روح المعاني “ : (قل اطيعوا الله واطيعوا الرسول) أي في جميع الأوامر والنواهي .

(٣/٢٠٩)

(فتاوى دارالعلوم ديوبند، رقم الفتوى: ٦٠٩٩٤)

”ہی“ کو چھوڑ کر ”بھی“ کو اختیار کریں!

مسئلہ (۲۲۱): دین اسلام کا سیکھنا، اس پر عمل کرنا فرض ہے^(۱)، اور حسب

استعداد دوسروں تک اس کی تبلیغ بھی ضروری ہے^(۲)، مگر شرع اسلامی میں تبلیغ

دین کے لیے کسی خاص صورت کو متعین نہیں کیا گیا، اور نہ ہی کسی خاص طریقے کو

سب کے لیے لازم قرار دیا گیا، بلکہ ہر زمانے میں وقت اور حالات کے اعتبار

سے دین کے سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام رہا ہے، اور اس کے لیے مختلف طریقے؛

وعظ و تقریر، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، ارشاد و تلقین کو اپنایا گیا ہے، دور

حاضر میں تبلیغی کام بھی دین کے سیکھنے، سکھانے اور اسے دوسروں تک پہنچانے میں

انتہائی مفید و موثر ہے، جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ دین

سیکھنے، سکھانے اور اس کی تبلیغ کے لیے اسی ایک طریقے کو لازم قرار دینا اور اس

میں نہ جڑنے والوں کو مطعون و ملعون قرار دینا، ہرگز جائز نہیں ہے، کیوں کہ دین کا

سیکھنا، سکھانا اور دوسروں تک پہنچانا مطلوب و مقصود ہے، اور اس کے مختلف ذرائع

ہیں^(۳)، مثلاً؛ مدارس میں داخلہ لینا، خانقاہوں میں بزرگوں کی صحبت میں رہنا،

اور علماء کی مجلسوں میں حاضری دینا وغیرہ، اس لیے جماعت کے ساتھیوں کو

چاہیے کہ جماعت کے کام اور دیگر دوسرے کاموں کو بھی دین کا کام سمجھیں، نہ کہ

جماعت کے کام ہی کو، یعنی ”ہی“ کو چھوڑ دیں، اور ”بھی“ کو اختیار کریں!

(۱) ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (ص/ ۲۰ ، باب فضل العلماء الخ)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر ما يحتاج لدينه . (در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة في فصوله : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى ومعايشة عباده .

(۱/ ۱۲۱ ، دار الكتاب ديوبند)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر اولئك هم المفلحون﴾ . (سورة آل عمران : ۱۰۴)

ما في " روح المعاني " : ان العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات . (۲۱/۳ ، بيروت)

ما في " صحيح البخاري " : " بلغوا عني ولو آية ، وحدثوا عن بني اسرائيل ، ومن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار " . (۱/ ۳۹۱ ، كتاب الأنبياء)

(۳) ما في " المقاصد الشرعية " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/ ۲۶)

ما في " اعلام المؤقنين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود . (۳/ ۱۷۵)
(فتاوى بنوري، رقم الفتوى: ۷۲۶۴)

برادرانِ وطن کے ساتھ تعلقات کی حدود

مسئلہ (۲۲۲): وطن عزیز میں بعض لوگ برادرانِ وطن کے ساتھ، اس حد تک قومی ہم آہنگی اور آپسی رواداری کی وکالت کر رہے ہیں کہ؛ اپنی مسلم بیٹی کا نکاح اُن سے کر رہے ہیں، اور ان کی غیر مسلم بیٹی کا نکاح اپنے مسلم بیٹے سے کرا رہے ہیں، واضح ہو کہ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی کچھ حدود ہیں، مثلاً: مُوالات؛ یعنی قلبی دوستی، جو درست نہیں ہے، مُدارات؛ یعنی ظاہری خوش اخلاقی، جو دفعِ ضرر، مصلحتِ دینی اور اکرامِ ضیف کی خاطر درست ہے، اور مُواسات؛ یعنی انسانی بنیادوں پر احسان و نفع رسانی، یہ بھی درست ہے۔^(۱)

اب ان حدود سے اس قدر آگے بڑھنا کہ ہمارا مذہبی تشخص و امتیاز ہی باقی نہ رہے، اور کتاب و سنت کے صاف، صریح اور قطعی احکام کی خلاف ورزی کی جائے، ایسی قومی ہم آہنگی و رواداری کی شرعِ اسلامی میں کہیں گنجائش نہیں ہے^(۲)، لہذا اگر کوئی مسلم مرد یا عورت، کسی غیر مسلم عورت یا مرد سے شادی کر لے^(۳)، اور ایسا کرنے کو حلال سمجھے، تو بلاشبہ یہ موجبِ کفر ہے، اور اگر حلال سمجھ کر نہ کرے، تو کافر تو نہیں ہوگا^(۴)، البتہ یہ نکاح، جائز ہی نہ ہوگا، اور اس کی وجہ سے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب لازم آئے گا، لہذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ لا يتخذ المؤمنون الكافرين اولياء من دون المؤمنين =

= ومن يفعل ذلك فليس من الله في شيء الا ان تتقوا منهم ثقةً ويحذرکم الله نفسه والى الله المصير۔ ”مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کو دوست نہ بناویں مسلمانوں سے تجاوز کر کے، اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں نہیں، مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو، اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے، اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“ (آل عمران: ۲۸)

ما فی ” بیان القرآن “ : ف : ” کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملے ہوتے ہیں: (۱) مؤالات؛ یعنی دوستی۔ (۲) مدارات؛ یعنی ظاہری خوش خلقی۔ (۳) مؤاسات؛ یعنی احسان و نفع رسانی۔ ان معاملات میں تفصیل یہ ہے کہ: مؤالات تو کسی حال میں جائز نہیں، اور آیت ﴿لا تتخذوا اليهود والنصارى اولیاء بعضهم اولیاء بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم﴾۔ اور آیت ﴿لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء﴾ میں یہی مراد ہے۔ مدارات تین حالتوں میں درست ہے۔ ایک دفع ضرر کے واسطے۔ دوسرے اُس کافر کی مصلحت دینی یعنی توقع ہدایت کے واسطے۔ تیسرے اگر ماضی کے لیے۔ اور اپنی مصلحت و منفعت مال یا جاہ کے لیے درست نہیں، اور بالخصوص جب کہ ضرر دینی کا بھی خوف ہو، تو بدرجہ اولیٰ یہ اختلاط حرام ہوگا۔ اور مؤاسات کا حکم یہ ہے کہ اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے، اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز۔ اور یہی حکم ہے فساق و اہل بدعت کا۔ الخ،“ (سورہ آل عمران: ۲۸)

ما فی ” معارف القرآن “ : دو خصوصیات یا دو جماعتوں میں تعلقات کے مختلف درجات ہوتے ہیں: ایک درجہ تعلق کا قلبی مؤالات یا دلی موڈت و محبت ہے، یہ صرف مؤمنین کے ساتھ ہے، غیر مؤمن کے ساتھ مؤمن کا یہ تعلق کسی حال میں قطعاً جائز نہیں۔ دوسرا درجہ مؤاسات کا ہے جس کے معنی ہیں ہمدردی و خیر خواہی اور نفع رسانی کے، یہ بجز کفار اہل حرب کے جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہیں، باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔ تیسرا درجہ مدارات کا ہے، جس کے معنی ہیں ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کے، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، جب کہ اس سے مقصود ان کو دینی نفع پہنچانا ہو، یا وہ اپنے مہمان ہوں، یا ان کے شر اور ضرر رسانی سے اپنے آپ کو بچانا مقصود ہو۔ چوتھا درجہ معاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت و ملازمت اور صنعت و حرفت کے معاملات کیے جائیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ رسول کریم ﷺ اور خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کا تعامل اس پر شاہد ہے۔ فقہاء نے اسی بنا پر کفار اہل حرب کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے، باقی تجارت وغیرہ کی اجازت دی ہے، اور ان کو اپنا ملازم رکھنا یا خود ان کے کارخانوں اور اداروں میں ملازم ہونا یہ سب جائز ہے۔ اس تفصیل =

= سے یہ معلوم ہو گیا کہ قلبی اور دلی دوستی و محبت تو کسی کافر کے ساتھ کسی حال میں جائز نہیں، اور احسان و ہمدردی و نفع رسانی بجز اہل حرب کے اور سب کے ساتھ جائز ہے، اسی طرح ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ بھی سب کے ساتھ جائز ہے، جب کہ اس کا مقصد مہمان کی خاطر داری یا غیر مسلموں کو اسلامی معلومات اور دینی نفع پہنچانا یا اپنے آپ کو ان کے کسی نقصان و ضرر سے بچانا ہو۔ رسول کریم ﷺ جو رحمة للعالمین ہو کر اس دنیا میں تشریف لائے، آپ نے غیر مسلموں کے ساتھ جو احسان و ہمدردی اور خوش خلقی کے معاملات کیے، اس کی نظیر دنیا میں ماننا مشکل ہے۔ (۲/۵۰، ۵۱؛ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا شفیع صاحب رحمہ اللہ)

(۲) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿ وَلَا تَنْكُحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَا مُمۡنَةً مُّؤْمِنَةً خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَا عَجَبَتِكُمْ وَلَا تَنْكُحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَا عِبۡدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَا يُؤۡتَىٰ عِجۡبٌ لَّكَ يَدْعُونَ إِلَىٰ النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوۡا إِلَىٰ الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِآذِنِهِ وَيُبَيِّنُ الْاٰیٰتِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوۡنَ ۝﴾ . (سورۃ البقرۃ : ۲۲۱)

ما فی ” التفسیرات الاحمدیۃ فی بیان الآیات الشرعیۃ “ : ” یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ مومن کا نکاح مشرک سے اور مومنہ کا نکاح مشرک سے جائز نہیں۔“ (ص/۱۳۳، حصہ اول، ط: المیزان لاہور)

ما فی ” معارف القرآن “ : ” آیات مذکورہ میں ایک اہم مسئلہ یہ بیان فرمایا گیا کہ مسلمان مردوں کا نکاح کافر عورتوں سے، اور کافر عورتوں کا نکاح مسلمان مردوں سے جائز نہیں، وجہ یہ ہے کہ کافر مرد اور عورتیں انسان کو جہنم کی طرف لے جانے کے سبب بنتے ہیں، کیوں کہ ازدواجی تعلقات آپس کی محبت و مودت اور یگانگت کو چاہتے ہیں، اور بغیر اس کے ان تعلقات کا اصلی مقصد پورا نہیں ہوتا، اور مشرکین کے ساتھ اس قسم کے تعلقات قریبہ محبت و مودت کا لازمی اثر یہ ہے کہ اُن کے دل میں بھی کفر و شرک کی طرف میلان پیدا ہو، یا کم از کم کفر و شرک سے نفرت اُن کے دلوں سے نکل جائے، اور اس کا انجام یہ ہے کہ یہ بھی کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیں، اور اُس کا نتیجہ جہنم ہے۔“ (۱/۵۳۰، سورۃ بقرہ: ۲۲۱)

ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿ لَا هُنَّ حُلٌّ لَّهُمْ وَلَا يَهُمُّ بِحُلُوۡنِ لِهِنَّ ۝﴾ . (سورۃ الممتحنۃ : ۱۰)

ما فی ” بدائع الصنائع “ : ومنها : إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنکاح المؤمنة الکافر لقوله تعالى : ﴿ وَلَا تَنْكُحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۝﴾ - ولأن فی إنکاح المؤمنة الکافر خوف وقوع المؤمنة فی الکفر ، لأن الزوج يدعوها إلى دینہ، والنساء فی العادات يتبعن الرجال فيما يؤثران من الأفعال ويقلدوهم فی الدین إليه ، وقعت الإشارة =

= في آخر الآية بقوله عز وجل : ﴿اولئك يدعون إلى النار﴾ . لأنهم يدعون المؤمنات إلى الكفر ، والدعاء إلى الكفر دعاء إلى النار ، لأن الكفر يوجب النار ، فكان نكاح الكافر المسلمة سبباً داعياً إلى الحرام فكان حراماً . (۳/۲۶۵) ، كتاب النكاح ، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة ، دار الكتب العلمية بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۸۲ ، كتاب النكاح ، القسم السابع المحرمات بالشرك ، ط: رشيدية ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۹/۶۶۵۲ ، كتاب النكاح ، الفصل الثالث ، المحرمات من النساء ، زواج المسلمة بالكافر ، ط: رشيدية كوثه ، الموسوعة الفقهية : ۳۵/۲۷ ، كفر ، نكاح المسلم كافرة ونكاح الكافر مسلمة (۳) ما في ” القرآن الكريم“ : ﴿تلك حدود الله فلا تعتدوها ومن يتعد حدود الله فأولئك هم الظالمون﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۹)

(۴) ما في ” الموسوعة الفقهية“ : والكفر شرعاً : هو إنكار ما علم ضرورة أنه من دين محمد ﷺ كإنكار وجود الصانع ونبوته عليه الصلاة والسلام وحرمة الزنا ونحو ذلك .

(۱۳/۳۵) ، كفر ، فتح الملهم : ۱/۵۱۴ - ۵۲۲ ، انعام الباری : ۱/۳۲۲ - ۳۲۵

ما في ” فتاوى اشاعت العلوم اكلکوا“ : اگر مذکورہ مسلم خاتون غیر مسلم سے نکاح کو لاعلمی کی بنا پر جائز سمجھتی ہے ، تو اولاً اُسے بتایا جائے کہ اسلام میں غیر مسلم سے نکاح ناجائز و حرام ہے ، اگر اس کے بعد بھی وہ غیر مسلم سے نکاح کو حلال و جائز سمجھے ، تو اُس کو متوجہ کیا جائے کہ تم دین کی بدیہی و ضروری بات و حکم : ﴿وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ کہ اپنی عورتیں مشرکوں کے نکاح میں نہ دو ، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں ﴿﴾ کا انکار کر رہی ہو ، جس سے کفر لازم آتا ہے ، پھر اُس کے بعد بھی اگر وہ غیر مسلم سے نکاح کے حرام ہونے کو نہیں مانتی تو اب اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا ، ورنہ نہیں۔“ (رقم الفتوی : ۱۹۷ - نقول فتاویٰ رجسٹر نمبر : ۸)

(فتاویٰ محمودیہ : ۱۱/۴۳۸) ، ط: جامعہ فاروقیہ کراچی ، فتاویٰ دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ : ۳/۵۹۷ ، مکہ فقہ اکیڈمی کے فقہی فیصلے : ۵/۷۶ ، ۷۵ ، مسلم خاتون کے ساتھ کافر مرد اور کافر عورت کے ساتھ مسلم مرد کی شادی ، ایف اے سی کیشنز)

برادرانِ وطن کے ساتھ باہمی رواداری کی حدود

مسئلہ (۲۲۳): ہم جس ملک میں رہتے ہیں، اس میں دیگر بہت سے مذاہب کے ماننے والے، مثلاً: نصاریٰ، مجوس اور یہود و ہنود بھی رہتے ہیں، ان کے ساتھ ہمارے دنیوی معاملات و تعلقات ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ہماری خوشی و غمی کے موقع پر وہ، اور ان کی خوشی و غمی کے موقع پر ہم شرکت بھی کرتے ہیں، جسے ہم باہمی رواداری و انسانی ہمدردی سے تعبیر کرتے ہیں، اسلام اس کا مخالف نہیں، بلکہ معلّم ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ آپ ﷺ کا ایک یہودی پڑوسی بیمار ہوا، تو آپ ﷺ نے حضراتِ صحابہ سے فرمایا: ہمارے ساتھ چلو، ہم اپنے یہودی پڑوسی کی عیادت کر لیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اور حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چل دیئے، آپ ﷺ اس یہودی کے پاس تشریف لائے، اس کے سر ہانے بیٹھ گئے، اور اس سے کہا: ”أشهد أن لا إله إلا الله، وأن محمداً رسول الله“ کہو، تو اس نے اپنے والد کی طرف نظر کی (جو وہاں موجود تھے)، انہوں نے اس سے کہا: آپ ﷺ کی بات مان لو، تو اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں، جس نے میرے ذریعے ایک انسان کو جہنم کی آگ سے بچا لیا۔“..... اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی عیادت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیوں کہ یہ ایک نیک کام ہے، جو محاسنِ اسلام میں سے ہیں^(۱)، البتہ غیر مسلموں کے جنازے کے ساتھ

چلنا^(۲)، اور ان کے مذہبی امور میں شرکت کرنا^(۳)، اُن کے دیوی دیوتاؤں کے چڑھاوے، اور حرام آمیزش والے کھانے کھانا شرعاً جائز نہیں ہے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أنس رضي الله عنه قال : كان غلام يهودي يخدم النبي ﷺ فمرض ، فأتاه النبي ﷺ يعودُه فقعد عند رأسه فقال له : ” أسلم “ فنظر إلى أبيه وهو عنده فقال له : أطع أبا القاسم - ﷺ - فأسلم ، فخرج النبي ﷺ وهو يقول : ” الحمد لله الذي أنقذه من النار “ . (۱ / ۱۸۱) ، كتاب الجنائز ، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه وهل يعرض على الصبي الإسلام ، الرقم : ۱۳۵۶)

ما في ” البحر الرائق “ : قال رحمه الله : (و عيادته) يعني تجوز عيادة الذمي المريض لما روي أن يهوديا مرض بجوار النبي ﷺ فقال : قوموا بنا نعود جارنا اليهودي فقاموا ودخل النبي ﷺ وقعد عند رأسه وقال له : قل ” أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله “ فنظر المريض إلى أبيه فقال : أجبه ، فنطق بالشهادة ، فقال ﷺ : ” الحمد لله الذي أنقذ بي نسمة من النار “ الحديث . ولأن العيادة نوع من البر وهي من محاسن الإسلام فلا بأس بها .

(۳۷۴ / ۸) ، كتاب الكراهية)

ما في ” بدائع الصنائع “ : ولا بأس بعيادة اليهود والنصارى ، لما روي أن رسول الله ﷺ عاد يهوديا فقال له : ” قل لا إله إلا الله محمد رسول الله “ ، فنظر إلى أبيه فقال له أبوه : أجب محمدا ، فأسلم ، ثم مات ، فقال رسول الله ﷺ : ” الحمد لله الذي أنقذ بي نسمة من النار “ ولأن عيادة الجار قضاء حق الجوار ، وأنه مندوب إليه ، قال الله تبارك وتعالى : ﴿ والجار جنب ﴾ من غير فصل مع ما في العيادة من الدعوة إلى الإيمان رجاء الإيمان فكيف يكون مكروها . (۵۰۹ / ۶ ، ۵۱۰) ، كتاب الاستحسان ، الدر المختار مع الشامية : ۵۵۶ / ۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الهداية : ۴ / ۲۵۸ ، كتاب الكراهية)

(۲) ما في ” روح المعاني “ : ﴿ ولا تقم على قبره ﴾ أي لا تقف عليه ولا تتول دفنه ، وفي كون المراد بالقيام على القبر الوقوف عليه حالة الدفن وبعده ساعة خفاء إذ المتبادر =

بچہ مزدوری کے سلسلے میں اسلام کا موقف

مسئلہ (۲۲۴): بچہ مزدوری کے بارے میں اسلام کا موقف ہے کہ بچہ قابلِ رحم اور لائقِ شفقت ہے^(۱)، لہذا حسبِ استطاعت اس کی بہتر تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے^(۲)، اور جسمانی نشوونما کے لیے بہتر مواقع فراہم کیے جائیں۔

والدین یا اولیاء بچوں سے بقدرِ استطاعت ایسے گھریلو کام لے سکتے ہیں، جن کا تعلق تربیت اور آدابِ زندگی سکھانے سے ہو، اسی طرح انہیں ایسا پیشہ و رانہ کام بھی سکھا سکتے ہیں، جو ان کے حق میں مفید ہو۔^(۳)..... جو والدین معاشی تنگی کا شکار ہوں، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا تکفل کرے، اور ان کے لیے وظائف جاری کرے^(۴)، تاکہ بچہ مزدوری کی نوبت نہ آئے۔

= من القيام على القبر ما هو أعم من ذلك . (الجزء الثاني ، سورة التوبة : ۸۴)

(۳) ما في " كنز العمال " : " من كثر سواد قوم فهو منهم ، ومن رضي عمل قوم كان شريكا في عمله " . (۱۱ / ۹) ، الرقم : ۲۴۷۳۰ ، نصب الراية للزيلعي : ۱۰۲ / ۵ ، كتاب الجنایات ، باب ما يوجب القصاص وما لا يوجبه ، الحديث التاسع

ما في " مجمع الأنهر " : ويكفر بخروجه إلى نيروز المحجوس ، والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم وبشرائه يوم نيروز شيئاً لم يكن يشتريه قبل ذلك تعظيماً للنيروز لا للأكل والشرب ويأهده ذلك اليوم للمشركين ولو بيضة تعظيماً لذلك اليوم .

(۵۱۳ / ۲) ، كتاب السير والجهاد ، قبيل باب البغاة ، البحر الرائق : ۲۰۸ / ۵ ، كتاب السير ، باب أحكام المرتدين ، الفتاوى الهندية : ۲ / ۲۷۶ ، ۲۷۷ ، كتاب السير ، مطلب موجبات

الكفر أنواع ، منها ما يتعلق بالإيمان والإسلام) =

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "جامع الترمذي" : عن زربي قال : سمعت أنس بن مالك يقول : جاء شيخ يريد النبي ﷺ فأبأ القوم عنه أن يوسعوا له فقال النبي ﷺ : " ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يؤقر كبيرنا " . (۱۳/۲ ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في رحمة الصبيان)
 ما في "مسند أحمد" : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : قال رسول الله ﷺ : "أوصي الخليفة من بعدي بتقوى الله ، وأوصيه بجماعة المسلمين أن يعظم كبيرهم ويرحم صغيرهم ويؤقر عالمهم" الحديث . (۲۷۹/۸ ، كتاب قتال أهل البغي ، باب ما على السلطان من القيام فيما ولي بالقسط والنصح ، الرقم : ۱۶۶۳۴)
 (۲) ما في "القرآن الكريم" : ﴿يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا﴾ .

(سورة التحريم : ۶)

ما في "روح المعاني" : وجماعة عن علي كرم الله تعالى وجهه أنه قال في الآية : "علموا أنفسكم وأهليكم الخير وأدبهم ، والمراد بالأهل على ما قيل : ما يشمل الزوجة والولد والعبد والأمة . (۲۳۲/۱۵ ، الجزء الثاني)

ما في "صحيح البخاري" : قال مجاهد : ﴿قوا أنفسكم وأهليكم﴾ أو صوا أنفسكم وأهليكم بتقوى الله وأدبهم . (۳۷۰/۲ ، كتاب التفسير ، سورة التحريم)

ما في "الدر المختار مع الشامية" : وفي القنية : له إكراه طفله على تعلم قرآن وأدب وعلم لفريضته على الوالدين . (۱۳۰/۶ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتهم)

(۳) ما في "الدر المختار مع الشامية" : وإذا بلغ الذكور حد الكسب يدفعهم الأب إلى عمل ليكتسبوا أو يوجرهم وينفق عليهم من أجرتهم بخلاف الإناث . (در مختار) وفي الشامية : قوله : (وإذا بلغ الذكور حد الكسب) أي قبل بلوغهم مبلغ الرجال إذ ليس له إجبارهم عليه بعده ، ومفاده أنه يدفعها إلى امرأة تعلمها حرفة كتنطريز وخياطة إذ لا محذور فيه . (۲۷۲/۵ ، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، مطلب لو كان الاخوة أو الأعمام غير مامونين الخ)

ما في "أحكام استخدام الأطفال والانتفاع بما يختصون به" : الأحكام العامة =

= لاستخدام الطفل هي بحسب الأحوال الآتية : الحال الأولى : أن لا يكون الشأن في الخدمة أن تقابل بأجرة : وهو ما كان محتقرا من الأعمال كالمرّة والمرّتين في الخدمة ونحوها : فهذا جائز إذا لم يضرّ بالطفل . الحال الثانية : ما شأن فيها أن تقا بأجرة كان يرصد لخدمة معين في زمن معين ونحو ذلك ، وهذه لها صورتان : الصورة الأولى : أن يكون فيها مصلحة للطفل كخدمة من يتعلم منه ، أو خدمة رجل في كذا ليتمرن على التواضع ومكارم الأخلاق ، فهذا جائز . الصورة الثانية : أن تنتفي المصلحة : وحينئذ فالحرمة أقرب .

(ص/ ٢٥٦ ، الخاتمة ، مؤلف : ماهر بن سعد بن عبد اللطيف الخوفي ، دار كنوز اشبيليا)
 (٢) ما في ” سنن أبي داود “ : عن جابر بن عبد الله قال : كان رسول الله ﷺ يقول : ” أنا أولى بالمؤمنين من أنفسهم ، من ترك مالا لأهله ومن ترك ديناً أو ضياعاً فإليّ وعليّ “ .
 وعن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” من ترك مالا فلورثته ، ومن ترك كلاً فإلينا “ .
 (ص/ ٢١٠ ، كتاب الخراج والفيء والإمارة ، باب في أرزاق الذرية ، قديمي)

ما في ” بذل المجهود “ : (أنا أولى بالمؤمنين من أنفسهم) أي أحق بهم وأقرب إليهم ، وقيل : معنى الأولوية : النصرّة والتولية ، أي أتولي أمورهم بعد وفاتهم ، وأنصرهم فوق ما كان منهم لو عاشوا . (ومن ترك ديناً أو ضياعاً) وهي الذرية (فإليّ) أي إليّ حفظه (وعليّ) أي عليّ ذمتي وأنا أوّديه . (١٠/ ١٣٢ ، ١٣٣ ، باب في أرزاق الذرية)

(حقوق العباد في فكر كريس ، ص/ ٣٠٢ ، اسلاك فقهاء كبرى انديا)

بچوں سے جرائم کا صُد ورنہ ہو

مسئلہ (۲۲۵): جرائم کی شرعی سزا جاری کرنے کے لیے بلوغ شرط ہے، لہذا نابالغ اگر چوری، قتل اور زنا کا ارتکاب کریں، تو ان پر حدود و قصاص کا اجرا نہیں کیا جائے گا^(۱)، البتہ تادیب کی جائے گی، تادیب کے طور پر انہیں بچہ چیل میں رکھا جاسکتا ہے^(۲)، لیکن ان کو سخت سزائیں دینا، ناجائز ہے، سزائیں ان کی قوت برداشت کے مطابق دی جائیں، اور پُر مشقت کام نہ لیا جائے، اور ان کی اصلاح کے لیے جیلوں میں تعلیم و تربیت کا نظم کیا جائے۔ اگر والدین اپنے بچوں کو اسلامی اصول تعلیم و تربیت کے مطابق، تعلیم و تربیت دیں، تو ان سے جرائم کا صُد ورنہ نہیں ہوگا، اس لیے ہر ماں باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسلامی اصول کے مطابق تعلیم و تربیت دیں۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” سنن أبي داود “ : عن علي عن النبي ﷺ قال : ” رفع القلم عن ثلاثة : عن النائم حتى يستيقظ ، وعن الصبي حتى يحتلم ، وعن المجنون حتى يعقل “ .

(ص/ ۶۰۵) ، كتاب الحدود ، باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا ، الرقم : ۴۴۰۳ ، جامع الترمذي : ۲۶۳/۱ ، أبواب الحدود ، باب ما جاء فيمن لا يجب عليه الحد

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : شروط تعم الحدود كلها : وهي البلوغ والعقل والنطق .

(۱۷/ ۱۳۸) ، حدود ، الإثبات في الحدود

وفيه أيضاً : لا خلاف بين الفقهاء في أن الحد لا يجب إلا على مكلف ، وهو العاقل البالغ ، لأنه إذا سقط التكليف من غير العاقل البالغ في العبادات ، وسقط الإثم عنه في =

= المعاصي ، فالحد المبني على الدرء بالشبهات أولى .

(١٢٢/١٤ ، حدود ، شروط وجوب الحد)

(٢) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : إن الحد لا يجب على الصغير ويجوز تعزيره .

(٢٥٦/١٢ ، تعزير ، الألفاظ ذات الصلة)

وفيه أيضاً : جمهور الفقهاء على أن الأصل في التعزير أنه مشروع في كل معصية لا حد فيها ولا كفارة ، ويختلف حكمه باختلاف حاله وحال فاعله . (٢٥٦/١٢ ، تعزير ، الحكم التكليفي)

ما في ” رد المحتار “ : الفرق بين الحد والتعزير أن الحد مقدر والتعزير مفوض إلى رأي الإمام ، وأن الحد يدرأ بالشبهات والتعزير يجب معها ، وأن الحد لا يجب على الصبي والتعزير شرع عليه ان الحد مختص بالإمام والتعزير يفعله الزوج والمولى وكل من رأى أحدًا يباشر المعصية . (١٠٣/٦ ، كتاب الحدود ، باب التعزير)

ما في ” بدائع الصنائع “ : الصبي أو المجنون إذا وطئ امرأة اجنبية لا حد عليه لأن فعلهما لا يوصف بالحرمة فلا يكون الوطء منهما زنا . (٢٨٤/٥ ، كتاب الحدود)

ما في ” رد المحتار “ : ولا يحبس الصبي إلا بطريق التأديب لتلا يتجاسر إلى مثله إذا باشر شيئاً من أسباب التعدي قصداً ، فلو خطأ فلا ، كذا في كفالة المبسوط ، وفي المحيط للقاضي : حبس الصبي التاجر تأديباً لا عقوبة ، لتلا يماطل حقوق العباد ، فإن الصبي يؤدب لينزجر عن الأفعال الذميمة . (١٢٣/٨ ، كتاب القضاء ، مطلب في حبس الصبي)

(٣) ما في ” اتحاف أولي الألباب بحقوق الطفل وأحكامه “ : يقول ابن القيم رحمه الله تعالى : فمن أهمل تعليم ولده ما ينفعه وتركه سدى فقد أساء إليه ، وأكثر الأولاد إنما جاء فسادهم من قبل الآباء وإهمالهم لهم وترك تعليمهم فرائض الدين وسننه فأضاعوهم صغاراً فلم ينتفعوا بأنفسهم ولم ينفعوا آبائهم كباراً . (ص / ٢٨٥ ، كتاب تربية الأطفال وتأديبهم ، تحت

رقم الجواب : ٣٧٠) (اسلامك فتا كيرمي انثيا)

بچوں کو تادیب مضرت رساں نہ ہو

مسئلہ (۲۲۶): والدین، اولیاء اور اساتذہ کو بچوں کی تادیب کا حق حاصل ہے، لیکن ضروری ہے کہ یہ تکلیف وہ اور مضرت رساں نہ ہو، اور شرعی حدود کے اندر ہو۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية“ : (وإن وجب ضرب ابن عشر عليها بيد لا بخشبة) (تنوير وشرحه) . وفي الشامية : (بيد) أي ولا يجاوز الثالث ، وكذلك المعلم ليس له أن يجاوزها ، قال عليه الصلاة والسلام لمرداس المعلم : ” إياك أن تضرب فوق الثالث ، فإنك إذا ضربت فوق الثالث اقتصّ الله منك “ اهـ . اسماعيل عن أحكام الصغار للأسروشنى ، وظاهره أنه لا يضرب بالعصا في غير الصلاة أيضاً ، قوله : (قلت الخ) مراده من هذين النقلين بيان أن الصبي ينبغي أن يؤمر بجميع الأمور ، وينهى عن جميع المنهيات . اهـ . ح . (۲/۳ ، ۵ ، كتاب الصلاة) وفيه أيضاً : (والأب يعزّر الابن عليه) وقدمنا أن للولي ضرب ابن سبع على الصلاة ، ويلحق به الزوج . نهر . وفي القنية : له إكراه طفله على تعلم قرآن وأدب وعلم لفريضته على الوالدين ، ولو ضرب اليتيم فيما يضرب ولده (الصغر لا يمنع وجوب التعزير) فيحرى بين الصبيان . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (وفي القنية الخ) وفيها عن الروضة : ولو أمر غيره بضرب عبده حل للمأمور ضربه ، بخلاف الحر ، قال : فهذا تنصيص على عدم جواز ضرب ولد الأمر بأمره ، بخلاف المعلم ، لأن المأمور يضربه نيابة عن الأب لمصلحة ، والمعلم يضربه بحكم الملك بتمليك أبيه لمصلحة الولد . اهـ . وهذا إذا لم يكن الضرب فاحشا كما يأتي في المتن قريبا . (۱۲۹/۶ ، ۱۳۰ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتهم) ما في ” الدر المختار مع الشامية“ : والأصل أن الواجب لا يتقيد بوصف السلامة والمباح يتقيد به ، ومنه ضرب الأب ابنه تاديبا أو الأم أو الوصي ، ومن الأول ضرب الأب أو الوصي أو المعلم بإذن الأب تعليما فمات لا ضمان ، فضرب التأديب مقيد لأنه مباح ، =

= وضرب التعليم لا ، لأنه واجب ومحله في الضرب المعتاد . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ومحله في الضرب المعتاد) أي كمًا وكيفًا ومحلا ، فلو ضربه على الوجه أو على المذاكير ، يجب بلا خوف ولو سوطا واحدا لأنه إتلاف . (٢١٩/١٠ ، ٢٢٠ ، كتاب الجنایات ، باب القود فيما دون النفس ، مطلب الصحيح أن الوجوب على القاتل الخ) ما في ” رد المحتار “ : أما المعلم فله ضربه لأن المأمور بضربه نيابة عن الأب لمصلحته ، والمعلم يضربه بحكم الملك بتمليك أبيه لمصلحة التعليم ، وقيد الطرطوسي بأن يكون بغير آلة جارحة ، وبأن لا يزيد على ثلاث ضربات ، قال الشرنبلالي : والنقل في كتاب الصلاة : يضرب الصغير باليد لا بالخشبة ، ولا يزيد على ثلاث ضربات .

(٦١٦/٩) ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، البحر الرائق : ٨٣/٥ ، كتاب الحدود ، باب حد القذف ، قبيل كتاب السرقة)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : والخامس أن لا يضرب الصبيان ضربا مبرحا ولا يجاوز الحد فإنه يحاسب يوم القيامة . (٣٤٩/٥) ، كتاب الكراهية ، الباب الثلاثون في المتفرقات)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : كما اتفقوا على أنه يجب على الولي تأديب الصبي لترك الصلاة والطهارة ، ولتعليم الفرائض ونحو ذلك ، وذلك بالقول إذا بلغ سبع سنين ، وبالضرب إن لزم لإصلاحه إذا بلغ عشرا ، تثبت ولاية التأديب للإمام ونوابه كالقاضي بالولاية العامة . للولي بالولاية الخاصة أبا كان أو جدا أو وصيا أو قيما من قبل القاضي . للمعلم على التلميذ بإذن الولي يؤدب الصبي بالأمر بأداء الفرائض والنهي عن المنكرات بالقول ، ثم الوعيد ثم التعنيف ثم الضرب إن لم تجد الطرق المذكور قبله ولا يضرب الصبي لترك الصلاة إذا بلغ عشر سنين لحديث : ” مُرُوا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين ، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين ، وفرّقوا بينهم في المضاجع “ . ولا يجاوز ثلاثا عند الحنفية والمالكية والحنابلة ، وهي أيضا على الترتيب ، فلا يرقى إلى مرتبة إذا كان ما قبلها يفي بالفروض وهو الإصلاح . (٢٠/١٠ - ٢٣ ، تأديب ، حكمه التكليفي ، ولاية التأديب ، طرق تأديب الصبي) (اسلاك فقہ الیومی اثریا)

مصادر و مراجع

رقم	اسماء کتب	اسماء مصنفین و مؤلفین	مکتبہ/مطبع
-----	-----------	-----------------------	------------

کتب عقائد

۱	القول المفید علی کتاب التوحید	دکٹر محمد بن صالح العثیمین	دار ابن جوزی
۲	شرح کتاب الفقہ الأكبر	شیخ ملا علی قاری	دار الکتب العلمیہ
۳	الابتن عن اصول الدین	امام ابو الحسن علی بن اسماعیل اشعری	دار ابن حزم
۴	جہد اللہ الباعدۃ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	دار المعرفہ بیروت
۵	الترجمان اقتراف الکبائر	علامہ ابن حجر ہیثمی	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز

کتب تفاسیر

۶	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار
۷	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۸	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی	مکتبہ زکریا دیوبند
۹	احکام القرآن	امام ابو بکر معروف بابن عربی	ریاض الحدیث
۱۰	احکام القرآن	امام ابو بکر بن علی رازی حصاص	مکتبہ شیخ الہند دیوبند
۱۱	احکام القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۃ القرآن لاہور
۱۲	احکام القرآن	مفتی شفیع مفتی اعظم پاکستان (بحکم تھانوی)	ادارۃ القرآن لاہور
۱۳	احکام القرآن	مولانا ظفر احمد تھانوی (بحکم تھانوی)	ادارۃ القرآن لاہور
۱۴	بیان القرآن	حکیم الامت علامہ تھانوی	ادارۃ تالیفات اشرفیہ
۱۵	تفسیر القرطبی	امام ابو عبد اللہ احمد انصاری قرطبی	دار عالم الکتب الرياض
۱۶	البحر المحیط	امام ابو حیان غرناطی اندلسی	دار الکتب العلمیہ
۱۷	حاشیہ القونوی علی تفسیر البیضاوی	عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸	تفسیر بیضاوی	قاضی ناصر الدین ابو الخیر عبد اللہ بن عمر	یاسر ندیم اینڈ کمپنی

۱۹	معارف القرآن	مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع	فرید بکڈ پوڈوبند
۲۰	تفسیر انہشی	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد انہشی	مکتبہ رحمانیہ لاہور
۲۱	التفسیر المنیر	دکتور وہبہ حبیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۲	الدر المنثور فی التفسیر المآثور	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۳	معالم التنزیل المعروف بتفسیر البغوی	عبداللہ بن احمد بن علی الزید	دارطیبہ للطب و النشر و التوزیع، الریاض
۲۴	تفسیر القرآن العظیم	ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن مطہر النخعی	المکتبۃ الشاملۃ
۲۵	التخریر و التتویر المعروف بتفسیر ابن عاشور	محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر ابن عاشور	مؤسسۃ التاریخ العربی
۲۶	تفسیر التستری	ابو محمد سہل بن عبداللہ التستری	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۷	تفسیر روح البیان المعروف بتفسیر حقی	اسماعیل حقی بن مصطفیٰ استانبولی حنفی الخلوئی	دار احیاء التراث العربی
۲۸	غریب القرآن لابن قتیبہ	ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری	دارالکتب العلمیۃ مصریہ
۲۹	التفسیر الواضح	دکتور محمد محمود جازوی	دار الجلیل السجید
۳۰	لطائف الإشارات	عبدالکریم بن ہوازن القشیری	ہیبہ مصریۃ عامۃ للکتاب
۳۱	فتح القدر	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دارالکتب العلمیۃ
۳۲	تفسیر الکشاف	علامہ جارا اللہ زبختری	دار الایمان سہارنپور

کتب احادیث و شروح احادیث

۳۳	صحیح بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	احیاء/قدیمی/الریاض
۳۴	صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	احیاء/قدیمی/الجلیل
۳۵	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۶	سنن ترمذی	امام ابو نعیم محمد بن عیسیٰ ترمذی	مکتبہ بلال/بیروت
۳۷	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن بن شیبہ بن علی	دار السلام/مکتبہ تجاریہ
۳۸	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	قدیمی/عیسیٰ الحلیمی
۳۹	الموطا	امام مالک بن انس	مکتبہ بلال دیوبند
۴۰	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۴۱	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	دار الحدیث قاہرہ
۴۲	المجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دار احیاء التراث

۴۳	المعجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	بیروت/ دارالرحمین القاہرہ
۴۴	سنن دارقطنی	امام حافظ علی بن عمر	دارالایمان/ دارالحسان
۴۵	نصب الراية	امام جمال الدین زلیحی حنفی	دارالایمان سہارنپور
۴۶	سنن الکبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دارالکتب العلمیہ
۴۷	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	دارالکتب العلمیہ
۴۸	جمع الجوامع	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیہ
۴۹	مجمع الزوائد	علامہ شیخ نور الدین عینی	دارالکتب العلمیہ
۵۰	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دارالکتب العلمیہ
۵۱	مستدرک حاکم	ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری	دارالکتب العربیہ
۵۲	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی عجلونی	دارالکتب العلمیہ
۵۳	شرح ابن بطال	شیخ علی بن خلف بن بطال قرطبی	دارالکتب العلمیہ
۵۴	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	السلفیہ/ الریاض
۵۵	عمدة القاری	امام بدر الدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۵۶	فیض الباری	علامہ شیخ انور شاہ کشمیری	مکتبہ شیخ الہند/ بیروت
۵۷	انعام الباری	شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی	مکتبہ الحراء
۵۸	المہاج شرح صحیح مسلم	امام ابو زکریا محی الدین عیسیٰ بن شرف	احیاء التراث
۵۹	شرح النووی علی صحیح مسلم	امام ابو زکریا محی الدین عیسیٰ بن شرف	مکتبہ بلال
۶۰	موسوعة فتح المہم	مفتی شہیر احمد عثمانی/ مفتی تقی عثمانی	داراحیاء التراث
۶۱	بذل الجہود	شیخ خلیل احمد سہارنپوری	دارالبیانات الاسلامیہ
۶۲	عون المعبود	ابوعبدالرحمن شرف الحق عظیم آبادی	احیاء التراث العربیہ
۶۳	حاشیہ السنہ علی ابی داؤد	علامہ شیخ محمد حیات سنہلی	مکتبہ بلال دیوبند
۶۴	معارف السنن	علامہ محمد یوسف بنوری	مکتبہ سعید ایچ ایم کراچی
۶۵	ہامش الترمذی [نفع قوت المحدثی]	علی بن سلیمان مالکی	مکتبہ بلال دیوبند
۶۶	العرف الشدی	علامہ انور شاہ کشمیری	مکتبہ بلال دیوبند
۶۷	تحفة المعنی	مفتی سعید احمد پان پوری	مکتبہ حجاز دیوبند

۶۸	شرح سنن ابن ماجہ	تحقیق رائد بن صبری ابن ابی علفہ	بیت الافکار الدولیہ
۶۹	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی قاری حنفی	ملتان / اشرفیہ
۷۰	مرعاۃ المفاتیح	شیخ ابوالحسن مبارکپوری ہندی	بحوالہ فتاویٰ عثمانی
۷۱	شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ	مکتبہ زکریا دیوبند
۷۲	التعلیق الصبیح	علامہ ادریس کاندھلوی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۷۳	التبہید	امام ابن عبدالبر مالکی	احیاء التراث
۷۴	اعلاء السنن	علامہ شیخ ظفر احمد عثمانی	دارالکتب العلمیہ
۷۵	فیض القدر	عبدالرؤف المناوی	دارالمعرفۃ بیروت
۷۶	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن شیبانی	دالایمان سہارنپور
۷۷	شرح معانی الآثار	امام ابو جعفر طحاوی احمد بن محمد	مکتبہ ملت دیوبند
۷۸	الکوکب الدری	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ، میرٹھ	مکتبہ مخدومیہ سہارنپور
۷۹	کتاب علوم الحدیث	عثمان بن عبدالرحمن [ابن الصلاح]	دارالفکر سوریا / دارالمعاصر
۸۰	شرح السنۃ	الحسین بن مسعود البغوی	الکتب الاسلامیہ، بیروت
۸۱	الورع لابن جنبل	ابو عبداللہ احمد بن محمد بن جنبل الشیبانی	دارالکتب العلمیہ بیروت
۸۲	الجامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیہ
۸۳	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی محلوئی	دارالکتب العلمیہ
۸۴	الترغیب والترہیب	حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری	دارالکتب العلمیہ

کتاب فقہ و فتاویٰ عربی

۸۵	المبسوط	شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن احمد سمرحسی	دارالکتب / دارالمعرفۃ
۸۶	تنویر الابصار مع الدرورد	امام محمد بن عبداللہ انصاری	دارالکتب العلمیہ
۸۷	الدر المختار مع الشامیہ	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	دارالکتب العلمیہ / زکریا
۸۸	رد المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	بیروت / دیوبند / نعمانیہ
۸۹	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانی	بیروت / دیوبند
۹۰	البحر الرائق	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	دارالکتب العلمیہ
۹۱	منہ الخالق علی البحر الرائق	محمد امین شہیر بابن عابدین الشامی	دارالکتب / دیوبند

دارالکتب العلمیہ	امام فخر الدین عثمان بن علی زبیلی	تمییز الحقائق	۹۲
دارالایمان سہارنپور	امام سراج الدین ابن نجیم حنفی	انتہر الفائق	۹۳
زکریا/رشیدیہ	شیخ نظام و جماعت علماء ہند	الفتاویٰ الہندیہ	۹۴
مکتبہ زکریا دیوبند	امام حافظ الدین محمد بن محمد (ابن بزاز)	الفتاویٰ الہدیہ از علی ہاشم الہندیہ	۹۵
زکریا/رشیدیہ	فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	فتاویٰ قاضی خان	۹۶
دارالکتب العلمیہ	امام اکمل الدین بابر ترقی	العناویہ مع الفتح	۹۷
دارالکتب العلمیہ	کمال الدین معروف بابن ہمام	فتح التقدیر	۹۸
دارالارقم/العالمیہ	علامہ شیخ ابن مودود موصلی حنفی	الاختیار لتعلیل المختار	۹۹
دارالکتب العلمیہ	امام ابوالحسن علی بن حسین سعیدی	الشفق فی الفتاویٰ	۱۰۰
مکتبہ شیخ الہند/ اشرفیہ	احمد بن محمد بن اسماعیل طحاوی حنفی	حاشیہ الطحاوی	۱۰۱
دارالکتب العلمیہ	حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	مراتی الفلاح	۱۰۲
سہیل اکیڈمی لاہور	علامہ شیخ ابراہیم حلبی	غنیۃ الممتلی (حلبی کبیر)	۱۰۳
مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ	امام طاہر بن عبدالرشید بخاری	خلاصۃ الفتاویٰ	۱۰۴
دارالایمان سہارنپور	علامہ شیخ عالم بن علاء دہلوی ہندی	الفتاویٰ التاتارخانیہ	۱۰۵
دارالایمان سہارنپور	ظہیر الدین عبدالرشید الولوالچی	الفتاویٰ الولوالچیہ	۱۰۶
دار احیاء التراث	علامہ محمود بن احمد بخاری	الحیط البرہانی	۱۰۷
دارالکتب العلمیہ	شیخ عبدالرحمن بن محمد (شینی زادہ)	مجمع الاشیہ	۱۰۸
دارالکتب العلمیہ	شیخ محمد بن علی معروف بالعلاء ہکفی	الدر المنقش شرح لمقفی مع مجمع الاشیہ	۱۰۹
دار القلم دمشق	شیخ عبدالحمید محمود طہماز	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	۱۱۰
ادارۃ القرآن والاسلامیہ	شیخ محمد سعید صاغری	الفقہ الحنفی وادلتہ	۱۱۱
مؤسسۃ الرسالۃ بیروت	وہبی سلیمان غاوی	اکافی فی الفقہ الحنفی	۱۱۲
بیت الافکار الدولیہ الاردن	محمد ابراہیم بن عبداللہ التویجری	موسوعۃ الفقہ الاسلامی	۱۱۳
مکتبہ اسلامیہ/قدیمی	امام برہان الدین مرغینانی	الہدایہ شرح البرہانیہ	۱۱۴
من موقع المکتبۃ الشاملۃ	امام ابویوسف بیہقوب	کتاب الآثار	۱۱۵
دارالایمان سہارنپور	امام محمد بن حسن الشیبانی	کتاب الآثار	۱۱۶

۱۱۷	کتاب الکسب	امام محمد بن حسن الشیبانی	المطبوعات الاسلامیہ
۱۱۸	المختصر القدوری	امام احمد بن محمد بغدادی قدوری	مکتبہ بلال دیوبند
۱۱۹	المختصر الضروري مع القدوری	شیخ محمد سلیمان الہندی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۲۰	الجوہر النيرة	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الزبیدی	دارالکتب العلمیہ
۱۲۱	الذباب فی شرح للکتاب	شیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۲۲	الفقه الاسلامی وادلتہ	دکتور وہب زحلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۲۳	الموسوعة الفقہیہ	وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ	وزارۃ الاوقاف کویت
۱۲۴	حاشیہ ارشاد الساری للقاری	ملا علی القاری	المکتبۃ الامدادیہ بئکتہ
۱۲۵	مجموعہ رسائل لکنوی	عبدالرحمن لکنوی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۲۶	سباحتہ الفکر فی الجہر بالذکر	ملحقہ برسائل لکنوی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۲۷	فقہ التوازل	محمد بن حسین الجبزی انی	دار ابن الجوزی
۱۲۸	المغنی	ابن قدامہ حنبلی	مکتبۃ القاہرۃ
۱۲۹	نفع المفتی والسائل	علامہ عبدالرحمن لکنوی	بھارت آفسیٹ دہلی دار ابن حزم
۱۳۰	آکام الفحاس فی أداء الاذکار لسان الفارس	علامہ عبدالرحمن لکنوی	من مجموعہ رسائل لکنوی
۱۳۱	عمدۃ الرعاۃ علی شرح الوقایہ	علامہ عبدالرحمن لکنوی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۳۲	السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ	علامہ عبدالرحمن لکنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۳۳	الألعاب الرياضیة	علی حسین امین یونس	دار الفحاس اردن
۱۳۴	جامع الاحکام الفقہیہ	امام قرطبی	دارالکتب العلمیہ
۱۳۵	حاشیہ السراجی	محمد نظام الدین کیرانوی	مکتبہ یاسر ندیم
۱۳۶	روضۃ الطالبین	محمی الدین یحییٰ بن شرف ابی زکریا النووی	المکتب الاسلامی
۱۳۷	ہذا حلال و ہذا حرام	عبدالقادر احمد عطا	دار الفضلیۃ القاہرۃ
۱۳۸	تحفۃ المودود باحکام الملوود	شمس الدین بن ابوبکر ابن قیم الجوزیہ	مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز
۱۳۹	اتحاف اولی الاباب بحق الطفل و احکامہ	ابوعبدالنہد احمد بن احمد العیسوی	دار الکیان الریاض
۱۴۰	احکام حقہ ام الاطفال و الانتفاع بما یخصون بہ	ماہر بن سعد بن عبداللطیف الخوفی	دار کنوز اشبیلیا
۱۴۱	فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ	اللجنۃ الدائمۃ	اللجنۃ الدائمۃ

۱۴۲	مجموعۃ الفتاوی	امام ابن تیمیہ	مکتبۃ الرياض
۱۴۳	التشریح الجنائی الاسلامی	عبد القادر عودہ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۱۴۴	الموسوعۃ الجنائیۃ الاسلامیۃ	سعود بن عبدالعالی البارودی	عضویدیۃ التحقیق --
۱۴۵	غیاث الامنی فی التیثاظ العظیم	عبدالملک بن عبداللہ الجوبینی	ط: نہضتہ مصر، وط: قطر
۱۴۶	بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ وحیدریہ دہلی
۱۴۷	احکام مرض الایدز فی الفقہ الاسلامی	د: راشد بن مفرح الشمری	مکتبۃ المزینی
۱۴۸	فقہ الزکوٰۃ	دکٹر یوسف القرضاوی	مؤسسۃ الریان دمشق
۱۴۹	موسوعۃ مسائل الجہور	محمد نعیم محمد ہانی ساعی	دار السلام قاہرہ

کتاب فقہ و فتاویٰ اردو

۱۵۰	فتاویٰ محمودیہ	علامہ مفتی محمود حسن گنگوہی	کراچی/ میرٹھ
۱۵۱	حاشیہ فتاویٰ محمودیہ	مفتی فاروق صاحب	مکتبہ محمودیہ میرٹھ
۱۵۲	امداد المفتین [عزیز الفتاوی]	مفتی عزیز الرحمن	مکتبہ زکریا بکڈ پو
۱۵۳	آپ کے مسائل اور ان کا حل	شہید مولانا محمد یوسف لدھیانوی	کتب خانہ نعیمیہ
۱۵۴	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمن	دارالعلوم دیوبند/ زکریا
۱۵۵	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	مفتیان دارالعلوم دیوبند	علی شہکیہ نیت
۱۵۶	فتاویٰ بنوریہ	جامعہ بنوریہ ٹاؤن کراچی	علی شہکیہ نیت
۱۵۷	احسن الفتاویٰ	علامہ مفتی رشید احمد پاکستانی	دارالاشاعت دیوبند
۱۵۸	فتاویٰ عثمانی	علامہ مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۱۵۹	کفایت المفتی	علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی	دارالاشاعت پاکستان
۱۶۰	فتاویٰ امارت شرعیہ	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	امارت شرعیہ (بہار)
۱۶۱	فتاویٰ حقانیہ	علامہ مفتی عبدالحق پاکستانی	دارالعلوم حقانیہ پاکستان
۱۶۲	امداد الفتاویٰ	حکیم الامت مولانا شرف علی تھانوی	دارالعلوم کراچی
۱۶۳	امداد الاحکام	شیخ ظفر احمد عثمانی/ عبدالکریم گمٹھلوی	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۶۴	فتاویٰ محمدیہ	مولانا احمد سندھی	بحوالہ احسن الفتاویٰ
۱۶۵	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی عبدالرحیم لاجپوری	دارالاشاعت کراچی

۱۶۶	خیر الفتاویٰ	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق جوگیبھوری
۱۶۷	کتاب الفتاویٰ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۶۸	جدید فقہی مسائل	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۶۹	فتاویٰ دارالعلوم زکریا (افریقہ)	مفتی رضاء الحق صاحب	زمزم پبلشرز کراچی
۱۷۰	کتاب المسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	فرید بکڈ پوڈبلی
۱۷۱	روضۃ الفتاویٰ	مفتی محمد اسماعیل واڈی والا	فرید بکڈ پوڈبلی
۱۷۲	فتاویٰ بنوریہ	مفتیان جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی	علی شبکہ نیٹ
۱۷۳	جواہر الفقہ	علامہ مفتی شفیع احمد عثمانی	تفسیر القرآن جامعہ مجددیوبند
۱۷۴	فتاویٰ خلاصیہ	مفتی احمد ابراہیم بیات	ناشر: حافظ احمد بیات
۱۷۵	فتاویٰ عبدالحی	علامہ شیخ عبدالحی لکھنوی	مکتبہ تھانوی دیوبند
۱۷۶	اشرف الجواب	حکیم الامت علامہ تھانوی	دارالاشاعت کراچی
۱۷۷	تخریج الفقہ فی مسائل النکاح	مفتی محمد کوثر علی سبحانی مظاہری	جامعۃ الفلاح دارالعلوم الاسلامیہ
۲۱۷۸	نوادر الفقہ	شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب	ادارہ افادات اشرفیہ
۱۷۹	مسائل قربانی	مولانا عبدالمجید	القاسم اکیڈمی پاکستان
۱۸۰	موبائل کے مسائل	مفتی محمد اسماعیل برہانپوری	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۱۸۱	المسائل المهمۃ فیما اختلفت بہ العامۃ	مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۱۸۲	محقق و مدلل جدید مسائل	مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	جامعہ اکل کوا
۱۸۳	مالا بدمنہ فارسی	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی	الامین کتبستان دیوبند
۱۸۴	مکہ فقہ اکیڈمی کے فیصلے	المجمع الفقہ الاسلامی/انہم اختر ندوی مترجم	ایف اے پبلیکیشنز

کتب اصول فقہ و قواعد فقہ

۱۸۵	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین شہبیر بابر عابدین الشامی	دارالکتب دیوبند
۱۸۶	المواضعات فی اصول الاحکام	امام ابوالسحاق شاطبی	دارالمعرفۃ/احیاء التراث
۱۸۷	الاشیاء والنظار	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	مکتبہ فقہ الامت دیوبند
۱۸۸	ہامش الاشیاء [شرح لکھوی]	علامہ شیخ احمد لکھوی	مکتبہ فقہ الامت دیوبند
۱۸۹	در الاحکام شرح مجلۃ الاحکام	شیخ علی حیدر استنبول ترکی	دار الجلیل بیروت

۱۹۰	شرح الحجۃ	سلیم رستم باز البنانی	احیاء التراث
۱۹۱	حمبرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد الندوی	شرکتہ الراجحی المصریۃ
۱۹۲	المقاصد الشرعیۃ	شیخ نور الدین الخادی	دار اشبیلیا
۱۹۳	أصول الفقہ الاسلامی	دکتور وھبہ الزحلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۹۴	الاصول والقواعد للفقہ الاسلامی	شیخ مفتی محمد جعفر علی رحمانی	الہدی پبلیکیشنز دہلی / یاسین بکڈ پوز
۱۹۵	شرح السیر الکبیر	امام محمد بن الحسن الشیبانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۹۶	قواعد الفقہ	شیخ مفتی عیسیٰ احسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈ پوز دیوبند
۱۹۷	القواعد والضوابط الفقہیۃ	علامہ ابن تیمیہ	-----
۱۹۸	القواعد والضوابط	بحوالہ موسوعۃ القواعد الفقہیۃ	بحوالہ موسوعۃ القواعد
۱۹۹	اعلام الموقنین	امام ابن قیم الجوزی	احیاء التراث

کتب متفرقہ

۲۰۰	اتحاف السادۃ للمعتقین	سید محمد بن محمد حسینی زبیدی	مؤسسۃ التاریخ العربی
۲۰۱	معجم لغۃ الفقہاء	شیخ محمد رواں قلعدہ جی حامد صادق	ادارۃ القرآن کراچی
۲۰۲	التعریفات الفقہیۃ مع قواعد الفقہ	مفتی سید عیسیٰ احسان مجددی	اشرفی بکڈ پوز دیوبند
۲۰۳	کتاب التعریفات	علامہ سید شریف جرجانی	دار الکتب العلمیۃ
۲۰۴	معجم مصطلحات الالفاظ الفقہیۃ		
۲۰۵	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدین	فیروز سنز لاہور
۲۰۶	قاموس طلس الموسوی	دار طلس للنشر والتوزیع	جمہوریہ مصر
۲۰۷	طبی لغات [مخزن الجواہر]	حکیم غلام جیلانی	مکتبہ دانیال لاہور
۲۰۸	المعجم الوسیط	ابراہیم مصطفیٰ درفقاؤۃ	کتب خانہ حسینیہ دیوبند
۲۰۹	القاموس الوحید	مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی	کتب خانہ حسینیہ دیوبند
۲۱۰	حصن حصین	ابوالخیر محمد بن محمد الجزری	المکتبۃ الریحیۃ دیوبند
۲۱۱	نزہۃ المجالس و منتخب النفاکس	عبدالرحمن بن عبدالسلام الصغوری / الصغوی	مکتبہ صدیقیہ دیوبند
۲۱۲	شرح مختصر الطحاوی	بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل	بحوالہ آپ کے مسائل
۲۱۳	الروح	علامہ ابن قیم الجوزی	دار الکتب العلمیۃ بیروت

۲۱۴	تربیۃ الاولاد فی الاسلام	احسان عظیمی	موقع مقالات اسلام ویب
۲۱۵	کیف تفہم القرآن الکریم	عبدالسلام بن ابراہیم بن محمد الحسین	المکتبۃ الشاملۃ
۲۱۶	مجم القرآن الکریم حفظاً و کتابۃ	دکتور علی بن سلیمان العبید	المکتبۃ الشاملۃ
۲۱۷	المصحف المطبوع بطریقہ بریل للمکفوفین؟	الدکتور حسام الدین عفانہ/ جامعۃ القدس فلسطین	جمعیۃ أصدقاء الکفیف فلسطین
۲۱۸	ماصححہ ترجمۃ معانی القرآن لای طریقہ بریل؟	موقع الإسلام سؤال وجواب	www.islamQA.com
۲۱۹	الجزیۃ الدائمۃ للإفتاء فی السعودیۃ	الجزیۃ الدائمۃ	الجزیۃ الدائمۃ
۲۲۰	موقع الإسلام سؤال وجواب	www.islamQA.com	www.islamQA.com
۲۲۱	کتابۃ القرآن الکریم ہظام بریل للمکفوفین	دکتور عبداللہ الخیس	almoslim.net
۲۲۲	مقالہ مدرسۃ النور فارسی با اسٹڈ ترکی کانفرنس	مدرسۃ النور فارسی بلا اسٹڈ	ترکی/ ارسال کردہ از اکیڈمی
۲۲۳	الاتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین سیوطی	قدیمی کتب خانہ/ دار الحدیث
۲۲۴	منابئ العرفان فی علوم القرآن	محمد عبدالعظیم الزرقانی	احیاء الکتب العربیۃ قاہرہ
۲۲۵	تجاویز اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	۲۴ رواں سیمینار بمقام کیرلا	ایفا
۲۲۶	احکام المسابقات	عبدالصمد بن محمد بلجلی	دار الفانس اردن
۲۲۷	ازالۃ الخفا عن خلافتہ اہلکفاء	شاہ ولی اللہ محمد دہلوی	من موقع المکتبۃ الشاملۃ
۲۲۸	زاد المعاد فی ہدی خیر العباد	امام ابن قیم الجوزی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۲۹	اقتضاء الصراط المستقیم	شیخ الاسلام ابن تیمیہ	دار عالم الکتب/ مطابع الحج
۲۳۰	منکرات الہیوت	رائد بن صبری بن ابی علفہ	مکتبۃ السوادی
۲۳۱	حیوۃ الحیوان	علامہ کمال الدین دیمیری	احیاء التراث العربی بیروت
۲۳۲	کتاب شرح الصدور	علامہ جلال الدین سیوطی	دار الکتب العربی
۲۳۳	ہدیۃ العروس	حافظ ہمشرحسین لاہوری	نعمانی کتب خانہ لاہور
۲۳۴	تبیط الخو	د. شفیق عمر البلوی	دار القبلۃ الثقافتہ جدہ
۲۳۵	القواعد الاساسیۃ للغة العربیۃ		مکتبۃ عثمانیہ کونسو
۲۳۶	تحریر سنبت عربی شرح کافیہ	نامعلوم	مکتبۃ تھانوی دیوبند
۲۳۷	احکام اسلام عقل کی نظر میں	حکیم الامت تھانوی	مکتبۃ نعیمیہ دیوبند
۲۳۸	حیوۃ المسلمین	حکیم الامت تھانوی	بحوالہ محمودیہ کراچی

۲۳۹	اصلاح الرسوم	حکیم الامت تھانوی	عروش پبلیکیشنز دیوبند
۲۴۰	ذکر فکر	شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۴۱	حقوق العباد کی فکر کریں	مولانا محمد ہارون معاویہ	دارالاشاعت کراچی
۲۴۲	علمی مکاتیب	مولانا مرغوب احمد لاچپوری	جامعۃ القرأت کفلیہ
۲۴۳	بہار شریعت	بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ	بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ
۲۴۴	عرفان شریعت	مولوی امجد علی قادری رضوی	بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ
۲۴۵	عرفان ہدایت	مولوی محمد عرفان رضوی بریلوی	بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ
۲۴۶	رسالہ محرم و تعزیر داری	مولوی محمد مصطفیٰ خان بریلوی	بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ
۲۴۷	شام کربلا	مولانا شفیع اوکاڑوی قبلہ - مکتبہ جام نور دہلی	زمزم آفسیٹ پریس دہلی
۲۴۸	روزنامہ ترجمان اردو مالگاؤں	ترجمان اردو	روزنامہ
۲۴۹	آپ کے شرعی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	روزنامہ اردو ناٹکس

